مختصر تفسیر سورہ الکھف

مرتب

www.hamditabligh.net

نبوی ﷺ زندگی کے تیرہویں سال آپ ﷺ کو مکہ سے ہجرت پر مجبور کیا گیا اور وہ یثرب کی طرف ہجرت کر گئے۔ مدینہ (پرانا یثرب) پہنچنے پر یہودیوں کے ساتھ ایک مسلسل جنگ کا آغاز ہوگیا۔ وہ اپنے آپ کو خدا کا منتخب شدہ سمجھتے تھے (اور سمجھتے ہیں) کہ سچے صرف وہی ہیں اور سچائی صرف ان ہی کے پاس ہے اور جنت صرف ان ہی کے لئے مخصوص ہے حالانکہ ان کے دل دنیا میں لگے ہوئے تھے اور ان میں سے ہر کوئی یہ چاہتا تھا کہ وہ ۱۰۰۰ سال سے زائد جئے۔

یہ سورت، سورت کہف، آپ ﷺ کے مدینہ آنے سے پہلے مکی زندگی کے آخری دور میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں یہودیوں کے مذہب سے متعلق نظریہ کا جواب ہے۔ اس سورت کا مغز دراصل وہ واقعات ہیں جو دنیا کی زندگی اور اللہ تعالی کے تعلق کو ظاہر کرتے ہیں۔ ایک طرف اللہ تعالی پر ایمان کا معاملہ ہے دوسری طرف دنیاوی زندگی سے غیر ضروری تعلق ہے۔ محمد اسد اس سورت کا خلاصہ اس آیت کو قرار دیتے ہیں: اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا/ لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا/ بے شک ہم نے اس زمین پر جو کچھ بنایا ہے وہ اس کے لئے زیب وزینت ہے...... تاکہ ہم ان کو آزمائیں...... کہ ان میں سے کون عمل کے اعتبار سے اچھا ہے (۷)

ساتھ ہی اس سورت میں یہودیوں کے اس معاملے پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جو آخری دور میں ہوگا (یا اس وقت ہے اگر یہ آخری دور ہے)۔ وہ وقت، وہ دور جس میں اسلام پر اور انسانیت پر اور یاجوج ماجوج وردجال کی طرف سے حملے ہونگیں (دجال، جھوٹا مسیحا)۔ دجال کا سب سے خطرناک حملہ سود ہوگا۔

جنھوں نے سود کی معاشیات پوری دنیا پر نافذ کی ہوگی ان کے ہتھکنڈوں کے دور میں عام آدمی، غریب آدمی کیسے جئے اور جواب دے، کوئی بھی ذی نفس سود کے غبار سے بچا ہوا نہیں ہوگا، اور یہ سود کی حکمرانی اسرائیل کی طرف سے ہوگی یعنی Jeurasalem سے۔ سورہ کہف ان حالت پر روشنی ڈالتی ہے، اشارات دیتی ہے، اخلاقی فرق بتاتی ہے غریبوں اور امیروں کے مابین ا، اور یوں اخلاقی معاونت ہوتی ہے غریبوں کی۔ (آیات ۲۳ تا ۴۴)

آخری دور میں مسلمانوں کی کیفیت اس طرح کی ہوگی جیسے اللہ کے رسول ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ جیسے گرم کوئلے کو پکڑنا۔ آیات ۱۳ تا ۲۰ میں اصحاب کہف سے متعلق حالات درج ہیں اور '' دنیا کو چھوڑنا دین وایمان کی خاطر'' والے معاملے کو اجاگر کیا ہے۔ اور اس قصے کے آخر میں جیت اسلام کی ہوتی ہے جس سے پڑھنے والے کے لئے اخلاقی معاونت دوچند ہو جاتی ہے۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ جو دیکھا جا رہا ہے وہ ویسا ہی ہو۔ عام انسانی آنکھ سچائی نہیں دیکھ سکتی، اس تک نہیں پہنچ پاتی۔ چنانچہ لازم ہے کہ سچائی کے پہچان کے لئے روحانی بصیرت کی موجودگی ہو اور اس کا استعمال ہو۔ آیات ۶۰ تا ۸۲ میں موسیٰ اور اللہ کے ایک نمائندے خضر کے درمیان اسی قسم کا معاملہ بیان کیا گیا ہے۔ محض انسانی طاقت کچھ بھی نہیں بلکہ ہر معاملے کی پیچھے اللہ کا ہاتھ ہے۔

'' جو دکھائی دیتا ہے دراصل وہ وہ نہیں ہے یا جو دکھائی دیتا ہے جو سامنے نظر آتا ہے سچائی وہ نہیں ہے'' والا معاملہ آخری دور میں عالمگیر ہوگا، شدت کے ساتھ ہوگا اور جس کا سرچشمہ ہوگا دجال۔ حضرت ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو پہلے سے ہی مطلع کر دیا ہے کہ آخری دور میں دجال آئے گا جس کے ایک ہاتھ میں آگ ہوگی اور دوسرے ہاتھ میں پانی۔ مگر دراصل پانی آگ ہوگا اور آگ پانی ہوگا۔

موسیٰ اور جناب خضر کے قصے سے یہ بھی معلوم چلتا ہے کہ حقیقت تک پہنچنے کے لئے صرف اللہ ہی کی مدد کی ضرورت ہوگی اور اس کے لئے اپنے آپ کو دنیاوی آلائشات سے بچانا ہوگا۔ صرف اللہ ہی کے مدد سے اور اسی کے طریقے سے ہی سچائی اور حالات کی حقیقت تک رسائی ہو سکے گی۔

ذوالقرنین کے واقعات سے سورت کا خاتمہ ہوتا ہے، جو کہ ایمان وعقیدہ اور مادی طاقت میں اپنی مثال آپ تھے جس کے ذریعے ایک مکمل عالمگیر نظام زندگی کا قیام ممکن ہوا۔ جس کے ذریعے ظالم اور اس کے فتنہ کو سزا ملی اور اچھوں کو یعنی ایمان والوں کو انعام ملا۔ ذوالقرنین نے حقیقی انسانی حقوق بتائے کہ کسی کے اپنے طرز زندگی کے چھیڑ چھاڑ نہیں کی گئی۔

یوں اس سورت سے یہ معلوم چلتا ہے کہ اگر پوری دنیا اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لے آتی تو آخری دور کیسا ہوتا۔ مگر چونکہ ایسا نہیں ہوا، اس لئے اب معاملہ دوسرا ہوگا۔ ذوالقرنین کے مخالفین (جو کہ اللہ ہی نے پیدا کئے ہیں) اس دنیا میں دوبارہ چھوڑے جائیں گیں۔ ان کے پاس طاقت وقوت ہوگی جس کے مدد سے وہ دنیا میں حکومت کریں گیں مگر اس طاقت کی بنیاد اللہ بیزار اور لادینیت پر ہوگی، انتہائی لچر اور کرپٹ ہوگی۔ یاجوج اور

ماجوج ایک عالمی حکومت یا ایک عالمی نظام قائم کریں گیں جس کے تحت وہ اسلام اور عالم اسلام کے خلاف سازشیں اور جنگ و جدال کریں گیں ۔ ان کا نظام ، مذہبی نظام اور طور طریقہ کے خلاف ہوگا ، بنیادی انسانی قدروں کے خلاف ہوگا ، انسان کو قدرت سے دور کردے گا ، انسان کو مسخ کردے گا ۔

اور یہ ہی نظام دراصل اس وقت کا عالمی نظام ہے ۔

ہم دعا کرتے ہیں تمام عالموں کے رب سے کہ وہ ہمیں اس سورت کے ذریعے اصل حقیقت سے روشناس کرادے اور آج کے دور کی حقیقت واضح کردے ۔

رب کائنات معاف کردے ہماری خطاؤں کو ، خصوصاً موؤلف کو جو کہ اس سورت کے تشریحات کے دوران ہوں ۔ آمین

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ شروع رحمان ورحیم اللہ کے نام سے
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰى عَبۡدِهِ الۡكِتٰبَ / وَلَمۡ يَجۡعَلۡ لَّهٗ عِوَجًا/ کل شکر اللہ کے لئے جس نے اپنے بندے پر نازل کی کتاب ...... اور اس نے اس کتاب میں کوئی ٹیڑھی بات نہیں رکھی (۱)

کل شکر اللہ کے لئے (واحد بلند ہستی) جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر نازل کی کتاب اور اس نے اس کتاب میں کوئی ٹیڑھی بات نہیں رکھی (اور نہ اس کی اجازت کسی کو دی تھی، نہ دی ہے اور نہ دے گا کہ کوئی اس کے متن کو تبدیل کر سکے)

اس سورت کا آغاز عظیم الشان ہے جس کے اثرات زبردست ہیں اور ان حالات کی طرف اشارہ دیتے ہیں جو اللہ کی دیگر کتابوں کے تحریف کے بعد پیدا ہوئے۔ اللہ کا دعویٰ قرآن کے لئے ہے کہ کبھی بھی اس کے متن کو تبدیل نہیں کیا جاسکے گا۔ ۱۴۰۰ سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے اور ہر گزرتا وقت اس بات کی حقانیت کو پہلے سے زیادہ ثابت کرررہا ہے۔ آج بھی قرآنی متن وہی ہے جو کہ اللہ کے رسول ﷺ پر اترا تھا۔ جن گروہوں نے، جن لوگوں نے، جن جماعتوں نے، جن حکومتوں نے، اسلام کے خلاف جنگ کا بالفعل اعلان کر کھا ہے ان کے لئے یہ سب سے زیادہ دشوار معاملہ ہے کہ وہ قرآن کے اس حقیقت کا سامنا کس طرح کریں۔
پہلی، اور آغاز کرنے والی آیت، یہ بھی آشکار کرتی ہے کہ ہر گزرتے وقت کے ساتھ، یہ قرآن، ان معاملات کا بھی پردہ فاش کرتی جائے گی جو پچھلی کتابوں کے تحریف کے وجہ سے پس پردہ چلے گئے ہیں، جو کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے بھیجی گئیں تھیں۔ خصوصاً جب ایمان والے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی تابعداری کریں، اس غیر تبدیل شدہ قرآن کریم کے مطابق، برخلاف اس کے کہ جو کہ اسلام کے خلاف ہیں اور جن کی بنیاد صرف جھوٹ اور دھوکا ہے، دصرف جھوٹ اور دھوکا، مثلاً عراق میں تباہی پھیلانے والے ہتھیار، اور یہ کہ مسلمانوں نے اور عربوں نے ستمبر ۱۱، ۲۰۰۱ کو امریکہ پر حملہ کیا۔ یہ بات کھلتی ہے قرآن کے ماننے والوں پر، اس طرح کہ، فَلَا تُطِعِ الۡكٰفِرِيۡنَ / وَجَاهِدۡهُمۡ بِهٖ جِهَادًا كَبِيۡرًا/ پس اے نبی ﷺ، آپ ان کافروں کی بات نہ مانے/ کافروں کی بات کو کوئی اہمیت نہ دیجئے ...... اور آپ ﷺ ان سے جہاد کیجئے اس قرآن کے ذریعے سے بہت بڑا جہاد (۵۲) (الفرقان) (یعنی جہاد کیجئے قرآن کی مدد سے، قرآن ہی ہتھیار ہو۔)
قرآن تحریف کے متعلق تین کتابوں کے بارے میں بتاتا ہے جو کہ ہیں موسیٰؑ پر اترنے والا تورات، داؤدؑ پر اترنے والا زبور اور عیسیٰؑ پر اترنے والا انجیل۔ یہودی اور عیسائی کتابوں کے تحریفات کے ساتھ ساتھ قرآن یہ

بھی خبردار کرتا ہے کہ آخری دور میں، دجال کی وجہ سے اور یاجوج اور ماجوج کی وجہ سے، سخت مشکلات اور مصائب کے حالات ہوں گیں۔ قرآن پاک میں یہ سورت، سورہ کہف، واحد سورت ہے جو کہ دجال اور یاجوج اور ماجوج کے متعلق اشارات دیتا ہے۔

چناچہ ان آخری دور کے مشکلات اور مصائب کو جاننے کے لئے، دجال کو پہچاننے کے لئے، یاجوج اور ماجوج کو پہچاننے کے لئے، یہودیت اور مسیحت کے مآخذات اور ان کے موجودہ حالات اور خیالات کو جاننے کی اشد ضرورت ہے۔ اور قرآن کے ماننے والے ان تحریفات کا بھی کھوج نکالیں جو کہ ان تحریفات کے ذریعے گم ہوچکی ہیں۔ ان تمام تحریفات کی نشاندہی اور اشارات قرآن کی مدد سے معلوم ہوسکتے ہیں اور یہ اس لئے ضروری ہے کہ ان معلومات کے ذریعے ہم موجودہ نظام، دجال اور یاجوج ماجوج کی حقیقت اور ان کے ہتھکنڈے اور ان کے توڑ کے متعلق تیار ہوسکیں گیں۔

یہ ابتدا یہ، قرآن کے غیر تحریف ہونے اور مستند مآخذ ہونے کا دعوی بھی کرتا ہے اور ثابت بھی کرتا ہے، اور یہ اصولی بات بھی قائم کردیتا ہے کہ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَط ...... یہ قرآن پر غور وفکر کیوں نہیں کرتے ...... وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ ...... اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا ...... لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ......تو وہ اس کے اندر بڑی کثرت سے اختلافات پاتے۔ (النساء۸۲)

قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ/ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ/ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا/ اور یہ کتاب نگران ہے ......تاکہ وہ بندہ کو خبردار کریں اس اللہ کی طرف سے ایک شدید جنگ کو...... اور بشارت دے مومنوں کو کہ جو اچھا عمل کرتے ہیں (۲)

اور یہ کتاب (ایک ایسا ابدی ہدایت نامہ، بلا خطا اور وحی الہی ہے جو) نگران ہے (جو پچھلی کتابوں کی تحریفات اور ان کی حقیقت کو ان کی تفصیلات کو آشکار کردیتی ہے) (اور یہ کتاب اس لئے بھیجی گئی ہے) تاکہ وہ بندہ کو خبردار کریں (خاص ان لوگوں کو جو کہ یہودی اور عیسائی تحریف شدہ کتابوں کی پیروی کرتے ہیں اور جو قرآن کو نہ تو سمجھتے ہیں نہ پڑھتے ہیں نہ اس کو کوئی اہمیت دیتے ہیں) اس اللہ کی طرف سے ایک شدید جنگ کو (یعنی کہ وہ باطل قوتیں کو، جن کا خالق اللہ ہے اور جو اس دنیا میں بھیجے گئے ہیں، اور جن کی وجہ سے پوری دنیا میں آلام و مصائب کا دور دورہ ہوگا اور نہ ماننے والوں کے لئے سزا کا موجب ہوں گیں) اور بشارت دے (اس آخری ابدی سچے ہدایت نامہ میں) مومنوں کو کہ جو اچھا عمل کرتے ہیں۔

قرآن حکیم کا ایک بنیادی عمل یہ بھی ہے کہ وہ ان تمام معاملات کو سیدھا اور صاف ستھرا ظاہر کردے جو کہ پس پردہ چلے گئیں تھیں، جو کہ مسخ ہوگئی تھیں، جن کے معنی غلط اور باطل نکالے جا رہے تھے، صرف اس وجہ سے کہ سابقہ الہامی کتابوں میں تحریف کی گئی، خاص طور پر یہودی اور عیسائی ماٰخذات۔ اور جب سچائی کو مکمل ظاہر کرنے کا بذریعہ قرآن کام مکمل ہوجائے گا تو پھر سزاؤں کا اسٹیج تیار ہوجائے گا۔ جیسا کہ سورہ الفلق میں بتایا گیا ہے کہ ایمان والے اللہ کی پناہ میں آجائیں، ان برائیوں سے بچنے کے لئے جو اللہ ہی نے تخلیق کی ہیں، پناہ کی اسی سے درخواست کریں ۔ ان میں سب سے زیادہ خطرناک، اور فتنہ پرور ہیں دجال، یاجوج اور ماجوج۔ اور جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے، قرآن پاک میں یہ سورت، سورہ کہف، واحد سورت ہے جو کہ دجال اور یاجوج اور ماجوج کے متعلق اشارات دیتا ہے۔ اسی طرح یہ قرآن پاک کی بہت اہم سورت ہے جو کہ آج کے دور کے متعلق معاملات کو کھول دیتا ہے، یہ دور! آج کا دور! آخری دور۔

قرآن میں ابراہیمؑ کے ایک خواب کا ذکر کیا گیا ہے جس میں وہ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو ذبح کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ یہ خواب مزید بتاتا ہے کہ عرب، جو کہ اسماعیلؑ کے نسل سے ہیں (جوان ہی کے بیج کا پھل ہیں)، وہ ذبح ہوں گیں مشکلات اور سزاؤں کے دور میں جو کہ آج کا دور ہے، اس **Euro - Christian and Euro - Jewish** کے اتحاد کے دور میں جنھوں نے اسلام خصوصاً عربوں کے خلاف ایک عالمی مشترکہ جنگ برپا کر رکھی ہے۔

قرآن میں اس بات کا اشارہ بھی موجود ہے جب (۱) یاجوج اور ماجوج اسلام کے خلاف عموماً اور عرب کے خلاف خصوصاً اپنے عالمی جنگ کا سلسلہ شروع کریں گے۔ (۲) اور وہ دھوکا دے رہیں ہوں گے یہود کو، اور (۳) اور اسلام کے پر حملہ کے لئے یہودیت اور عیسائیت دنیاؤں کو ابتدائی آلہ کار بنائے گے۔ یہ اشارہ معلوم چلتا ہے اس قرآنی آیت سے جس میں منع کیا گیا ہے مسلمانون کو، یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ، دلی دوستی سے، ان سے حفاظتی معاہدوں اور اتحاد سے، خاص طور پر اس زمانہ میں جب ان دونوں کا اتحاد ہوگا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ...... اے لوگو جو ایمان لائے ہو ...... لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ...... دوست نہ بناؤ یہودیوں کو اور عیسائیوں کو ...... بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ...... اس لئے کہ بعض بعض کے دوست ہیں ...... وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ / فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ...... اور جس کسی نے تم میں سے ان سے دوستی کی ...... وہ انہیں میں سے ہیں ...... اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ...... بے شک اللہ تعالیٰ ایسی ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

المائدہ (۵۱) اور ہمیں یہ ہدایات اللہ کے رسول ﷺ کے اس حدیث سے بھی ملتی ہے جو کہ بخاری میں ہے کہ تم عنقریب ان کی پیروی کروگے اپنے سے پہلے والوں کے یہاں تک کہ وہ گوہ کے سوراخ میں جائیں گیں تو تم

بھی اسی سوراخ میں جاؤ گے۔سحابہ کے استفسار پر بتایا گیا کہ یہ ہیں یہود اور نصاری۔ابوداؤد میں ہے کہ یہود ۷۱ یا ۷۲ فرقوں میں بٹے اور عیسائی ۷۱ یا ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہوئے اور امت محمدیہ ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔

مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا/ کہ بے شک ان کے لئے بہت ہی عمدہ بدلہ ہے......اور وہ اس میں رہنے والے ہیں ہمیشہ ہمیش (۳)

اس سورت میں مسلسل اس بات کی نشاندہی کی جارہی ہے،اس بات سے خبردار کیا جارہا ہے،کہ (۱) جو اس قرآن کو نہیں مانے گا (اور جو نہیں مان رہیں ہیں)،اس قرآن کو جو کہ پچھلی کتابوں کی تحریفات کو ٹھیک بتارہا ہے اور (۲) جو لوگ سرکشی اور جاہلیت سے اُن تحریف شدہ کتابوں سے چمٹے ہوئے ہیں۔وہ اپنے اس جھوٹ سے چمٹنے کے عمل اور سرکشی کا بہت بڑا خمیازہ بھگتے گیں کیوں کہ یہ سرکشی اور جھوٹ اللہ کی جانب تراشی گئی ہے۔دوسری طرف جو قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کو غیر تحریف شدہ کلام،من جانب اللہ،سمجھتے ہیں اور جو اس قرآن کے ہدایات ہی کو اپنا رہبر مانتے ہیں،اور اسی کی تعلیمات کو اپنے زندگی بنائی ہوئی ہے،وہ انتہائی بھرپور نوازے جائیں گیں۔اس معاملے پر پورا قرآن شاہد ہے،خاص کر سورہ کہف جو کہ ماننے والوں کو تیار کرتا ہے کہ وہ ان باطل قوتوں کا سامنا کیسے کریں جو پرانے کلام کو تحریف کے نتیجے میں نمودار ہوئی ہیں۔
جیسے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اس سورت کو دجال کے ساتھ جوڑا ہے،ارشاد ہے کہ سورہ کہف کے ۱۰ ابتدائی آیات کی تلاوت دجال سے حفاظت دے گی (اور بعض روایات میں آخری دس آیات)۔اس سورت کی ابتدا خبردار کرتی ہے کہ دجال حملہ کرے گا پورے انسانیت پر،پرانے کلاموں کے تحریفات کو استعمال کرتے ہوئے۔
اس طرح اس سورت کی ابتدا ایمان والوں کو یہ پیغام دیتی ہے کہ ایمان والے معلوم کریں کہ پچھلی کتابوں کے تحریفات سے وحی الہی میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئی ہیں تاکہ ان کو دجال کی جنگ اور اس کی جگہ کے بارے میں معلومات ہوں۔

وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا/ (مزید کہ) تا کہ وہ خبردار کرے ان لوگوں کو جنہوں نے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیٹا بنایا ہے (٤)

پچھلے کلاموں کے ساتھ بہت ساری تحریفات ہوئیں اور اللہ تعالی کے خلاف بہت جھوٹ بولا گیا مگر سب سے بڑا جھوٹ یہ کہ اللہ نے اپنا ایک بیٹا جنا (نعوذ باللہ)۔عیسائی کہتے ہیں کہ اللہ نے عیسیٰؑ کو بطور بیٹا وجود میں لائے اور یہودی عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔مسلمان بھرپور اور مکمل توجہ دے ان تبدیلوں اور تحریفات اور غلط روی کو سمجھنے کے لئے ،اس بات پر کہ اللہ نے اپنے لئے کوئی بیٹا رکھا ہے بنایا ہے وجود میں لایا ہے۔اور اس بات پر انتہائی غور وخوض کرے کہ قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے کس طرح اور کیسے ان باتوں کا جواب دیا ہے کیسے اللہ نے ان باتوں پر تبصرہ کیا ہے۔
اس بات پر قرآن صاف واضح ہے جب وہ خبردار کرتا ہے اس سورت کہف میں ، جب وہ بتاتا ہے انتہائی سخت اور خدائی مار کے ، خدائی سزا کے بارے میں جو نازل ہوگا آخری ادوار میں عیسائیوں پر اور یہودیوں پر۔اللہ کے طرف سے سزا اور اس کے مار کی ابتدا کا یہ عالم ہے کہ عیسائی دنیا اور یورپ جمع یہود دنیا نے یک جنسی شادی کو قانونی تسلیم کرلیا ہے۔اور یہ بھی اب انکھوں دیکھا حال ہے کہ اور اس کی خبریں نشر ہوئی ہیں کہ لوگ برطانیہ اور یورپ کے دیگر مما لک میں کھلے عام سب کے سامنے بر سر عام جنسی اعمال کرتے ہیں۔

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْط/ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْط/ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا/ نہیں ہے اس کے پاس کوئی عمل اور نہ ہی ان کے اباوَاجداد کے پاس ...... بڑی ہے بات جو کہ نکلتی ہے ان کے مونہوں سے ...... وہ نہیں کہہ رہے مگر جھوٹ (٥)

یہ عیسائیوں کے خدا کے بیٹے کے عقیدے پر انتہائی سخت رد ہے۔یہودیوں کا خدا کے بیٹے کا عقیدہ ، جو کہ غلط ثابت ہو چکا ، وہ اب ناپید ہے مگر عیسائیوں کا عقیدہ غلط ہونے کے باوجود اب تک ہے اور تثلیث **Trinity** کے نام سے موسوم ہے جس میں اللہ بحثیت باپ ، اللہ بحثیت بیٹا اور اللہ بحثیت فرشتہ کے **God the Father, God the Son, and God the Holy Ghost**۔اس معاملے میں ، اس نظرئے کے بارے میں اور اس فکر کے بارے میں اور اس عقیدے کے بارے میں مسلمان کامل یکسو ہو ، پر یقین ہو ، بغیر شک وشبہ کے ہو۔وہ کسی طور سے ، کسی بھی طریقے سے ، کسی بھی ذریعہ ، قرینے ، راستے ، عقیدے ، علم سے ان باتوں کی تائید نہ

کرتا ہو۔
خدائی جواب کا انداز یہ ہے کہ یہ جھوٹ اللہ رب العزت پر، اس کے لامحدود علم پر، براہ راست حملہ ہے، ان لوگوں کی طرف سے، جو اس فکر کے دعویدار ہیں۔ اپنے لاعلمی اور محدودیت کے باوجود وہ اس غلط عقیدے سے چمٹ گئے ہیں اور اس پر اصرار ہے۔ ایمان والوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ علم کے ذریعے اس باطل نظریہ اور جھوٹ کے خلاف جدال کریں۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَى اٰثَارِهِمْ / اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا تو شاید کہ اے نبیؐ آپ ہلاک کرلیں گے اپنے آپ کو ان نتائج کے بارے میں سوچ سوچ کے ...... اگر وہ ایمان نہ لائے اس کتاب/ اس کلام پر افسوس کرتے کرتے (٦)

کچھ ایسے بھی ہوسکتے ہیں جو قرآن کے تعلیمات کو سمجھ لیں اس پر ایمان لے آئیں اور اس جھوٹ کو پہچان لیں جو اللہ کی طرف تراشی گئی ہے، مگر کچھ ایسے بھی ہیں کہ وہ اندرونی طور سے اتنے مسخ ہوگئے ہیں کہ حق وصداقت کو وہ قبول اب نہیں کرسکتے، سچائی ان کے دلوں کے اندر داخل نہیں ہوسکتی۔ قرآن اس بات سے خبردار کرنا چاہتا ہے کہ دجال ایسے لوگوں سے ہی کام لے گا، ان ہی کو سہارا بنائے گا، ایسے ہی اس کے ہراول دستہ اور مددگار ہوں گیں اور ان ہی لوگوں کے ذریعے ایمان والوں کے ایمان پر ڈاکا مارا جائے گا۔ بخاری کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ تم عنقریب اپنے سے پہلے والوں کی پیروی کروگے، حتی کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گیں تو تم بھی اسی سوراخ میں جاؤ گے۔ صحابیؓ کے استفسار پر بتایا گیا کہ اپنے سے پہلے والوں سے مراد یہود اور نصاری ہیں۔
آج مسلمانوں کے خصوصیات میں سے امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی اکثریت نے اللہ کے رسول ﷺ کی طرز زندگی اور سنت کو چھوڑ دیا ہے اور لادین گوری مصنوعی یورپ جمع عیسائی جمع یہودی اتحاد کے طور طریقہ کو اپنا لیا ہے، ان ہی کو اپنا خدا اور کعبہ مان لیا ہے اور یہ اتحاد اس زمانہ میں دنیا پر حکومت کر رہے ہیں۔ مردوں کے چہروں سے ڈاڑھی گئی، عوتوں کے سروں سے حجاب غائب ہوگئی۔ اس پوری دنیا نے قبول کرلیا اور پسند کرلیا سود کو اور ریاستی شرک **modern state** کو، اور عورتوں کے انقلاب **feminist revolution** کو، اور یہ بہت بڑی نشانیاں ہیں۔

اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَی الۡاَرۡضِ زِیۡنَۃً لَّہَا / لِنَبۡلُوَہُمۡ اَیُّہُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا /

بے شک ہم نے اس زمین پر جو کچھ بنایا ہے وہ اس کے لئے زیب و زینت ہے...... تا کہ ہم ان کو آزمائیں ...... کہ ان میں سے کون عمل کے اعتبار سے اچھا ہے (۷)

چنانچہ ایمان والے، ایمان کے دعوے دار، اس دنیا کو، آج کے نئے جدید زمانے کو، Modern World کو، چمکتی ہوئی دنیا کو دیکھیں اس سوچ کے ساتھ کہ یہ دجال کا سب سے خطرناک فتنہ ہے۔ اور فی زمانہ اس چمک دمک کا راز سائنس میں پنہا ہے، ٹیکنالوجی کے انقلاب میں ہے، جس کی وجہ سے پوری انسانیت کے رہنے کا انداز، سفر کا انداز اور مواصلات کا انداز، کھانے پینے رونے سونے خوشی غم اٹھتے بیٹھنے وغیرہ، غرض یہ کہ ہر چیز ہر پہلو، (۱) مکمل اور (۲) تاریخ میں اکلوتی مثال، تبدیل ہوگیا ہے۔ آج یہ ہینڈ فون ہے جس کا پوری دنیا میں چرچا ہے، اور کل ٹیکنالوجی میں وہ کچھ ایجادات ہونگیں کہ انسان اس چمک کا مزید شکار ہو جائے گا، اس چمک دمک، اس کا ڈرامائی انداز انسانیت کو مزید جکڑ لے گا۔ اس دنیا کے ہر بہترین اور ممکنہ تمام خوہشات اور جال، دجال استعمال کرتا جائے گا، پہلے سے ایک قدم آگے بڑھتا اور رائج کرتا جائے گا اور یہی دراصل اس کا جنگی میدان ہے جس کی مدد سے وہ انسانیت کے ایمان کا امتحان لیتا ہے۔

اگر دجال کامیاب ہوگیا کہ انسانیت اللہ کو بھول کر اس دنیا کو اپنا سب کچھ مان لے اور اسی دنیا کو اپنا خدا مان لے تو دجال کی کامیابی یہی ہے کہ وہ ان سب کو جہنم میں لے کر جائے گا۔ اور آج جس دنیا اور جس زمانہ میں جی رہے ہیں اس میں انسانوں کی اکثریت اس دنیا کے محبت میں گرفتار ہے، گمراہ ہوگئی ہے، اپنی عزتیں اس کے نام کر دی ہیں، بے آبرو ہوگئی ہے بے عصمت ہوگئی ہے۔ اور یوں وہ مادیت کا شکار ہوگئی ہے، اس اکثریت نے مادیت اور اس کے نظریے کو قبول کرلیا ہے، اور بے خدائی نظریئے اور تنزل کا شکار ہوگئی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اللہ سے دور ہوگئی ہے۔

انگریز مفسر، اسد، لکھتے ہیں کہ اللہ نے ممکن بنایا ہے کہ ایسے لوگوں کی اصلیت ظاہر ہو،

۱) اخلاقی یا غیر اخلاقی، مادیت کے خدا کے لئے، اور ان منافع کے بارے میں جو وہ دنیا کو دینے کا دعوی کرتے ہیں۔

۲) یعنی وہ نظریہ کہ انسان، وحی الہی کا انکاری ہے اور ان کے حد سے زیادہ دنیاوی محبت اور یہ باطل زعم کہ انھوں نے سب سے زیادہ ترقی کی ہے ظاہر ہو جائے،

۳) اور یہ دور civilized مہذب تہذیب ہے اور بہت کچھ انھوں نے حاصل کرلیا ہے۔

وَاِنَّا لَجَاعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا/ (۸)
اور ہم عنقریب بنانے والے ہیں ...... جو کچھ بھی زمین پر ہے اسے چٹیل میدان

یعنی بنانے والے ہیں بغیر کسی نشونما کے، خشک مٹی۔ اور یہ قدرتی ہوتا ہے جب پانی ختم ہو جائے، چنانچہ ایمان والے اپنی توجہ پانی کی کمی کی طرف بھی مبذول رکھے کیوں کہ وقت قریب آرہا ہے۔ آپ ﷺ کے ارشادات کے مطابق یاجوج اور ماجوج بہت پیاسے ہونگیں اور خروج کے بعد وہ دنیا کا تمام پانی پی جائیں گیں۔ آج کی ماڈرن دنیا کی خصوصیت ہے حد سے زیدہ خرچ، حد سے زیادہ وسائل کا استعمال، آلودگی اور پانی کا ضیاع۔ پوری دنیا میں آبی وسائل کی کمی ہو رہی ہے اور جھیل اور دنیا خشک ہو رہے ہیں۔
مگر ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ مادی اور سائنس وٹیکنالوجی کا دور اس طرح کم اور ختم ہو جائے گا جیسے کہ خشک مٹی! اور تب، ایک دن، جب اصلی وسچا مسیحا، جھوٹے مسیحا کو مار دے گا قتل کر دے گا، کمپیوٹر کی نگرانی میں برقی مستعمل میزائل computer guided electronically functioning cruise missiles مزید کام نہیں کریں گیں۔
اس فانی دنیا کے جال سے، دجال کے ہتھیاروں سے، اس کے مرغوبات سے، اس کے چالوں سے، بچنے کے لئے روزے کا اہتمام زیادہ سے زیادہ ہونا چاہئے۔ حضرت موسیٰ نے چالیس ایام کا روزہ رکھا تھا۔ اگر کوئی بہت لمبے عرصے تک روزے رکھے اس دنیا کی حقیقت اس دنیا کی فانیت واضح ہو جائے گی اور نتیجتاً دل میں ایمان کی حرارت وقوت بڑھے گی، مستحکم ہوگی، اور دنیا حقیر بن جائے گی، دنیا، جو کہ رکاوٹ بنتی ہے اللہ کی عبادت سے۔ یہ دنیا اور اس کے مرغوبات ایک دن مٹی ہو جائیں گیں۔ یعنی شعوری طور پر ایمان والے اپنے آپ کو اس دنیا سے اوپر اٹھائیں، اس کی کوشش کریں، اپنے آپ کو ہلکا کریں گیں تو دنیا کی حقیقت واضح ہوگی۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا/ (۹)
اور کیا تم سمجھتے ہو کہ بے شک وہ جو کہف والے ہیں اور وہ جو تختیوں والے ہیں ...... کیا ہماری عجیب نشانیوں میں سے ہیں

(اور چونکہ اس دنیا کی زندگی نہیں ہے مگر امتحان) کیا تم سمجھتے ہو (آپ ﷺ) کہ بے شک وہ جو کہف والے ہیں اور وہ جو (عقیدہ رکھتے ہیں ایمان رکھتے ہیں) تختیوں (پر) والے ہیں ...... کیا ہماری عجیب نشانیوں میں سے ہیں

(ہماری بہت ساری دیگر نشانیوں میں سے)

اب تمثیل کی صورت میں حقیقت بیان کی جا رہی ہے ۔ ان نوجوانوں کے متعلق جن کا اللہ پر ایمان تھا یقین تھا اور انھوں نے مدافعت کی جواب دیا ان مشکلات کا جو دجال کے مشکلات جیسے یا اس کے مثل تھے یعنی جو مشکلات اور فتنے دجال اور یاجوج اور ماجوج کی طرف سے آئیں گیں آخری دور میں ۔ اور ان نوجوانوں نے یہ ممکن بنایا لادین دنیا کو چھوڑنا جو کہ جو ان پر مشکلات اور جنگ مسلط کر رہی تھی اور ان کے دین پر اور ان کے زندگی گزارنے کے طریقہ پر رکاوٹیں ڈال رہی تھی بلکہ ختم کرنا چاہ رہی تھی ۔ انھوں نے اپنے آپ کو بچایا مقدس صحیفے سے چمٹ کر (اصحاب الرقیم) ۔

اگر مسلم امہ چاہتی ہے کہ وہ اس نئے جدید اور modern دور میں زمانہ میں اسلام کے اوپر ہونے والے جنگ اور مشکلات سے گزرے تو انھیں وہی طریقہ اپنانا ہوگا جو کہ ان پاک نوجوانوں کی جماعت نے کیا تھا یعنی قرآن سے چمٹنا ہوگا ۔ اور چونکہ خود قرآن کا یہ دعوی ہے کہ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اور ہم نے نازل کر دی ہے کتاب جو کہ وضاحت ہے ہر چیز کے لئے ...... اور وہ ہدایت ہے ...... اور رحمت ہے ...... اور وہ بشارت ہے فرمانبرداروں کے لئے (النحل ۸۹) ، تو اس قرآن نے لازماً دجال اور یاجوج اور ماجوج کے دور کے بارے میں بھی بتانا ہے ، اور یوں اس نے تصدیق کر دی کہ ہم اب انہی کے دور میں ہیں ۔

اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ / فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً / وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا / (۱۰)

کیا ہماری عجیب نشانیوں میں سے ہیں ...... جب کہ پناہ لی کچھ نوجوانوں نے غار میں (تا کہ وہ بچ سکیں اسلام پر برپا کی جانے والی جنگ سے ، ملحدوں اور بے خدا دنیا کی طرف سے) ...... اور انہوں نے کہا ...... اے رب ہمارے تو ہمیں عطا فرما اپنے پاس سے رحمت ...... اور مہیا فرما ہمیں ہمارے اس معاملے میں کامیابی

اپنے اس زبردست مظاہرہ اور دلیل کے ذریعے ، جو انھوں نے ایمان پر استقامت کے طور پر پیش کی ، انھوں نے یہ بہتر سمجھا اور اس کو ترجیح دی کہ وہ اپنے گھر بار چھوڑ دیں اور اس ایذا رسانی اور تکلیف سے نکل جائیں ، نہ کہ اس مشکلات کے کرتا دھرتا ، اور نظام ، اور فکر ، اور نظریئے سے مفاہمت کر لیں ، سودا کر لیں ، سمجھوتہ

کرلیں ۔اس سمجھوتہ کے لئے ان پر شدید دباؤ ڈالا جارہا تھا تاکہ وہ بے دین اور بے خدا نظام کو قبول کرلیں یا کم ازکم اس نظام میں زندگی گزاریں یا اس نظام کے خلاف کچھ نہ بولیں نہ عملاً کوئی کام کریں۔آج مسلمانوں کی اکثریت کا حال ،عمل اور طرز زندگی ، ان نوجونوں کے ردعمل کے مکمل خلاف ہے۔ بجائے یہ کہ وہ اللہ کے نظام کے ساتھ چمٹیں ، اس کے مطابق اپنے زندگی کو بنائیں ، اس کے سمجھوتہ کریں اور اس کے رسول ﷺ کے تعلیمات اور احکام اور سیرت کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لیں ، یہ اکثریت ،مسلسل اس لادین اور لاخدا نظام کے قبول کررہی ہے ان نظام کا ذوق وشوق سے اور محبت کے ساتھ حصہ بنتی جارہی ہے ، اور اس نظام میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام حاصل کرنے کی کوشش اور جستجو میں ہے ، امریکہ اور برطانیہ وغیرہ کے ویزہ کے متمنی ہے ، اپنے کاروبار اور نوکریوں کو بہتر اور محفوظ کرنے کی فکر ہے ، امریکہ یورپ میں بہترین اور اعلی طرز زندگی کی خواہش اور جستجو ہے ، یا کم ازکم ان جیسے دیگر چھوٹے ممالک میں اعلی سماجی حیثیت (جیسے ساؤتھ افریکا ، ماریشس ، وغیرہ) ۔
اب ممکن ہے کہ اس بات کو سمجھا جائے کہ کیوں ان باطل قوتوں دجال یا جوج ماجوج کو تخلیق کیا گیا اور ان کو کیوں اس دنیا میں چھوڑا گیا ، اس دورفتن یعنی مشکلات مصائب امتحان ایذا کے دور میں ۔ یاد رکھئے کہ اللہ تعالی خشکے میں سے فصل نکالنے پر قادر ہیں ، بظاہر گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے مگر روشنی کا ظہور اسی کے اندر سے ہوسکتا ہے ۔ جیسے جیسے اسلام کے خلاف جنگ میں شدت آرہی ہے ، چاہئے کہ اللہ کے سچے ماننے والے ، ان اصحاب کہف کے نقش قدم پر چلیں (اور چل رہے ہیں) تاکہ وہ اپنے ایمان اور عقیدہ کو بچالیں ، نہ کہ وہ سمجھوتہ کرلیں تاکہ اس لادین دنیا میں رہ سکیں اور گزارا کرسکیں ۔

فَضَرَبْنَا عَلَىٰٓ اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا (۱۱)
اور ہم نے ان کے کانوں پر تھپکی دی غار میں چند برس تک

تاکہ وہ کچھ نہ سن سکیں ، وہ محفوظ ہوجائیں ۔ بے دین ، بے خدا تہذیب اور لوگوں کی طرف سے ، لوٹ مار ، قزاقی ، ڈینگوں ، لفاظی ، نہ ختم ہونے والے دھوکے اور دجل اور پروپیگنڈا سے وہ بچالئے گئے ۔ دھوکے اور دجل اور پروپیگنڈے کا جدید طریقہ یہ ہے کہ یہ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا ، ٹی وی اور مختلف چینلز کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے ،ٹھونسا جاتا ہے ، مائنڈ کنٹرول ہوتا ہے ، برین واشنگ ہوتی ہے ۔
کانوں پر تھپکی دینا کے تشریح یہ ہیں کہ (۱) ہوسکتا ہے ایمان والوں کو اس دجل کی چڑھائی اور اس کے زور سے

بچنے کے لئے شہروں سے دور، پاگل مجمع اور اپنے آپ کو پوجنوں والوں سے دور دراز جگہوں میں جا کر رہنا ہوگا جہاں تنہائی اور حقیقت تک رسائی کے لئے سوچنے کے حالات مہیا ہونگیں ۔ یا اس دنیا سے، اس کے مشاغل سے حتیٰ الامکان کم تعلق رکھنا ہوگا ۔ اور (۲) جب بیرونی بصارت اور سماعت بند ہو جائیں گیں یعنی اس بے خدا دنیا کے چمک دمک تک رسائی ممکن نہ ہوگی تو اندرونی بصارت اور سماعت کھل جائے گی، کام کرنے لگے گی، تا کہ باطن مضبوط ہو جائے، توانا ہو جائے، اور اندرونی بصیرت سے آگاہی ہو جائے، تا کہ اسلام کے مخالفوں کا مقابلہ کیا جائے ۔

ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی / لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا / (۱۲)

پھر ہم نے ان کو اٹھایا...... تا کہ ہم ظاہر کر دیں ...... کہ ان دو جماعتوں میں سے کس نے یاد رکھی ہے ...... وہ مدت کہ جس تک وہ وہاں پر رہے

اس آیت کے لئے 'وقت' کی حقیقت کا جاننا ضروری ہے ۔
اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث کے مطابق دجال کا ایک دن ایک سال ایک دن ایک مہینہ اور ایک دن ہمارے جیسے ایک دن کے برابر ہوگا (صحیح مسلم) ۔
عمران نذر حسین اپنی انگیزی تفسیر برائے سورہ کہف (Surah al Kahf - Modern Commentrary) میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ سورہ کہف ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ 'وقت' ایک مئوثر روحانی ذریعہ ہے، جس کی مدد سے ایمان والے اپنے آپ کو تیار کر سکتے ہیں، کہ وہ سمجھیں اور جواب دیں، کامیابی کے ساتھ، دجال اور یاجوج اور ماجوج کی طرف سے برپا کئے ہوئے مشکلات اور مصائب کا ۔ تنہائی اور گوشہ نشینی مثلاً غار میں یا اعتکاف کے مدد سے ایمان والے عارضی طور پر دنیا کے وقت سے باہر نکل سکیں، اور اس دوران لامحدود وقت کے حدود میں داخل ہوں (جو کہ قرآن کے مطابق یوں ہے الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًاط جس نے بنایا سات آسمانوں کو تہہ بہ تہہ (الملک ۳) یعنی وہ لامحدود وقت سات مختلف وقت کے دنیا ہیں) ۔ وہ لامحدود وقت، اس دنیا کی وقت کی حقیقت اس کی فنائیت، اس کے محدودیت، اس کے سریع الزوال ہونے کا، اس کے وقتی ہونے کو، واضح کر دیتی ہے، آشکار کر دیتی ہے، الدنیا کی حقیقت کو کھول دیتی ہے جس کی مدد سے دجال نے انسانیت کو مسحور کر دیا ہے جس کی مدد سے وہ دیوانہ کر دیتا ہے ۔

نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡکَ نَبَاَهُمۡ بِالۡحَقِّط / اِنَّهُمۡ فِتۡيَةٌ اٰمَنُوۡا بِرَبِّهِمۡ / وَزِدۡنٰهُمۡ هُدًى / (۱۳)
ہم بیان کرتے ہیں اے نبی ﷺ آپ ﷺ پر ان کی خبر کو حق کے ساتھ...... بے شک وہ چند نو جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے ......اور ہم نے انہیں زیادہ کیا تھا ہدایت کے اعتبار سے

(اوراب) ہم بیان کرتے ہیں اے نبی ﷺ، آپ ﷺ پر ان کی خبر کو حق کے ساتھ...... بے شک وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے (اور اپنے ایمان کے لئے انھوں نے یہ نمونہ پیش کیا جو ہم آپ ﷺ کو بتانے جا رہے ہیں) ......اور ہم نے انہیں زیادہ کیا تھا ہدایت کے اعتبار سے

ایمان، یقین، سکون اور طمانیت کا یہ زبردست پیغام آیات ۱۳ اور ۱۴ سے ملتا ہے، اخذ ہوتا ہے۔ جب ایمان والا اپنے آپ کو علیحدہ کر دیتا ہے، الگ ہو جاتا ہے، آج کے بے خدا لادین ، یاجوج اور ماجوج ورلڈ آرڈر کے بے خدائیت اور تنزلیت سے، اور وہ رکاوٹ ڈالتا ہے، سامنا کرتا ہے، روک ڈالتا ہے جہاں بھی ممکن ہو ان کے اسلام کے خلاف جنگ کے مقابلے میں، وہ جنگ، جو اس وقت پوری دنیا کو عموماً، اور اسلام کو خصوصاً اپنے لپیٹ میں لے چکی ہے، اور اس کا شکنجہ سخت ہوتا جا رہا ہے، اور مومن جب مخالفوں کا سامنا کرتا ہے، ان سے مقابلہ کرتا ہے، ان کو چیلنج دیتا ہے، اُس کا ہر قدم ہر وہ عمل جو باطل کے خلاف ہوتا ہے اور جو اپنے عقیدہ کی حفاظت اور ایمان کے پائداری کے لئے ہوتا ہے، اس کا نتیجہ الٰہی جواب کی صورت میں ہوتا ہے کہ اس کے ایمان میں بڑھوتری ہوتی ہے اور دشمن کے مقابلہ کرنے کی صلاحیت میں زیادتی ہوتی ہے۔ جب ایسے ایمان والے کے ساتھ ناانصافی ہوگی، باطل حملہ آور ہوگا، جب ایمان والا نشان زدہ ہو جائے گا اور اسے آخری حدوں تک پہنچا دیا جائے گا، جب وہ دیوار کے ساتھ لگا دیا جائے گا، جب اس کا جینا دوبھر کر دیا جائے گا، اس کو اسلام کی تبلیغ اور تعلیمات کو دوسروں تک پہنچانے کی اجازت نہیں دی جائے گی، جب اس کے جان کی ضمانت نہیں ہوگی، جب وہ ہر جگہ ذلیل سمجھا یا جائے گا، اُس وقت، معاملہ الٹ جائے گا، معکوس معاملہ ہوگا، اللہ رب العزت ان گمراہوں کی گمراہی میں مزید اضافہ کریں گیں۔ جیسے سود کے حمایتیوں کے بارے میں قرآن میں، اللہ رب العزت کا کیا ارشاد ہے: اَلَّذِيۡنَ يَاۡكُلُوۡنَ الرِّبٰوا ...... البتہ وہ لوگ جو کھاتے ہیں سود...... لَا يَقُوۡمُوۡنَ ...... وہ کھڑے نہیں ہوں گے روز قیامت ...... اِلَّا كَمَا يَقُوۡمُ الَّذِىۡ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ ط ...... مگر اس کی طرح کہ جسے شیطان نے چھو کر پاگل (خبطی) کر دیا ہو...... ذٰلِکَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّمَا الۡبَيۡعُ مِثۡلُ الرِّبٰوا ...... اس لئے کہ انہوں نے یہ کہا...... کہ بیشک تجارت بھی تو سود کی مانند ہے...... وَاَحَلَّ

اَللّٰهُ اَلْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ط ...... اللہ نے حلال کیا ہے تجارت کو اور حرام کیا ہے سود کو ...... (البقرہ ۲۷۵)

وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ / اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ / لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا / لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا / (۱۴)

اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا تھا ...... جب کہ وہ کھڑے ہوئے ...... اور انہوں نے کہا کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو کہ زمین اور آسمانوں کا رب ہے ...... ہم اس کے سوا کسی اور معبود کو ہرگز نہیں پکاریں گے ...... ورنہ اس صورت میں تو ہم نے کہا بہت بڑا جھوٹ

اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا تھا ...... جب کہ وہ کھڑے ہوئے (قطعیت کے ساتھ، بغیر مرعوب ہوئے، یقین کے ساتھ، مردانہ وار، جھوٹے اور لا دین لا خدا، نظام، تہذیب کے خلاف اور) ...... اور انہوں نے کہا کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو کہ زمین اور آسمانوں کا رب ہے ...... ہم اس کے سوا کسی اور معبود کو ہرگز نہیں پکاریں گے (اور یوں ہم کسی کو حاکمیت کی آزادی نہیں دے گیں، اختیار نہیں دیں گیں، کسی کو خدا نہیں مانیں گیں، نہ کوئی سپریم اتھارٹی ہے نہ ہوگا نہ کوئی سپریم لاء ہے نہ ہوگا سوائے اور سوائے اللہ کے) ...... ورنہ اس صورت میں تو ہم نے کہا بہت بڑا جھوٹ

جب مومن جدید دنیا کے لا دینیت کے خلاف ہوتا ہے اور اس کے خلاف رکاوٹ کھڑی کرتا ہے جو کہ دجال یا جوج ماجوج کی طرف سے ہیں تو وہ لازماً سب سے پہلے شرک کی مخالفت کرتا ہے۔ فی زمانہ شرک عالمی صورت اختیار کر گیا ہے، مگر اکثریت اس کو پہچاننے سے قاصر ہے۔ ماڈرن اسٹیٹ کے شرک کی حقیقت کو بہت کم ہی پہچانتے ہیں،، مثلاً جب ماڈرن اسٹیٹ دعویٰ کرتا ہے اپنی حاکمیت کا، اپنی فرمانروائی کا، اور جب وہ دعویٰ کرتا ہے اور پوری دنیا سے بالجبر اور بالعلمیت تسلیم کراتا ہے، نافذ کرتا اور کراتا ہے، کہ صرف اسی کی طاقت اور قانون اور علیت اور تہذیب اور طرز زندگی ہی سب سے بہتر بلکہ صرف وہی بہتر ہے۔ اور وہی قابل قبول ہے۔ اور وہی تہذیب ہے، باقی سب اندھیرا ہے Dark Age ہے۔ نبی ﷺ نے خبردار کیا ہے دجال کے شرک کے ذریعے حملہ کے متعلق، یعنی ہم امت مسلمہ اس کے شرک کے متعلق پہلے ہی خبردار کئے جا چکے ہیں کہ اس کو پہچاننا اس طرح مشکل ہوگا جیسے کہ کالی چیونٹی کو کالے پتھر پر کالی رات میں۔ (حدیث کا مفہوم)

اصحاب کہف جان گئے تھے کہ شرک کی کسی بھی قسم کی پسندیدگی ، کسی بھی طریقہ کی قبولیت ، کوئی تاویل ، ایمان کی کلی تباہی کے مترادف ہوگی ۔ انھوں نے مسلسل اس شرک کی مخالفت کی یہاں تک کہ ان کو اپنے رہائش گاہیں چھوڑنی پڑ گئیں ، اپنا شہر چھوڑنا پڑ گیا ۔ آج کے عالمی شرک کے دور میں سورہ کہف ہمارے دلوں کو جھنجھوڑ رہی ہے ، ہمارے قلوب پر دستک دے رہی ہے ، ہمیں یہ باور کرا رہی ہے ، خصوصاً نوجوانوں کو ، کہ وہ اصحاب کہف کے اسوہ پر چلیں ان کے طریقہ کو سمجھنے کی کوشش کریں ۔

ایک مسلمان کبھی بھی کسی طور پر جدید سیکولر ریاست کے ساتھ نہیں دے سکتا ، نہ ان کا حامی و مددگار ہوسکتا ہے ، نہ دستوریت کا ساتھ دے سکتا ہے ۔ اگر وہ دیتا ہے تو اس کا یہ دعویٰ کھوکھلا ہے کہ (مثلاً نماز میں) اللہ اکبر (اللہ ہی بڑے ہیں ، سپریم ہیں ، حاکم ہیں) ۔ جدید سیکولر ریاست یورپ میں قائم ہوئی تھی ، لادین اور لاخدا ، جدید مغربی تہذیب کی طرف سے ، جو کہ وجود میں آئی یہودی عیسائی اتحاد کے بدولت اور ان کی کفر کی وجہ سے جو کہ ہے بذات خود حاکم ، سب سے بلند اختیار ، اور قانون **Itself sovereignty, supreme authority and supreme law** ۔ اگلی آیت اس روش کی حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ یہ سب سے زیادہ بدکار ، فاسد اور معاملہ اور ظلم ہے ۔

هٰـؤُلَآءِ قَـوۡمُـنَـا اتَّـخَـذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَـةً ؕ/ لَوۡلَا يَاۡتُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ بِسُلۡطٰنٍۢ بَيِّنٍ ؕ/ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا/ (١٥)

یہ ہے ہماری قوم جس نے کہ اس کے سوا دوسرے معبود اختیار کر لیے ہے ...... وہ کیوں نہیں لاتے ان کے اوپر کوئی واضح دلیل ...... اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو کہ اللہ پر جھوٹ باندھے

یہ ہے ہماری قوم جس نے کہ اس کے سوا دوسرے معبود اختیار کر لیے ہے (جن کو انہوں نے اپنا حاکم ، معبود اور الہٰ مان لیا ہے) ...... وہ کیوں نہیں لاتے (اپنے معاملہ کے متعلق جو کہ سراسر کفر ہے) ان کے اوپر کوئی واضح دلیل ...... اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو کہ اللہ پر جھوٹ باندھے

یہ وہی ہے جو آج کی جدید دنیا تعمیر کر رہی ہے ، مثلاً جدید سیلکولر ریاست **modern secular state** کا اپنا غرور اور کفر یہ دستور اور رفرمانروائی ، اعلیٰ طاقت و اختیار ، اعلیٰ قانون ، آزادی اس بات کی کہ کسی کا قانونی قرار دینا جس کو اللہ نے منع کیا ہے ، مثلاً اللہ نے جو اسے منع کیا ہے ، مگر ماڈرن جدید سلکولر ریاست نہ صرف اس کی

اجازت دیتی ہے بلکہ ریاستی سطح پر لاٹری وغیرہ کو بڑھاوا دیتی ہے۔ظلم کا یہ سب سے بڑا قدم ہے جو کہ آج تک شاید ہی کسی نے اٹھایا ہو۔

ہر مومن مرد وعورت و جوان کے دل اس آیت کو پڑھ کر باغ باغ ہو جانا چاہیئے ،طمانیت وسکون حاصل ہونی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ بذات خود انتباہ کررہے ہیں کہ مومن ، ان آیات کو پڑھنے الے ، اصحاب صفہ کے قصے کا بغور مطالعہ کریں ، رہنمائی پائیں ، جنہوں نے لادینیت کے خلاف مقابلہ کیا ، رکاوٹ ڈالی ، resist کیا ، وہ نظام جوان کے عقائد کے خلاف بھی تھا اوراس کوختم کرنے کے در پے بھی تھا۔ اللہ نے ان کے ایمان کومزید بڑھاوا دیا اور یوں ان کی عزت افزائی کی۔

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ / يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ / وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا / (١٦)

(تو پھراللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے فرمایا) اور جبکہ تم نے ان سے کنارہ کرلیا ہے ...... اوران ہستیوں سے بھی کہ جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں ...... کہ جائے پناہ لو غار کی طرف ...... اللہ تعالیٰ کھول دے گا تمہارے لئے اپنی رحمت میں سے ...... اور مہیا کرے گا تمہیں تمہارے اس معاملے میں آرام

(تو پھراللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے فرمایا) اور جبکہ تم نے ان سے کنارہ کرلیا ہے (چھوڑ دیا ہے تعلق ختم کر دیا ہے) ...... اوران ہستیوں سے بھی کہ جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں (ان کے بے خدائی نظام سے) ...... کہ جائے پناہ لو غار کی طرف (آج کے دور میں ہوسکتا ہے دوردراز کوئی گاؤں) ...... اللہ تعالیٰ کھول دے گا تمہارے لئے اپنی رحمت میں سے (تمہارے مشکلات کو آسان کردے گا) ...... اور مہیا کرے گا تمہیں تمہارے اس معاملے میں آرام

اس کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ ہزار میں ایک ، جو کہ ایک حدیث قدسی کے مطابق یاجوج اور ماجوج کے دور میں بچ جائے گا ، اور جنت میں داخل ہو جائے گا۔ وہ وہ ہوگا جوقطع تعلق کرلے بے خدا پگھلتے ہوئے موم سے۔ اس آیت سے الٰہی مدد اور حفاظت کا بھی علم ہوتا ہے جو ان کے لئے ہوتی ہے جو اپنے آپ کو بے تعلق کردے ، الگ کردے ، بے خدا دنیا سے اور اپنے ایمان کو بچالے۔ اس آیت سے یہ بھی معنی نکالے جاسکتے ہیں کہ اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے ، ان حالات میں ، اس بے خدائی دنیا سے بچانے کے لئے ، دوردراز گاؤں میں جا کر رہنا

ہوگا۔ یہ بھی معنی نکل سکتے ہیں کہ خود کا اس دنیا سے کم سے کم تعلق رکھنا ہوگا اور اتنا ہی تعلق رکھنا ہوگا کہ اپنی انتہائی بنیادی ضروریات کی تکمیل ہو جائے، ایمان والوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا ہوگا یہاں تک کہ اس قابل ہو جائیں کہ وہ کہیں دور جگہ جا کر رہ سکیں۔

مندرجہ ذیل احادیث کا بغور مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ کیا آج وہ دور آ گیا ہے۔ کیا ہم اسی دور میں رہ رہے ہیں جن کے متعلق احادیث میں ذکر ہے۔

مسلم، کتاب الایمان، ۱۱۸، ترمذی ۲۱۹۶، احمد۲/ ۳۰۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جلدی جلدی اعمال صالحہ بجالاؤ (کیونکہ) اندھیری رات کی طرح فتنے (نازل ہونے والے) ہیں۔ صبح کو آدمی مؤمن ہوگا تو شام کو کافر ہو جائے گا یا شام کو مؤمن ہوگا مگر صبح تک کافر ہو چکا ہوگا۔ وہ عارضی دنیا کیلئے اپنا دین بیچ ڈالے گا۔

مسلم، کتاب الفتن ۷۲۴۵ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی ﷺ مدینے کی کسی اونچے مکان پر چڑھے پھر فرمایا: کیا تم بھی دیکھ رہے وجو میں دیکھ رہا ہوں؟ (صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا: نہیں اللہ کے رسول! تو آپ ﷺ نے فرمایا:) بلاشبہ میں بارش کے قطروں کی طرح تمھارے گھروں لے درمیان فتنے گرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

بخاری، مسلم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً ایسا ہوگا کہ تم (یعنی میری امت کے لوگ) اگلی امتوں کے طریقوں کی پیروی کروگے بالشت برابر اور ذراع برابر ذراع (یعنی بالکل ان کے قدم بقدم چلو گے) یہاں تک کہ اگر وہ گھسے ہوں گے گوہ کے بل میں تو اس میں بھی تم ان کی پیروی کروگے۔۔۔ عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہود و نصاریٰ (مراد ہیں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا اور کون؟

بخاری۔ حضرت عبداللہ بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال دیں اور (مجھ سے مخاطب ہوکر) فرمایا کہ اے عبداللہ بن عمرو! تمھارا اس وقت کیا حال اور کیا رویہ ہوگا جب صرف ناکارہ لوگ باقی رہ جائیں گے ان کے معاہدات اور معاملات میں دغا فریب ہوگا اور ان میں (سخت) اختلاف (اور ٹکراؤ) ہوگا اور وہ باہم اس طرح گتھ جائیں گیں (جیسے میرے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے گتھی ہوئی ہیں) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ پھر مجھے کیسا ہونا چاہئے یا رسول اللہ؟ (یعنی اس فساد عام کے زمانہ میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس بات اور جس عمل کو تم اچھا اور معروف جانو اس کو اختیا کر و اور جس کو منکر اور برا سمجھو اس کو

چھوڑ دو اور اپنی پوری توجہ خاص اپنی ذات پر رکھو (اور اپنی فکر کرو) اور ان ناکارہ و بے صلاحیت اور آپس میں لڑنے بھڑنے والوں سے اور ان کے عوام سے تعرض نہ کرو۔

بخاری۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قریب ہے کہ ایسا زمانہ آئے کہ ایک مسلمان کا اچھا مال بکریوں کا گلہ ہو جن کو لے کر وہ پہاڑیوں کی چوٹیاں اور بارش والی وادیوں کو تلاش کرے، اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لئے بھاگ جائے۔

ترمذی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کے لئے ایک وقت ایسا آئے گا کہ صبر و استقامت کے ساتھ دین پر قائم رہنے والا بندہ اس وقت تک اس آدمی کے مانند ہوگا جو ہاتھ میں جلتا ہوا انگارہ تھام لے۔

ترمذی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس وقت ایسے زمانے میں ہو کہ جو کوئی اس زمانے میں احکام الٰہی کے (بڑے حصہ پر) عمل کرے صرف، دسویں حصہ پر عمل ترک کر دے تو وہ ہلاک ہو جائے گا (اس کی خیریت نہیں) اور بعد میں ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جو کوئی اس زمانہ میں احکام الٰہی کے صرف دسویں حصہ پر عمل کر لے گا وہ نجات کا مستحق ہوگا۔

اس مقام پر آ کر قاری یہ سوچنے پر حق بجانب ہے کہ کیوں آج ہی کے زمانے پر ان حدیثوں کے اطلاق کے بارے میں سوچا جائے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے قیامت سے پہلے چند علامات کی نشاندہی کر دیں، ان کو دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ قیامت کی چھوٹی علامات اور قیامت کی بڑی علامات۔ چند چھوٹی علامات یہ ہیں:

بعثت محمدی ﷺ۔ بخاری، عہد رسالت میں چاند کے دو ٹکرے ہونا۔ بخاری، اندھیری رات کے مانند فتنے۔ مسلم، ہر آنے والا زمانہ پہلے زمانے سے برا ہوگا ۔ بخاری، ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کی قبر کے قریب سے گزرے گا تو تمنا کرے گا کہ کاش! اس کی جگہ میں ہوتا۔ بخاری، جھوٹے نبیوں اور دجالوں کا ظہور۔ نبی اللہ کا دعویدار۔ بخاری، علم مٹ جائے گا اور ہر طرف جہالت چھا جائے گی۔ بخاری، علما کو اللہ کھینچ لیں گیں۔ لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گیں۔ وہ خود بھی گمراہی اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گیں۔ بخاری، مال و دولت کی فراوانی۔ بخاری، قلم کا ظہور (یعنی لکھنے والوں کی بہتات اور کتابوں کی نشر و اشاعت کی کثرت۔ مسند احمد، اختتام عمل۔ اسلام کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹے گی۔ سب سے پہلے حکم (یعنی امر خلافت) اور سب سے

آخر میں نماز کی کڑی۔ بخاری، شراب حلال سمجھی جائے گی اور اس کا نام تبدیل کرلیا جائے گا۔ بخاری، گانے بجانے کا رواج عام ہو جائے گا لوگ شرابیں پی رہے ہوں گے باجے بج رہے ہوں گے اور گانے والیاں گا رہی ہوں گیں۔ ابن ماجہ، فحاشی وعریانی عام ہو جائے گی۔ مسند احمد، عورتیں لباس پہننے کے باوجود ننگی ہونگیں (مختصر لباس یا اس کی باریکی اور تنگی کی وجہ سے)۔ مسلم، زنا کاری کی بہتات۔ بخاری، امانت ضائع کردی جائے گی یعنی معاملات نااہل لوگوں کے سپرد کردئے جائیں گیں۔ بخاری، جھوٹ کی کثرت۔ مسند احمد، جھوٹی گواہی کا رواج۔ مسند احمد، انسان یہ پروانہیں کرے گا کہ اس نے جو مال حاصل کیا ہے وہ حلال ذریعے سے ہے یا حرام سے۔ بخاری، تجارت اس قدر بڑھ جائے گی کہ عورتیں بھی تجارت میں اپنے شوہروں کا تعاون کریں گیں۔ مسند احمد، ہمسائے کے ساتھ برا سلوک۔ مسند احمد، کنجوسی حریص بخل کی کثرت۔ بخاری، حق بات کا چھپانا۔ مسند احمد، بوڑھے شخصوں کا سیاہ خضاب لگانا۔ ابوداؤد، شرک کی کثرت۔ ابوداؤد، بدعات و خرافات کا دور دورہ۔ بخاری، مساجد میں تزئین و آرائش۔ اس پر آپس میں فخر۔ ابوداؤد، صرف جان پہچان والوں کو سلام۔ مسند احمد، زمانہ قریب ہو جائے گا (حتیٰ کہ سال مہینہ کی مانند اور مہینہ ہفتہ کی مانند تیزی سے گزر جائے گا)۔ بخاری، ہر طرف دھوکا ہی دھوکا۔ جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا خائن کو امانت دار اور امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا۔ ابن ماجہ، لونڈی اپنے مالک کو جنم دے گی۔ بخاری، قرآن کو بھیک مانگنے کا ذریعہ۔ لوگ قرآن پڑھیں گیں اور پھر اس کے ذریعے لوگوں سے سوال کریں گیں۔ ترمذی، بلند و بالا عمارتوں کی تعمیر اور ان پر فخر اور مقابلہ۔ بخاری، بازار قریب قریب ہو جائیں گیں (بازار کی کثرت کے معنی ہو سکتے ہیں)۔ مسند احمد، قتل و غارت اور خون ریزی بڑھ جائے گی۔ مسلم، غریب امیر ہو جائیں گیں، ننگے قدموں والے ننگے جسموں والے بہرے اور گونگے (انتہائی مفلس و نادار لوگ) زمین کے مالک بن جائیں گے اور سیاہ فام چرواہے آپس میں عمارتوں پر فخر کریں گیں۔ مسلم، دین و ایمان کو دنیاوی اموال اور دنیاوی اغراض و مقاصد کے عوض بیچ دیا جائے گا۔ ترمذی، موت اچانک آیا کرے گی (اس کے معنی ہوسکتا ہے جیسے آج ہارٹ اٹیک)۔ جامع الصغیر للالبانی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ساقط ہو جائے گا۔ ابن ماجہ، کافر قوتیں مسلم امہ پر یوں ٹوٹ پڑیں گیں جیسے بھوکے دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں حالانکہ اس وقت مسلمانون کی تعداد بہت زیادہ ہوگی مگر اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ان میں دنیا کی محبت اور موت سے نفرت کی بیماری آجائے گی۔ ابوداؤد، مرد کم اور عورتیں بڑھ جائیں گیں حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا ایک نگران ہوگا۔ بخاری، گمراہ حکمران۔ انسانی جسموں میں شیطان کے دل والے۔ طریقہ رسول ﷺ سے دور۔ مسلم، زلزلوں کی کثرت۔ ہر طرف فتنوں کا ظہور۔ بخاری، اسلام اور اہل اسلام دوبارہ اسی طرح اجنبی ہو جائیں گیں جیسے ابتدائے اسلام میں تھے۔ مسلم، سرزمین عرب سرسبز اور

شاداب ہو جائے گی۔مسند احمد۔۔۔
کیا مندرجہ بالا نشانیاں پوری ہوگئیں ہیں۔اگر ہاں تو پھر کیوں نہیں ان احادیث کو پڑھا اور سمجھا جائے جن میں قیامت کی نشانیوں اور بڑے نشانیوں کے متعلق بتایا گیا ہے، امت کو خبردار کر دیا گیا ہے اور راستہ بتا دیا گیا ہے۔
یوں قیامت کی بڑی علامتوں کی آمد آمد ہے۔اور وہ ہیں خروج دجال،ظہور مہدی،نزول عیسیٰ علیہ اسلام،خروج یاجوج اور ماجوج، دھواں، دابۃ الارض،مغرب سے سورج کا طلوع ہونا، تین خسف،آگ،صرف بدترین لوگوں کی دنیا میں موجودگی۔

اقتباسات،کتاب تذکرہ از ابوالکلام آزاد (ص ۱۳۰ اور ۱۳۱)
جس صادق و مصدوق نے اسلام کی پہلی غربت (اجنبیت) میں آنے والے اقبال وعروج کی یہ خبریں دی تھیں (کہ ایران وروم فتح ہو جائے گا)، اسی کی زبان حق نے عین غلبہ وظہور کے وقت یہ بھی تو فرما دیا تھا بدء اسلام غریباً و سیعود کما بدء فطوبی للغرباء (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، مسند حنبل) یعنی اسلام کی ابتدا بے کسی اور پردیسی کی مصیبتوں میں ہوئی، اور قریب ہے کہ پھر ویسی ہی حالت اس پر طاری ہو جائے۔سو کیا ہی خوشی اور مبارکی ہے پردیسیوں کے لئے!۔ترمذی میں بروایت عمرو بن عوف زیادہ تفصیل ہے۔دین کی ابتدا غربت سے ہوئی اور قریب ہے کہ پھر اسی کی طرف پلٹ آئے۔پس کیا ہی مبارکی ہے۔پردیسیوں اور بے یاروں کے لئے۔یہی لوگ ہیں جو ان خرابیوں کو دور کر دیں گیں جو لوگوں نے میرے بعد میری سنت میں پیدا کر دی ہوں گی۔اور احمد وطبرانی نے مرفوعاً روایت کی۔یعنی فرمایا مبارکی ہے غربا کے لیے۔ہم نے پوچھا غربا کون ہیں۔کہا صالحون کی ایک جماعت۔برے لوگوں میں تھوڑے سے اچھے۔
اس حدیث میں غربت اور غریب کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں پردیسی اور بے خانہ و وطن کے۔مقصود یہ ہے کہ اسلام کی ابتداء ہجرت کی مصیبتوں اور مظلومیوں سے ہوئی تھی۔عروج و اقبال کے بعد پھر ویسا ہی زمانہ آنے والا ہے۔اس وقت حق مغلوب ہو جائے گا۔لوگ قرآن وسنت کی راہ چھوڑ دیں گے۔ظلم وفساد اور بدعات و منکرات کا ہر طرف دور دورہ ہوگا۔حق پر چلنے والے اور قرآن وسنت کی سچی اور خالص پیروی کرنے والے بوجہ قلت و بے چارگی کے ایسے ہو جائیں گیں، جیسے پردیسی، بے یارومددگار مسافر۔سارا شہر خوشحالوں سے بھرا پڑا ہے، ہر شخص اپنے عیش کدہ وطن میں آرام وراحت کے مزے لوٹ رہا ہے، مگر اس کے لیے نہ تو گھر ہے جہاں سر چھپائے، نہ کوئی عزیز آشنا ہے جسے دردِ دل سنائے، پرایا دیس اور پرایے لوگ۔نہ یہ اُن کی بولی

جانے، نہ وہ اس کی زبان سمجھیں۔ ایک ایک کا منہ تکتا ہے اور جی ہی جی میں رو دھو کر چپ ہو رہتا ہے۔۔۔۔ ہر لحاظ سے غربت و بے کسی ہوگی۔ ایک طرف تو یہ ہوگا کہ کفّار کی بھیڑ ساری دنیا پر چھا جائیگی۔ اُن کے مقابلے میں مسلمان پر پردیسیوں کی طرح اِکّے دُکّے نظر آئے گیں۔ دوسری طرف خود مسلمان کے اندر سچے حق پرستوں اور دین الخالص کے پیرووں کی تعداد بہت تھوڑی رہ جائے گی۔ گویا ایک پورے شہر میں باہر کے چند مسافر۔ غربت اولٰی میں یہی حال غربائے اسلام کا تھا۔ اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، موطا امام مالک) یعنی میں نے اللہ سے اپنی امت کے لیے دعا کی تھی کہ خود ان پر اور کوئی دشمن مسلط نہ ہو، اور کوئی ایسی عام ہلاکت نہ چھا جائے کہ قوم کی قوم ہلاک ہو جائے، تو اللہ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ تیری امت پر کبھی ایسی عام و ہمہ گیر ہلاکت نہ آئے گی، اور نہ کبھی ان پر کوئی دشمن اس طرح مسلط ہوگا کہ ان کی بیخ و بنیاد اکھاڑ ڈالے۔ اِلّا یہ کہ وہ خود ہی اپنے دشمن ہوں گے اور خود ہی اپنے آپ کو دشمنوں کی طرح تباہ کریں گے۔ یعنی ایک گروہ ان میں سے دوسرے گروہ کو قتل کرے گا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا مجھ کو بڑا خوف گمراہ کرنے والے پیشواؤں سے ہے، اور جب ایک مرتبہ میری امت میں باہمی خونریزی شروع ہوگئی تو پھر قیامت تک نہ رکے گی۔ پھر فرمایا: ایسا ہوگا کہ میری امت میں سے کئی گروہ مشرکوں سے جا ملیں گے، اور ایسا ہی ہوگا کہ کئی گروہ بتوں کو پوجیں گے۔ اور ضرور ہے کہ تیس جھوٹے مدعی نبوت کے پیدا ہوں، حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ آخر میں فرمایا، بایں ہمہ ایک جماعت اس امت میں ہمیشہ حق پر باقی رہے گی۔ مخالفینِ حق اس کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ امر الٰہی ظاہر ہو۔ اور اسی صادق و مصدوق کا ارشاد ہے (مسند ابن حنبل) تم سے پہلے جو قومیں گزر چکی ہیں۔ ضرور ہے کہ تم ان کے سارے طریقوں اور چالوں کی ہو بہو پیروی کرو۔ یعنی ان کی ساری گمراہیاں اختیار کرلو گے۔ صحابہ نے کہا کیا یہود و نصاریٰ کی؟ فرمایا: ہاں، اور کون؟۔ اور اسی نبی ﷺ کا ارشاد ہے (ترمذی و ابوداؤد) ''آخری زمانے میں فتنے ہیں۔ ایسے جیسے اندھیری رات کو اندھیاری۔ صبح کو ایک آدمی مومن ہوگا، شام کو کافر''۔ یعنی ایمان میں ثبات و استقامت باقی نہ رہے گی، گھڑی میں کچھ گھڑی میں کچھ۔ مسلم میں یہی حدیث بروایت ابو ہریرہؓ ہے ''رات کو ایک آدمی مومن سوئے گا صبح اٹھے گا تو کفر میں مبتلا ہو جائے گا۔ اپنے دین کو دنیا کے بدلے بیچ ڈالے گا۔ اور اسی صادق و مصدوق کا فرمان تھا: ایسا ہوگا کہ دنیا کی قومیں تم سے لڑنے کے لیے اکھٹی ہو جائیں گی، اور ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گیں جیسے بھوکے ایک دوسرے کو کھانے پر بلاتے ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا: یہ اس لئے ہوگا کہ ہم اس وقت تھوڑے ہوں گے اور دشمن بہت؟ فرمایا: نہیں، مسلمان تو اس وقت بہت ہوں گے مگر ایسے ہو جائیں گیں جیسے دریا کے بہاؤ پر کا کوڑا کرکٹ۔ جس طرف بہ رہا ہے، بہ جائے گا۔ تمھارے دشمنوں کے دلوں سے تمھاری ہیبت نکل جائے گی۔ اور تمھارے دلوں میں 'وھن' پیدا ہو جائے گا۔

کسی نے پوچھا وھن کیا ہے۔ فرمایا دنیا کا عشق اور راہِ حق میں موت کو ناخوش جاننا اور اُس سے بھاگنا۔'' اور انھی نے یہ فرمایا (ابوداؤد و ترمذی) یہود و نصاریٰ ٹوٹ پھوٹ کر بہتر فرقے ہو گئے تھے۔ ضرور ہے کہ یہ امت بھی اسی طرح ٹکرے ٹکرے تہتر فرقوں میں بٹ جائے'' اور ان کا ہی قول ہے (مسلم و بخاری) ''قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ پھر لات اور عزیٰ کی پوجا ہو۔ حضرت عائشہؓ نے کہا جب یہ آیت اتری (توبہ ۳۳) 'دین توحید اس لئے آیا تاکہ سارے دینوں پر غالب آئے') تو میں نے خیال کیا تھا کہ اب دینِ توحید ہی آخر تک رہے گا۔ پھر یہ بات کیونکر ہو گی۔؟ فرمایا: ہاں، یہ رہے گا جب تک اللہ چاہے گا''

ان ساری باتوں میں سے ایک ایک بات پوری ہو چکی۔ بدء اسلام غریباً و سیعود کما بدء فطوبیٰ للغرباء کا دورِ غربت کب کا شروع ہو چکا اور سب کچھ ہو چکا جس کی تفصیلات احادیث میں آئی ہیں۔ اب انتظار کرنے والوں کے لیے بجز انتظار غفلت کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ یہودیوں کی مغضوبیت، نصاریٰ کی ضلالت، مشرکین کی بت پرستی، ائمہ مضلین کی کثرت، وجاجلہء فتن و دواہِ بدوت کا احاطہ، اقتداء بغیر سنّت، اہتداء بغیر ہدی الانبیاء، تفرق وتمذہب مثل یہود، اور غلو و اطراء مثل نصاریٰ، فتنہ شبہاتِ یونان، اور فتنہ شہواتِ عجم، فتنہ تماثیل عبدہ الاصنام، اور فتنہ قبور، ان میں سے کوئی نحوست اور بلا کی ایسی نہیں ہے جو مسلمانوں پر چھا نہ چکی ہو، اور کوئی گمراہی نہیں جو اپنے کامل سے کامل اور شدید سے شدید درجہ تک اس امّت میں بھی نہ پھیل چکی ہو۔ اہل کتاب نے گمراہی کے جتنے قدم اٹھائے تھے، گن گن کر مسلمانوں نے بھی وہ سب اٹھائے۔ حتی کہ 'اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوں گے تو تم بھی ایسا ہی کرو گے' اور 'مشرکوں کے قبائل تم سب پر جمع ہو جائیں گیں' اور 'یہاں تک کہ مسلمان لات وعزی کی پوجا کریں گیں' کا وقت بھی گزر چکا۔ ہم واقعی اور سچ مچ مشرکوں سے ملحق ہو گئے اور دین توحید کا دعویٰ کرنے والوں نے بت پرستی کی ساری ادائیں اور چالیں اختیار کر لیں، اور لات وعزی کی پوجا شروع ہو گئی، اور فی الحقیقت ایسا ہی ہو رہا ہے کہ رات کو ایک انسان ایمان لے کر سوتا ہے اور صبح نہیں ہوتی مگر ایمان کھو چکتا ہے۔ حضرت حذیفہؓ نے ان فتنون کا حال کہا تھا (مسلم، مسند احمد) کہ مسلمانوں کے دلوں کے لئے فتنوں کی ایسی بھرمار ہو گی جیسے چٹائی بنتے وقت ریشے پے درپے آتے ہیں۔ سو ان فتنوں کی بارش بھی ہر طرف ہو چکی اور ہو رہی ہے۔ فتنوں پر فتنے۔ وہ بھی کب کا ہو چکا کہ دنیا کی ساری قومیں اکھٹی ہو کر تم پر چڑھ دوڑیں گیں اور تم کو ہلاک کرنے کے لئے باہم ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گی جیسے بھوکے کھانے کی قاب پر ایک

دوسرے کو دعوت دیں۔ تو کیا یہ پکار اب تک بلند نہیں ہوئی؟ اور کیا ایک قوم نے دوسری قوم کو بلانے کے لئے ٹھیک ٹھیک اسی طرح نہیں چیخا جس طرح بھوکے گِد لاش کو دیکھ کر شور مچایا کرتے ہیں؟ کیا کہا تھا رسول اللہ ﷺ نے تم اس وقت تعداد میں کم نہ ہوگے لیکن تمھارے دلوں میں وھن پیدا ہو جائے گا کہ دنیا کی محبت اور عزت کی موت کو برا جاننا اور اس سے بھاگنا۔ اس ایک لفظ میں قوموں کی موت و حیات کا سارا بھید بتلا دیا۔ اور یقیناً یہی وہ وقت تھا کہ ''تمھارے لئے زمین کے اوپر سے اس کا اندر بہتر ہوگا'' (ترمذی)۔ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ زمین کے کیڑوں کے لیے زندگی میں عیش ہے اور جنگل کے درندوں کے لیے جینے میں راحت، مگر ایک مسلمان کے لیے اب زمین کی پیٹھ پر کوئی خوشی باقی نہیں رہی۔ الا یہ کہ اپنی ذلتوں اور رسوائیوں کا بوجھ اٹھائے اس کے نیچے چلا جائے۔

پھر کس قدر عقل سے کورے اور بصیرت سے محروم ہیں وہ بندگانِ غفلت جو ان روایتوں کو پڑھ کر سمجھتے ہیں کہ یہ کسی ایسے آنے والے زمانے کی نسبت ہیں، جو قیامت سے چند برس پہلے دنیا پر آئے گا۔ اور ابھی اس کی آمد کا ہم کو صدیوں انتظار کرنا چاہیے۔ اب تک نہ تو 'صبح مسلمان شام کافر' ہوا ہے اور نہ 'یہود و نصاریٰ کی پیروی' والا معاملہ ہوا ہے نہ 'لات وعزیٰ' کی پوجا ہوئی ہے اور نہ 'زمین کے اوپر سے اس کا اندر بہتر' کا وقت آیا ہے۔ تو کیا وہ کسی ایک وقت کے منتظر ہیں جب صبح کو ایک شخص مومن ہوگا اور شام کے وقت اس کی پیشانی پر قلم اور سیاہی سے لکھا ہوگا کہ یہ کافر ہے یا ایمان و کفر کی بھی الگ الگ صورتیں ہوتی ہیں کہ صبح کو مومن کی صورت ہوگی، شام کو کافر کی شکل! یا اس کے یہ معنی ہیں کہ صبح کو ایک شخص مومنوں کی بستی میں ہوگا، شام کو اس کا گھر یہودیوں کے محلے میں خود بخود اٹھ جائے گا۔؟ یا وہ خود سڑکوں اور گلیوں میں پکارتا ہوا دوڑے گا کہ میں یہودی ہو گیا، میں یہودی ہو گیا؟ اور کیا مشرکین سے اتصال والحاق کا وہ یہ مطلب سمجھے ہوئے ہیں کہ مسلمانوں کو جماعتیں مردم شاری کے کاغذات میں اپنا نام مشرکوں کے خانے میں لکھوا دیں گیں؟ یا خود اپنے منہ سے کہیں گی کہ ہم مشرک ہو گئے؟ اور کیا لات وعزیٰ کی پوجا کی پیشن گوئی کا اُسی وقت ظہور ہو سکتا ہے جب کہ مسلمان کالی اور مہا دیو کا بت اپنے ہاتھوں سے تراش کر اس کی پوجا شروع کر دیں؟ اور کیا اس کے سوا اور کوئی بات بت پرستی کی نہیں ہو سکتی؟ اور پھر کیا وہ یہ چاہتے ہیں وہ جو ایام جاہلیت میں پتھر کی مورتیں تھیں جن کو اسلام نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، تو اب پھر ان ٹکڑوں کو ڈھونڈھ کر مسلمان جمع کریں اور کعبہ کی طاقوں میں رکھ کر ان کے آگے سجدے کرنے لگیں؟ اور جب تک لات وعزیٰ کی پوجا نہیں ہوگی اس وقت تک یہ بات بھی پوری نہیں ہوگی۔؟ تو اگر ان لوگوں نے ان خبروں

کا یہی مطلب لیا ہے اور اسی انتظار میں ہیں، تو ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کا انتظار کبھی پورا نہیں ہوگا۔ اور اگر کسی امت کی گمراہی اور ہلاکی کا یہی مطلب ہے، اور موحدین کا شرک و بت پرستی میں پڑ جانا بغیر اس کے نہیں ہوسکتا، تو آج تک دنیا میں نہ تو کوئی امت ہدایت پانے کے بعد گمراہ ہوئی، نہ یہود و نصاریٰ نے اس زمین پر کبھی شرک کیا، اور نہ ان تمام الزاموں سے ایک الزام بھی سچا ہے جو قرآن حکیم نے مشرکین جاہلیت اور یہود و نصاری پر لگائے ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اگر گمراہی اور عبادت اوثان والحاق بالمشرکین وترکِ حق وتوحید بغیر ان باتوں کے نہیں ہوسکتی جن کا ان بندگان غفلت واوہام کو انتظار رہے، اور انبیائے کرام کی پیشن گوئیوں کے پورا ہونے کے یہی معنی ہیں جو وہ بیان کرتے ہیں، تو آغاز خلقت عالم سے لے کر آج تک نہ کوئی امت گمراہی میں پڑی، نہ کسی قوم نے کبھی توحید و ہدایت کو چھوڑا، نہ کسی رسول نے انسانوں پر اُن کی گمراہی وشرک کے بارے میں سچا الزام لگایا، اور نہ آج تک کسی نبی کی پیشن گوئی پوری ہوئی۔ یہودیوں نے کب کہا تھا کہ ہم مشرک ہوگئے، اور خدا ایک نہیں ہے بلکہ پتھروں اور مورتوں کے اندر بہت سے ہیں۔؟ اور یہ کہ 'تورات' نامی کتاب کو ہم نہیں مانتے؟ عیسائیوں نے کب اس کا اقرار کیا تھا کہ ہم موحد نہیں، اور کب فرشتوں نے ان کی
پیشانیوں پر آگ اور خون کے حرفوں میں لکھ دیا تھا کہ یہ بت پرست دوزخی ہیں؟ اور کب انھوں نے شرک اس معنی میں کیا کہ کسی پتھر یا مورت کو کہہ دیا ہو کہ یہی خدا ہے؟ اور پھر خود مشرکین عرب نے بھی شفاعت اور سفارش کے علاوہ، یہ کب کہا تھا کہ یہ پتھر اور مورت، فاطر السموات والارض ہے۔ سبحان اللہ! یہ انتظار، یہ غفلت، یہ تو عین اسی پیشن گوئی کا ظہور ہے کہ: میری امت بھی وہ سب کچھ کرے گی جو یہودیوں نے کیا۔ یہی تو پوری پوری یہودیت ہے کہ پیشن گوئیوں پر پیشن گوئیاں ظاہر اور پوری ہوتی جاتی تھیں، مگر یہودیوں کا انتظار ختم نہیں ہوتا تھا۔ کہتے تھے کہ ابھی وقت کہاں آیا؟ حتی کہ آج تک مسیح کے ظہور اور اسرائیل کی آخری پادشاہت کا انتظار کررہے ہیں۔ ''پھر ان پر ایک زمانہ گزر گیا، پس ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں
سے زیادہ نافرمان ہیں'' (الحدید ۱۶)۔ سو اگر آنکھیں باقی ہیں اور بصیرت معدوم نہیں ہوگئی تو دیکھ لو، حدیث میں تو دو ہی نام آئے، اب تو گوشے گوشے میں لات وعزی ہیں اور چپے چپے پر پرستش گاہیں۔ مسلمانوں کی کوئی بستی اور آبادی نہیں جو ان تمام پیشن گوئیوں کے ظہور ونمود کا مجسم نمونہ نہ ہو۔ اور پرستش ماسوی اللہ کی کوئی قسم ایسی نہیں جو پیٹ بھر کر انھوں نے نہ کرلی ہو اور نہ کررہے ہوں۔ نفس کو وہ پوج چکے، چاندی سونے کو انھوں نے پوجا، انسانوں کی چھوکٹوں کی دھول انھوں نے چاٹی، ہر پیشوا کو اربـاب من دون اللہ انھوں نے بنایا، اور ہر بڑے انسان کے لئے ان کے دل اور پیشانی نے سجدے کیے۔ وہ شرک بھی جی بھر کر کرچکے جو مخفی تھا اور کھلا کھلا شرک بھی برسر عام ہوچکا۔ حتی کہ کفار و اعدائے حق کی بھی پوجا ہر طرف ہوئی، پادشاہوں اور حکومتوں کے

طواغیت بھی ہر جگہ پوجے گئے، اور مٹی اور پتھر کی پوجا کی منزل بھی کب کی گزر چکی۔

وَتَرَی الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ کَهْفِهِمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ / وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ / وَهُمْ فِیْ فَجْوَةٍ مِّنْهُط / ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِط / مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ج / وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا / (۱۷)

اور آپ ﷺ دیکھیں گے سورج کو جب وہ طلوع ہوتا ہے تو ان کی غار سے کترا کر نکل جاتا ہے دائیں طرف ...... اور جب وہ غروب ہوتا تو ان سے کترا کر نکل جاتا ہے بائیں طرف ...... اور وہ اس غار کے دہانے میں ہیں ...... یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ہے ...... کہ جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ ہدایت دے پس وہی ہدایت یافتہ ہے ...... اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردیں ...... تو اے نبی ﷺ آپ ﷺ اس کے لیے کوئی ایسا دوست نہ پائیں گے جو کہ اسے ہدایت پر لا سکے۔

وَتَحْسَبُهُمْ اَیْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ قصلے / وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ قصلے / وَکَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ ط / لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَیْهِمْ / لَوَلَّیْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا / وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا / (۱۸)

اور آپ ﷺ ان کو سمجھیں گے کہ وہ جاگتے ہیں ...... حالانکہ وہ سو رہے ہیں ...... اور ہم انہیں کروٹیں دیتے ہیں / پلٹے ہیں دائیں طرف اور بائیں طرف ...... اور ان کا کتا پھیلائے ہوئے ہے اپنے دونوں پاؤں چوکھٹ پر ...... اگر اے نبی ﷺ آپ ان پر جھانک کر دیکھیں ...... تو آپ وہاں سے پیچھے ہٹ جائیں گے بھاگتے ہوئے ...... اور بڑھ جائے آپ ﷺ کے ان کی طرف سے ایک رعب۔

ان نوجوانوں کی حرکات دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں، سورج کی روشنی کی وجہ سے ہوسکتی ہے، جسے آج سائنسی اصطلاح میں phototropism کہتے ہیں۔ پڑھنے والے کو یہ سورت قدرت سے محبت، قربت اور اس کے معلومات کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ اور ان باتوں کی طرف جس کی مدد سے یہ مادی دنیا کی تخلیق ہوئی ہے جسے آج سائنسی یافت کہتے ہیں۔ ہمیں یہ معلوم چلتا ہے کہ دجال، وہ ماسٹر مائنڈ ہوگا سائنسی اور ٹیکنالوجی کے انقلاب کا، جس کی مدد سے وہ طاقتور ہوگا۔ جن کا وہ استعمال کرے گا۔ اس سورت میں سورج کی روشنی کے استفادے کا بھی اشارہ ملتا ہے اور اسی طرح دیگر قدرتی عوامل کا جیسے ہوا اور سمندری لہریں، خصوصاً دجال کے دور میں۔ اسی طرح وہ بچ سکیں گیں ان لوگوں کے چنگل سے جو لوگوں کو پہلے سود کے جال میں

پھنسائیں گیں، پھر ان کا سارا دارومدار بجلی پر کردیں گیں اور تیل کی قوت پر مکمل انحصار کروا دیں گیں، پھر ان کے کرنسی پر حملہ کر کے ایزجی کی لاگت کو بڑھائیں گیں اور یوں لوگ مجبور ہو جائیں گیں ان کے سامنے، اور وہ پھر لوگوں کو اس معاملے سے نکلنے کی آفر دیں گیں، اور پھر یوں پوری دنیا پر حکومت کریں گیں، اور پوری دنیا پر عیسائی یہودی ریاست اسرائیل کی حکومت ہوگی۔ بہت ہی کم ایسے ہونگیں جو غربت قبول کرلیں گیں اور اسرائیلی حکمرانی سے بچ سکیں گیں۔ (کیا آج کسی شہری زندگی بغیر بجلی کے ممکن تصور کی جاسکتی ہے۔ اگر بجلی کی قیمت بڑھادی جاتی ہے تو کیا لوگ بجلی استعمال کرنا بند کر دیتے ہیں؟)۔

اگر اور جب، مسلمان تہیہ کرلیں کہ وہ جاگ جائیں اور اس بے خدا تہذیب سے اپنے آپ کو لاتعلق کرلیں اور یوں اپنے ایمان کو محفوظ کرلیں اور دور دراز جگہوں میں مسلم چھوٹی چھوٹی بستیاں قائم کرلیں (یا اس دنیا سے تعلق کم سے کم ہو جائے اور آپس میں تعلق زیادہ ہوا ایک ہی خیال والے لوگ یعنی اپنے ایمان کی فکر) تو وہ لازماً یاد رکھیں کہ انھیں چاہیے کہ وہ انرجی کی آزادی حاصل کرنے کی ہر اور پوری کوشش کرلیں مثلاً شمسی توانائی کے ذریعے۔ اسی طرح وہ پانی کے معاملے میں بھی خودکفالت ہو جائیں۔ (یا یہ کہ وہ اپنی انتہائی ضروریات کو متعین کرلیں اور صرف اسی کے لئے کم از کم دنیا سے تعلق رکھیں۔ غیر ضروری ٹیکنالوجی اور سائنس کی محبت اور استفادہ اور ایجادات سے دور سے دور رہیں)۔

اسی طرح نوجوان اپنے سیکورٹی کے معاملات کے بارے میں محتاط رہیں۔ جیسے کہ اصحاب کہف نے اپنے ساتھ کتا رکھ لیا تھا۔ اس بات کی طرف سورہ کہف اشارہ کرتا ہے۔ خصوصاً اس طرح کے دور میں ہر وقت چوکسی اور بیداری والا معاملہ ہونا چاہئے۔

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ / لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْط / قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ / كَمْ لَبِثْتُمْط / قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍط / قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْط / فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ / اِلَى الْمَدِيْنَةِ / فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا / فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ / وَلْيَتَلَطَّفْ / وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا / (۱۹)

اسی طرح سے ہم نے ان کو پھر اٹھایا...... تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھیں...... کہا ان میں سے ایک کہنے والے نے ......تم کتنے عرصے رہے ......انہوں نے کہا ہم ٹھہرے ہیں ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ ......انہوں نے کہا تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تم کتنے عرصے ٹھہرے ...... پس بھیجو اپنوں میں سے ایک کو اس روپے کے ساتھ......شہر کی طرف ......اور پس وہ جا کے دیکھے کہ کون سا کھانا پاکیزہ ہے......اور پس وہ لے آئے تمہارے پاس اس میں سے رزق ......اور بڑی خاموشی برتنا...... تاکہ ان میں سے کوئی ایک بھی تمہیں پہچان نہ

سکے

اسی طرح سے (وقت کے دوران) ہم نے ان کو پھر اٹھایا (نیند سے) ...... تا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھیں (کہ ان کے ساتھ کیا ہوا تھا) ...... کہا ان میں سے ایک کہنے والے نے ...... تم کتنے عرصے رہے ...... (ان میں سے کچھ نے) انہوں نے کہا ہم ٹھہرے ہیں ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ ...... (ان میں سے جنہیں روحانی وجدان وبصیرت زیادہ دی گئی تھی) انہوں نے کہا تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تم کتنے عرصے ٹھہرے ...... پس بھیجو اپنوں میں سے ایک کو اس روپے کے ساتھ ...... شہر کی طرف ...... اور پس وہ جا کے دیکھے کہ کون سا کھانا پاکیزہ ہے (کیونکہ لا خدا دنیا نے کھانے پینے کو اتنا کرپٹ کر دیا کہ انسان مجبور ہوگیا کہ وہ ردی کھائے خوراک کے نام پر) ...... اور پس وہ لے آئے تمہارے پاس اس میں سے رزق ...... اور بڑی خاموشی برتنا ...... تا کہ ان میں سے کوئی ایک بھی تمہیں پہچان نہ سکے (اپنے آپ کو اور اپنے عقائد کو غیر ضروری طور پر مت ظاہر کرنا)

وَلْيَتَلَطَّفْ قران پاک میں تمام کلمات کے درمیان میں آیا ہے جو کہ بہت نصیحت آموز بات ہے۔ اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے بڑی خاموشی برتنا vigilance and caution بیداری مغزی، چوکسی۔ یقیناً یہ اللہ کی طرف سے نشانی ہے اشارہ ہے ایمان والوں کے لئے آخری دور کے سخت حالات کے متعلق ان کے ان حالات میں ہدایات۔ قاری اس ہدایت کو آیت ۱۶ کے ذیل میں احادیث کے ساتھ ملا کر پڑھ سکتا ہے اور غور کر سکتا ہے، یہ ہمارا مشورہ ہے۔

اس آیت میں جو یہ بات آئی ہے کہ کسی نے پوچھا کہ ہم کتنا عرصہ سوئے اور جواب میں شک تھا کہ ایک دن یا اس بھی کم کا عرصہ۔ یوں وقت کی مختلف جہتوں کے علم کی اہمیت کے بارے میں الہی اشارہ ہو سکتا ہے۔
اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ / يَرْجُمُوْكُمْ / اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ / وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا/ (۲۰)
اگر وہ تمہارے بارے میں باخبر ہو گئے ...... وہ تمہیں رجم کر دیں گے ...... یا تمہیں دوبارہ لوٹا لیں گے اپنے دین میں ...... اور اس صورت میں تم ہرگز کامیاب نہ ہو سکو گے

اگر وہ تمہارے بارے میں باخبر ہو گئے (اگر ان کو تمھارے عقائد کے متعلق حقیقت کا علم ہو گیا) ...... وہ تمہیں رجم

کر دیں گے (وہ مجبور کر دیں گیں اپنی پالیسی کے انتخاب کے لئے ، وہ جینا مشکل کر دیں گیں ، دہشت گرد اور securityrisk قرار دئے جاؤ گے ، ہر طرف سے لعنت ملامت اور ہر جگہ ذلیل کئے جاؤ گے ، بدتہذیب اور جاہل قرار دئے جاؤ گے) ...... یا تمہیں دوبارہ لوٹا لیں گے اپنے دین میں (یعنی دوسروں کی طرح غلام بلکہ اس بھی بدتر بن کر رہو اور اس بے دین بے خدا نظام کی پوجا کرو اور اسی کی اطاعت کرو اور عالمی کفر کا ایک حصہ بن جاؤ) ...... اور اس صورت میں تم ہرگز کامیاب نہ ہوسکو گے

موجودہ دور میں خصوصاً اسلام پر جو جنگ مسلط کی گئی ہے اس میں مسلمان کو دو میں سے ایک کو منتخب کرنے کو کہا جاتا ہے ۔ یا تو مسلمان اس دنیا کے انسانی حاکموں کے تابعداری کرے اور یوں اپنے عقائد سے ہاتھ دھو بیٹھے اور سمجھوتہ کرلے اس حد تک کہ وہ رہ سکے حصہ بن سکے یاجوج اور ماجوج کے عالمی نظام world order میں ۔ یا وہ قبول کرے جلاوطنی ،لعنت ملامت اور سزائیں ۔ ہاں اگر مسلمان اسلام دشمنوں کے ساتھ اصحاب کہف کی طرح برتاؤ کرے اور مقابلہ کرے تو اللہ کی طرف سے مدد اور ساتھ کا حصول ممکن ہو جاتا ہے ۔

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ / لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ / وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ج / اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ / فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ط / رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ط / قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ / لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا / (۲۱)
اور اسی طرح سے ہم نے ان کو ان پر ظاہر کر دیا ...... تاکہ لوگ جان لیں ...... کہ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے ...... اور بے شک قیامت کہ اس میں کوئی شک نہیں ...... اور جب کہ وہ آپس میں ایک معاملے میں جھگڑ رہے تھے ...... تو انہوں نے کہا کہ ان کے اوپر کوئی بناؤ عمارت ...... اور ان کا رب ان سے خوب واقف تھا ...... تو کہا ان لوگوں نے جو کہ ان کے اس معاملے پر غالب آئے ...... کہ ہم ضرور بنائیں گے ان کے اوپر ایک مسجد ۔

اور اسی طرح سے ہم نے ان کو ان پر ظاہر کر دیا ...... تاکہ لوگ جان لیں (کہ جب وہ آپس میں مکالمہ کریں کہ کیا ہوا اتھا اصحاب صفہ کے ساتھ) ...... کہ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے (وعدہ الٰہی مدد کیلئے ، ان لوگوں کے لئے مدد جو کہ ٹارگیٹ ہیں اللہ کے دشمنوں کے) ...... اور بے شک قیامت کہ اس میں کوئی شک نہیں ...... اور جب کہ وہ آپس میں ایک معاملے میں جھگڑ رہے تھے ...... تو انہوں نے کہا کہ ان کے اوپر کوئی بناؤ عمارت ...... اور ان کا رب

ان سے خوب واقف تھا ......تو کہا ان لوگوں نے جو کہ ان کے اس معاملے پر غالب آئے ...... کہ ہم ضرور بنائیں گے ان کے اوپر ایک مسجد (مزار یا عبادت کی جگہ ان کی یادگار کے طور پر)۔

مسجد یا مزار کا جو ذکر آیا ان نوجوانوں کے یادگار کے طور پر، اس سے معلوم چلتا ہے کہ اسلام کے خلاف لادین اور بے خدا نظام ختم ہوگیا اور ایسا نظام کا قیام ہوگیا جس میں اللہ کی عبادت کی جاتے ہے۔ سورہ کہف سے آج کے مسلمانوں کو بہت تقویت حاصل ہوتی ہے جن پر اسلام کے خلاف شدید مصائب کا معاملہ ہے، جن کے اللہ پر ایمان کا امتحان، شدید امتحان لیا جارہا ہے۔ اس سورت سے روشنی کی کرن دکھائی دیتی ہے مسلمانوں کے لئے ایمان والوں کے لئے ظلمت کے دور کے دوران شدید مصائب کے دور کے دوران طویل اندھیروں کے دوران عظیم الشان جھوٹ کذب دجل فریب دھوکا ظلم پکڑ دھکڑ اور قتل عام کے دور میں، کہ یہ چیزیں یہ ظلمتیں یہ ہمیشہ نہیں رہیں گیں اور کل آنی ہے، وہ کل وہ آنے والا دن جب سچائی جھوٹ پر غالب ہوگی۔ چناچہ وہ مایوس نہ ہوں، امید کا دامن نہ چھوڑ دیں اور عقائد کے معاملے میں کسی قسم کا کوئی سمجھوتہ نہ کریں۔

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ‌ج / وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا م بِالْغَيْبِ‌ج / وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ‌ط / قُلْ رَّبِّىْۤ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۵ قف / فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا / وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا / (۲۲)
عنقریب وہ کہیں گے کہ وہ تین تھے اور ان کا چوتھا تھا کتا ...... اور وہ کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور ان کا چھٹا تھا کتا ...... یہ بغیر دیکھے کے پتھر مارنے ہیں / تیر پھینکنے ہیں (یہ بغیر دیکھے کے اندازے لگانے ہیں) ...... اور وہ کہتے ہیں کہ وہ سات تھے اور اٹھواں تھا ان کا کتا ...... اے نبیؐ ان سے کہئے میرا رب ان کی تعداد کو خوب جانتا ہے ...... اور اسے کوئی نہیں جانتا سوائے چند کے ...... اے نبیؐ آپ ان کے بارے میں زیادہ بحث نہ کیجئے مگر کچھ ظاہری سے بحث ...... اور آپ ان کے بارے میں ان سے کچھ نہ پوچھئے

خبردار کیا گیا ہے کہ ایسا وقت آئے گا، ایسا دور ہوگا کہ واقعہ کے اصل کی طرف سے دھیان اور توجہ کو ہٹایا جائے گا اور چھوٹے چھوٹے معاملات میں الجھا دیجائے گا مثلاً اصحاب کہف کی تعداد۔ یوں اس بات کا معلوم چلتا ہے کہ اسلام مخالفین انتہائی باریک بینی اور توجہ کے ساتھ مسلمانوں کو فروعی اور مسلکی معاملات میں پھنسارہیں ہیں مثلاً آپ ﷺ کے پیدائش کا مسئلہ اور ان کا دن بنانے کا مسئلہ، تاکہ توجہ نہ جائے سیاسی جبر پر اور معاشی غلامی پر

جس نے اس انسانیت کو تباہ کر دیا ہے۔
مسلمان ان بے کار لایعنی اور فضول چیزوں کے قریب بھی نہ پھٹکیں۔ ان کو چاہئے لازمی ہے کہ وہ واقعات اور معاملات کے مغز ان کے جڑ کو سمجھیں ان کے پس پردہ تک پہنچیں اور اس ردعمل کو پانے کی کوشش کریں جو کہ رب کی رضا ہے جو کہ اللہ تعالی چاہتے ہیں جو کہ معلوم چلتا ہے قرآن سے اور سیرت نبوی ﷺ سے۔
اس آیت سے یہ بھی معلوم چلتا ہے کہ جن لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے استفسار کیا تھا اصحاب کہف کے متعلق ان کو بھی صحیح اور مکمل معلومات نہیں ہے۔ اور علم صرف اللہ ہی کو ہے اور اس نے اس سورت میں اس معاملے کے متعلق مطلع کیا ہے اور چاہئے یہودیوں کے علماء کو کہ وہ قرآن کو قبول کریں کہ یہ غیر تحریف شدہ الٰہی کلام ہے جو کہ ابراہیم علیہ اسلام کا بھی رب ہے۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا/ (۲۳)
اے نبی ﷺ آپ ﷺ ہرگز نہ کہیے کہ کسی چیز کے لیے کہ میں اس کام کو کرنے والا ہوں کل
اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ز/ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ/ وَقُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ/ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا/ (۲٤)
مگر ساتھ یہ کہئے کہ اگر چاہا اللہ نے ...... اور یاد کیجئے اپنے رب کو جب کہ آپ ﷺ بھول جائیں ...... بلکہ ساتھ یوں بھی کہیے ممکن ہے کہ رہنمائی فرمائے میرا رب ...... اس سے بھی زیادہ قریب کسی راہ کی
سیرت نبوی ﷺ میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ یہودی ربیوں نے نبی ﷺ کے خدمت اقدس میں تین سوالات رکھے تھے جن کے جوابات صرف نبی ہی دے سکتے ہیں۔ وہ اس سوال کے جواب کے اس لئے متمنی تھے (بقول ان کے) تا کہ وہ جان سکیں کہ محمد ﷺ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔ سیرت میں ریکارڈ ہے کہ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ان سوالات کا جواب وہ اگلے دن دیں گیں (وحی الٰہی کی مدد سے) مگر اِن شَاءَ اللّٰه کہنا رہ گیا زبان اقدس سے۔ جبرئیلؑ کا آنا تاخیر کا شکار ہو گیا اور آپ ﷺ کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ اتفاقاً نہیں ہوا ہو بلکہ یہ الٰہی تنبیہ تھی دجال کے دور میں رہنے والوں کے لئے اور یاجوج اور ماجوج کے دور میں رہنے والوں کے لئے کہ اِن شاءَ اللّٰه کہنا تقریباً متروک ہو جائے گا اس دور میں جو کہ اصطلاح ہے تہذیب ہے یقین ہے ایمان ہے اللہ اور صرف اللہ پر کہ تمام کام صرف اور صرف اللہ کی اذن سے ہوتے ہیں۔ اللہ یعنی غیب پر ایمان ہر حال میں اور ہر وقت والا معاملہ دجال اور یاجوج اور ماجوج کے دور میں کم سے کم ہو جائے گا۔

ایمان والوں کو اس دور کے پہچاننے کی صلاحیت ہونی چاہئے کہ اس دور میں ان کو جہنم کی آگ کی طرف لے جانے کی دجالی کوششیں ہوگیں۔ حضرت ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو پہلے سے ہی مطلع کر دیا ہے کہ آخری دور میں دجال آئے گا جس کے ایک ہاتھ میں آگ ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں پانی۔ مگر دراصل پانی آگ ہوگا اور آگ پانی ہوگا۔ اِن شاءَ اللہ کہنے کی کمی دراصل اللہ پر کم ہوتے بلکہ نہ ہونے کی علامت ہے۔ کیا آج کا دور وہ دور نہیں ہے۔ کیا آج سیکولرازم پوری دنیا کا نظام اور غالب ایمانیات اور مذہب نہیں ہے۔ کیا آج، یہ پوری دنیا کا عقیدہ، ایمان، علم، جستجو، اوڑھنا بچھونا، حکومت، سیاست، معشیت، کاروبار، فلسفہ نہیں ہے۔ ایمان والوں کو سیکولرازم کے متعلق پڑھنا چاہئے اس کی حقیقت جاننا چاہئے اور موجودہ دور میں ہر وقت چوکنا رہنا چاہئے۔ کیوں کہ مسلمانوں کے پاس سچائی ہے جو کبھی بھی باطل کے ساتھ پنپ نہیں سکتا اور بالآخر اس نے باطل کو مٹا دینا ہے۔

مغرب اور اسلام اور مذاہب عالم اور اسلام میں مکالمہ ممکن ہی نہیں کیونکہ مکالمہ برابر کی سطح پر ہوتا ہے ان کے درمیان ہوتا ہے جن کی مابعد الطبیعیات [Metaphysic]، علمیت [Epistomology]، کونیات [Cosmology]، منہاج علم [Paradigm of Knowledge]، طریقہ کار [Discourse] یکساں سطح کا ہو اور یکساں ماخذات علم سے اکتساب فیض کرتا ہو۔ اب مغرب و اسلام یا اسلام و ادیان عالم میں مکالمہ Dialouge نہیں۔ Monologe ممکن ہے کیونکہ اسلام الحق اور قرآن الکتاب ہے، قرآن کی آیت اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی چیز کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے [یعنی توحید] سے بعض جدیدیت پسند علماء کا یہ استدلال نہایت جاہلانہ اور احمقانہ ہے کہ قرآن کی اس آیت کے ذریعے آج بھی اہل کتاب سے مکالمہ ممکن ہے یہ استدلال اس لئے قابلِ قبول نہیں کہ مکالمے کی دعوت جناب رسالت مآب ﷺ نے اللہ کے حکم پر اہل کتاب کے سامنے پیش فرمائی، لیکن اہل کتاب نے شرک کو ترک کرنے اور توحید کو اختیار کرنے سے صاف انکار کر دیا اور مکالمے کا آخری موقع کھو دیا۔ اپنے کفر پر قائم رہے اور اپنے آپ کو حق سمجھتے رہے لہٰذا مکالمے کا دروازہ اب قیامت تک کے لیے بند ہوگیا اور اہل کتاب کے شرک پر قرآن نے مہر تصدیق ثبت کر دی لہٰذا مکالمے کی دعوت ٹھیک نہیں ہے البتہ اہل کتاب اور ادیان عالم کو دین حق کی دعوت نہایت احسن طریقے پر پیش کی جا سکتی ہے اور ان کے شبہات اعتراضات سوالات کا علمی و عملی انداز میں موثر جواب لازماً دیا جانا چاہیے۔ اسلام اور مذاہب کے درمیان مکالمے کی حالیہ مغربی کوششیں صرف شر پسندی ہیں جن کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ دنیا میں تمام جنگوں، مشکلات، اختلافات، جھگڑوں کا اصل سبب مذاہب عالم کا کسی ایک موقف پر متفق نہ ہونا ہے جب کہ اصلاً اسلام کے سوا تمام مذاہب عالم اب محض روحانی

تعیش [Spritual Luxury] کے طور پر باقی ہیں دنیا میں کوئی مذہب اپنی مذہبی تعلیمات پر عمل درآمد کے لیے ریاست کا طالب نہیں۔ ہر مذہب میں ریاست اور مذہبی تعلیمات الگ الگ ہیں۔ ہر مذہب نے City of Godاور City of man کے عیسائی فلسفے کے تحت اپنی الگ دنیا بسالی ہے جو ریاست، سیاست معاشرت، جہاد سے کوئی سروکار نہیں رکھتے لہٰذا کسی مذہب کا نہ اسلام سے ٹکراؤ ہے نہ دنیا میں کوئی مذہبی ریاست قائم ہے جو اسلام کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرے یا مزاحم ہو اس وقت اصل جنگ تو مغرب کے مذہب سرمایہ داری، مذہب انسانی حقوق اور مذہب آزادی سے ہے جس کی محافظت کے فرائض تمام محرف مذاہب عالم انجام دے رہے ہیں۔ لہٰذا بین المذاہب مکالمے کی تمام مغربی کوششیں مغرب کی دہشت گردی غنڈہ گردی، استبداد، استعمار، توسیع پسندی، اور مغرب کی جانب سے دنیا پر مسلط کردہ جنگوں، خوں ریزی کو لوگوں سے چھپانے کی سنہری کوششیں ہیں تاکہ لوگوں کی توجہ مغربی دہشت گردی کے بجائے خواہ مخواہ مذہبی دہشت گردی کی طرف مرتکز کر کے مغرب کو بچالیا جائے۔

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ / وَازْدَادُوْا تِسْعًا/ (٢٥)
اور وہ رہے اپنی غار میں تین سو برس تک ...... مزید انہوں نے زیادہ لگائے نو برس (شمسی اعتبار سے تین سو قمری اعتبار سے تین سو نو برس)

قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْاج / لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِط/اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْط/مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّجز/ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا/ (٢٦)
اے نبی ﷺ ان سے کہیے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے بہتر جانتا ہے کہ وہ کب تک رہے ...... اس اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کے علم میں ہے زمین اور آسمانوں کے تمام راز ...... وہ کیا خوب دیکھنے والا ہے اور کیا خوب سننے والا ہے ...... اور اس اللہ کے سوا ان کے لئے نہ کوئی دوست ہے ...... اور نہ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حکم کے اختیار میں کسی کو شریک کرتا ہے
اے نبی ﷺ (معاملے کو انجام کو پہنچاتے ہوئے) اور ان سے کہیے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے بہتر جانتا ہے کہ وہ کب تک (غار میں) (کیونکہ وقت مختلف طول عرض یعنی مختلف الجہت ہوتا ہے اور اللہ کا ایک دن ہمارے ہزار بلکہ پچاس ہزار ایام کے برابر ہوسکتا ہے) رہے ...... اس اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کے علم میں ہے زمین اور آسمانوں کے تمام راز ...... وہ کیا خوب دیکھنے والا ہے اور کیا خوب سننے والا ہے (ہر شے، ہر ایک کے متعلق

)...... اور اس اللہ کے سوا ان کے لئے نہ کوئی دوست ہے ...... اور نہ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حکم کے اختیار میں کسی کو شریک کرتا ہے

اللہ تعالیٰ کے کلام کے مطابق کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں ہے کوئی اس کا ساجھی نہیں ہے اور یوں کسی کا کوئی حصہ اس کی حکومت میں نہیں ہے ۔ اسی کی حکومت ہے بادشاہی ہے اسی کی ملکیت ہے اسی کی خالقیت ہے اسی کی عبادت ہے اسی کی محتاجی ہے اسی کی طرف لوٹنا ہے ۔ مگر آج ، ہمیں ہماری جدید ریاست یہ بتاتی ہے کہ جو کچھ ہے صرف ریاست کا ہے اسی کی ملکیت ہے اسی کا قانون ہے اسی کی حکومت ہے وہ سچ اور جھوٹ کا تعین کرے گا وہی GOOD کا تعین کرے گا تہذیب اور اخلاقیات وہی متعین کرے گا ۔ یہی شرک دراصل دجالیت ہے اسی نظام میں پھلنے پھولنے اور ترقی کرنے اور اس کو اپنا جستجو اور خواہشات کا محور بنانے کا نام دجالیت کو مکمل قبول کر لینا ہے اور اس نظام میں یعنی دجال کے نظام میں اس کے ساتھ ساتھ چلنا اور اپنے کو ایمان والا بھی سمجھنا کہنا اور لڑ جانا ہی دراصل فتنہ ہے دجل ہے فریب ہے اور یہ فریب ہم صرف اپنے آپ کو دے رہے ہیں ہم خود ہی دجال کے پانی کو قبول کر رہے ہیں جو کہ دراصل آگ ہے ۔ اور اس لاعلمی اور بے اعتنائی اور بے پروائی جو کہ اس نظام کے مابعد الطبعیات metaphysics سے ہو رہی ہے اس میں نہ صرف عام مسلمان شامل ہے بلکہ دین کے عالم بھی شامل ہیں وہ اسی نظام میں اپنے مدارس اور خانقاہیں اور دارلعلوم میں رہ کر اور چند مظاہر عبادات میں قانع ہو کر سمجھ رہے ہیں کہ وہ پکے سچے کھرے مسلمان اور انبیاء کے وارث ہیں اور ان کا ہر قدم دراصل جاہلیت جدیدہ یعنی دجال کے نظام کو مضبوط کر رہا ہے اسے تقویت پہنچا رہا ہے الا ما شاء اللہ ۔ یا تو علماء اس نظام کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہیں یا جان بوجھ کر جاننا نہیں چاہتے یا مجرمانہ لاعلمی برت رہے ہیں یعنی کہ جانتے ہیں مگر اپنے اقتدار کو کھونا بھی نہیں چاہتے کہ وہ جس نظام میں رہ رہے ہیں وہ مکمل طور پر عالمی شرک ہے اس نظام کے برپا کرنے والے کون ہیں اس نظام کے کیا اساس ہیں اس کے کیا cosomology , ontology and epistomology علیت اور حقیقت ہے اس نظام کی تصور خیر اور شر کیا ہے اس نظام کے تحت علم کس کو کہتے ہیں کسے اس نظام میں انسان کہلانے کا حق ہے کس کو انسانی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے اور کون انسان نہیں ہیں اور اس نظام کے تحت کن کو کوئی انسانی حقوق حاصل نہیں ہیں ۔

ہر زمانہ میں دو ہی تہذیبیں رہی ہیں اسلام اور جاہلیت ۔ آج کی جاہلیت ہے مغربی تہذیب ، مغربی فکر ، جو کہ اپنے فطرت کی وجہ سے اسلام دشمن ہے ۔ اور اس کی گہرائیوں سے ہم لاعلم ہیں ۔ مغربی فلسفہ ، سرمایہ داری ، جمہوریت ، بنیادی حقوق ، عالمگیریت ، آزادی ، آزادی اظہار رائے ، ، مساوات ترقی اور فلاح [پروگریس و

ڈیولپمنٹ] کے مغربی نظریات کا طوفان مذاہب، تہذیبوں، ثقافتوں اور زبانوں کے لیے عالمگیر خطرہ بن چکا ہے۔ضروری ہے کہ مغربی فکر، فلسفے، افکار، تہذیب اور مابعدالطبیعیات کا اسلامی علمیاتی محاکمہ کیا جائے جس طرح یونانی تہذیب وافکار کا محاکمہ کیا گیا۔ ہم مغربی فلسفہ پڑھنے اور سمجھنے کے لئے تیار نہیں اس کے باعث مغربی اصطلاحات عالم اسلام میں عام ہوگئیں اور مختلف اسلامی مفکرین نے سادگی، سادہ لوحی اور مغربی فلسفہ سے ناواقفیت کے باعث ان خطرناک مذہب دشمن مغربی اصطلاحات کو اسلام کی سائنسی شکل قرار دیا۔ ہر اصطلاح اپنا ایک خاص سانچہ اور ڈھانچہ رکھتی ہے اس کی تاریخ ہوتی ہے اس کی مابعدالطبیعیات اور الہیات ہوتی ہیں اس اصطلاح کا خاص پس منظر ہوتا ہے لیکن ہم نے ان تمام حقائق سے صرف نظر کر کے تمام مغربی اصطلاحات کو اسلام کے سانچے میں ڈھال دینے کا تہیہ کر رکھا ہے۔

جیسا کہ ہمیں علم ہوا، اس وقت اسلام کے مقابل نظام، نظامِ جاہلیت، مغربی فکر ہے۔اور آج یہی غالب ہے۔ مغربی نظام یعنی سرمایہ داری ہو یا اشتراکیت، مقاصد ایک ہی ہیں صرف ان کو حاصل کرنے کا طریقوں میں فرق ہے۔سرمایہ داری میں سرمایہ کارپوریشنوں کے پاس اور اشتراکیت میں سرمایہ اسٹیٹ کا ہوتا ہے۔ مختصراً یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ مغربی معیار کے مطابق انسان کون ہے اور اس کا کیا مقصدِ زندگی کیا ہے۔اس سلسلے میں دو اکنامکس کے مکاتب فکر ہیں Classical اور Neo Classical اور دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ انسان کا مقصد صرف لذت حاصل کرنا ہے Man is a pleasure seaking animal ۔لذت حاصل کرنے کے لئے پیسہ چاہئے اور پیسہ کس طرح کمایا جائے یہ اکنامکس سکھاتی ہے۔جس سوسائٹی میں لذت حاصل کرنے کے جتنے مواقع زیادہ ہیں وہ سوسائٹی اُتنی ہی ترقی یافتہ اور آزاد سوسائٹی developed progressed free society ہے۔ چنانچہ مغربی فکر کا سارا زور پیسہ کمانے پر ہے اور نتیجتاً روحانیت کی مغربی فکر میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا لذت ہر ایک کے لئے ایک جیسا ہوتا ہے اور کیا اسکے حاصل کرنے کا طریقہ تمام معاشروں میں ایک جیسا ہے کیا اسکے معیارات یکساں ہیں یعنی جس کو امریکی لذت سمجھتے ہیں اسے کیا پاکستانی بھی لذت سمجھ سکتا ہے ۔کیا جس طریقہ سے چینی لذت حاصل کرتا ہے وہ طریقہ ایک سعودی کو بھی قابل قبول ہے۔کیا لذت ایک معروضی حقیقت ہے مثلاً سورج ایک معروضی حقیقت ہے یعنی uiniversal truth ہے دنیا کا ہر ایک فرد سورج کی روشنی دینے کی صلاحیت کا اعتراف کرے گا۔ لذت ایک معروضی حقیقت نہیں ہے بلکہ ایک subjective حقیقت ہے۔ایک universal truth نہیں ہے بلکہ اس کے معیارات ہر معاشرے کے حساب سے الگ الگ ہیں۔ہم دیکھتے ہیں کہ ہر معاشرہ کا لذت کا معیار، تصور اور ماخذ الگ الگ

ہیں ۔مگر مغربی مفکرین نے خصوصاً اس دور میں لذت کے تصور کو معروضی objective طور پر پیش کیا یعنی لذت کی حقیقت، مآخذ جو وہ سمجھتے ہیں وہی صحیح ہے اور اس دنیا کے تمام معاشروں تہذیبوں کو اس کو مان لینا چاہئے اور اس بات پر عمل کرنا ہی ترقی ہے۔ اس نظریئے کو انھوں نے پوری دنیا پر تھوپا اور impose کیا۔

۱۷ ویں صدی یعنی اس مغربی فکر سے پہلے کسی بھی مذہب یا فلسفہ میں صرف لذت کا حصول ہی مقصد زندگی نہ تھا، مغرب نے پچھلے تمام تہذیبوں کے مخالف فکر پیش کی ۔سوال یہ ہے کہ انھیں کس طرح معلوم چلا کہ انسان کا مقصدِ زندگی لذت کا حصول ہے، جواب دیا جاتا ہے کہ یہ انسان کی تمنا WILL ہے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ نہ ان پر وحی آئی ہے اور نہ انھوں نے اجتماعی رائے شماری کروائی۔ یوں یہ نظریہ self imposed theory خود مسلطی نظریہ ہے۔

ان کے مطابق چونکہ انھوں نے یہ بات قبول کرلی (اور آج ہم نے بھی قبول کرلیا اس لئے) یہ Universal Truth بن گیا۔اس نظریئے میں جو فرد، ادارہ، معاشرہ، مذہب رکاوٹ ڈالے جو کتاب رکاوٹ ڈالے اسے مٹا دینا چاہئے ۔

اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کی انسان صرف اور صرف لذت پسندی lust,pleasure seeking میں ہی مشغول ہو۔اس نظریئے کو انھوں نے دنیا میں مسلط کرنے کے لئے ہر جائز و ناجائز کام کئے ذرائع اختیار کئے ۔دنیا کی معلوم ۷۰۰۰ سال کی تاریخ میں متعدد تہذیبیں رہیں ہیں ان کے مابین کُل قتل و غارت اور پچھلے تین سو سالوں کے مغرب کے ہاتھوں قتل و غارت کا موازنہ کیا جائے تو پچھلے تین سو سالوں کی قتل و غارت زیادہ ہیں۔صرف امریکہ میں انھوں نے ۹ ملین (اور ایک اور تحقیق کے مطابق ۱۰۰ ملین ۔ضرور پڑھئے کتاب: ہوئے تم دوست جس کے از ڈاکٹر حقی حق، شفیق پبلی کیشنز تاکہ ہمیں علم ہو سکے امریکہ کی تاریخ، مہذب تہذیب اور آج کے نظام کی تخلیق کی تاریخ) ریڈ انڈین مار دئے اور یہ ان لوگوں نے کیا جو خود کو مہذب اور انسانی حقوق کا علمبردار کہتے ہیں اور جمہوریت، بنیادی حقوق، عالمگیریت، آزادی، آزادی اظہار رائے،، مساوات ترقی اور فلاح کے علامت سمجھے جاتے ہیں اور اس قتل غارت میں ان کے مفکرین اور سیاستدانوں کو کوئی پشیمانی نہیں ہے۔

اسلام انسان کو اللہ کے احکامات کا پابند بناتا ہے یہ احکامات تمام انبیاء کے تعلیمات میں موجود ہیں اور آج موجودہ امت مسلمہ اس خدائی تہذیب اور تعلیمات کے وارث دار ہے۔اسی لئے مغرب اس امت کے درپے ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا مغرب کا یہ تصور کہ انسان ایک لذت حاصل کرنے والا جانور ہے ۔۔قابل قبول ہے یا نہیں۔

۱) ہم دیکھتے ہیں کی ۲۱ ویں صدی سے پہلے مسلم اور غیر مسلم تہذیبوں میں کبھی بھی صرف لذت پسندی مقصد حیات نہیں رہا۔حتی کہ یونانی فلسفہ میں بھی ایثار، بہادری اور قربانی کے تصورات ہیں۔ لذت کی کوئی انتہا نہیں ہوتی ہے اور یہ تصور انسان کو خود غرض بنا دیتا ہے اور وہ صرف اپنی ذات ہی دیکھتا ہے صرف اپنا مفاد ہی دیکھتا ہے اور صرف اگر خاندان کو دیکھا جائے تو خاندان قربانیوں سے چلتے ہیں مثلاً اگر صبح ماں یا باپ دونوں میں سے کوئی بھی جلد صبح نہ اٹھے تو بچہ اسکول نہیں جا سکے گا۔ (۲) بندہ خود خدا بن جاتا ہے اور وہ خود ہی اپنے بارے میں صحیح اور غلط کے فیصلے کرتا ہے۔مغربی فکر، فلسفہ، تہذیب انسان کو اللہ کے اختیارات تفویض کرتا ہے اور انسان اپنی ہی پرستش کرنے لگ جاتا ہے۔ حالانکہ یہ صرف اللہ رب العزت ہی کو سزاوار ہے کہ وہ جو چاہے کرے۔ انسان کہ یہ اختیارات نہیں ہیں۔ (۳) اس مغربی لذت پسندی کے نظریئے سے موت کا تصور ختم ہو جاتا ہے۔مغربی فلسفہ اس بات پر بحث ہی نہیں کرتا ہے کہ انسان کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائے گا۔ کیا ستم ظریفی ہے کہ حالانکہ پیدائش اور موت کا ہر انسان کے ساتھ معاملہ ہے مگر مغرب اس بارے میں بات کرنے کو تیار ہی نہیں ہے اور مغربی فکر فلسفہ اس عالمی سچائی سے دور بھاگتا ہے اور خود کو Rational عقلمند کہتا ہے۔ اپنے حدود کے خاتمہ اور لاچاری کو تسلیم کرنے کے بجائے یہ فلسفہ پیش کرتا ہے کہ یہ بے کار سوال ہے کہ میں کہاں سے آ گیا کیونکہ میں اس وقت یہاں ہوں اس پر بات کرو اور یہ بے کار سوال ہے کہ میں کہاں جاؤں گا آج کی بات کرو۔آج کی سائنس یہ بھی نہیں بتا سکتی کہ ایک آدمی کراچی میں کیوں پیدا ہوا یا آیا، نیو یارک میں کیوں نہیں آیا۔ انسان عاجز ہونے کے بعد اللہ کو مانتا ہے مگر یہ تہذیب شکست کھا کر بھی اللہ کو اللہ نہیں مانتا۔ زندگی اور موت کا صحیح تصور کسی تہذیب کو متوازن کرتا ہے۔

ہم یہ بحث کیوں کر رہے ہیں۔ کیونکہ جب تک دشمن کی خبر نہ ہو اس کے افکار نظریہ اسرار فلسفہ کی خبر نہ ہو ہم کیسے مقابلہ کریں گیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ وہ شخص دین کی کڑیاں بھکیر دے گا جو جاہلیت سے اچھی طرح واقف نہ ہو۔ اس بات کو ایک مثال سے سمجھتے ہیں کہ مغرب میں جو بہت زیادہ خرچ کرے وہ اتنا ہی بڑا ہے۔ اچھا صارف یعنی good consumption ترقی کی علامت ہے۔ جبکہ بندہ مومن تو فکر کرتا ہے زمین کے نیچے کی یا آسمانوں سے اوپر کی، یعنی اسلامی معاشرہ برا صارف Bad Consumer معاشرہ ہوتا ہے۔مگر ہم میں مغربی فکر اس طرح سرایت کر چکا ہے کہ ہم بھی زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کی ڈور میں لگے ہیں۔ اگر مغربی فلسفہ کی باریکیوں کے بارے میں پتہ نہ ہو تو ہم بھی انہی کے رو میں بہتے چلے جائیں گیں جو کہ عملاً آج کی صورتحال ہے۔

مابعدالطبعیات Metaphysics کیا ہوتے ہیں۔ یہ ہوتے ہیں ان سوالات پر مشتمل جو کہ بحث کرتے ہیں

متعلق = ۱) اللہ ۲) انسان ۳) کائنات اور انسان کی زندگی کے درمیان تعلق ۔۔۔ انسان کیوں آیا، کیا کرنا ہے، کیا یہ زندگی عارضی ہے یا مستقلاً رہنا ہے

۱۷ ویں صدی سے پہلے ہر معاشرہ میں آخرت کا تصور تھا، مگر ۱۷ ویں صدی کے بعد مقصد صرف لذت حاصل کرنا رہ گیا اور تصور یہ قائم ہوگیا کہ جو لذت حاصل نہ کرے وہ انسان نہیں ہے۔ مذہبی معاشرہ اور مغربی معاشرہ کے لذتوں میں کیا فرق ہے۔ کیا مذہبی آدمی لذت حاصل نہیں کرتا ہے۔ (حاصل کرتا ہی لیکن یہ نہ مقصد ہے نہ ہدف نہ منزل یا مقصد وجود انسانی)

دونوں معاشروں کے لذت کے مابعد الطبعیات میں فرق ہوتا ہے (مابعد الطبعیاتی سوالات عالمگیر ہوتے ہیں میں کون ہوں کہاں سے آیا ہوں کہاں جارہا ہوں) لذت obective نہیں بلکہ subjective ہوتا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ ایک subjective معاملہ کو objective کردیا گیا۔ مغرب metaphysics میں تبدیلی لایا یعنی تصورِ خدا میں تبدیلی لایا۔ اب انسانی self خواہشات اور عقل، وحی اور خدا کے متبادل بن گئے، نفس کی پرستش ہی تصور انسانی ہے۔

مگر کیا واقعی یہ تبدیلی آئے ہے، یا یہ تو نہیں کہ صرف ظاہر کردیا گیا ہے کہ یہ تبدیلی آئی ہے اور تمام انسانوں کو مجبور کردیا گیا کہ وہ اس طرح سوچیں۔ اور اسے زبردستی عالمگیر سچ بنادیا گیا اور حالات اس طرح بنادئے گئے کہ اس نظریہ کے علاوہ کوئی اور تصور نہیں ہے۔

انقلاب کیسے برپا ہوتا ہے اس کا منبع اور بنیاد کیا ہوتا ہے۔ انبیاء علیہ اسلام کیسے انقلاب برپا کرتے ہیں۔ وہ پاک ہستیاں مکمل تبدیلیاں لاتی ہیں، وہ علیہ اسلام پورے معاشرہ کو تبدیل کرتے ہیں کیونکہ مکمل تبدیلی ہی دراصل انقلاب ہے، محدود یا جزوی تبدیلی یا partial adjustments، انقلاب نہیں ہوتا ہے۔ یہی بنیادی نکتہ ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے یاایھا الذین آمنو ادخلو فی اسلم کافه یعنی اے ایمان والوں پورے کہ پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ ایمان والوں سے اسلام میں داخل ہونے کو کہا جارہا ہے۔ اللہ کو جزوی نہیں کلی اطاعت مطلوب ہے۔ جیسے یا تو ایک عورت حاملہ ہوگی یا نہیں ہوگی، تیسری بات نہیں ہوگی۔ بندہ مومن ہوگا یا نہیں۔ یہی مکمل انقلاب ہے۔ It is complete package, take it or leave it. چند ظاہری تبدیلیاں۔، cosmetic adjustments انقلاب نہیں۔

تبدیلی کا پہلا مرحلہ تصور خیر وشر کا فرق ہے۔ انبیاء علیہ اسلام کا تصور خیر و شر وحی سے آتا ہے اور مغرب یا انبیاء علیہ اسلام کے مخالف تمدن کا تصور خیر کفر، آخرت سے انکار اور دنیا طلبی سے آیا ہے۔

انبیاء علیہ اسلام انسانی فکر کی مابعد الطبعیات یعنی انسان اللہ اور کائنات کی حقیقتیں اور ان کا آپس میں تعلق کے

تصور کو تبدیل کرتے ہیں۔ ہر چند کہ زمین و آسمان وہی ہوتے ہیں، وہی دنیا وہی آب و ہوا مگر فکر میں ایسی تبدیلی آتی ہے کہ وہی انسان جو زمان و مکان میں محصور ہوتا ہے انبیاء علیہ اسلام کا مان کر ان کے فکر پر عمل پیر ہو کر اس کی سوچ، فکر، vision عالمگیر ہو جاتی ہے اور وہ رنگ و نسل کی تفریق سے اوپر اٹھ جاتا ہے۔

انبیا علیہ اسلام کے طریقہ کار کو سمجھنے کے لئے آج سے کئی ہزار سال پہلے کے سپر پاور، فرعون کا مصر کی طرف چلتے ہیں جو کہ آج کی سائنس و ٹیکنالوجی سے برتر صلاحیتیں رکھتا تھا جیسا کہ اُس دور کے اہرام کے اسرار کے متعلق آج کی جدید سائنس کچھ نہ جان سکی۔ ایک طرف اُس وقت کا سپر پاور کا بادشاہ فرعون، اور دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ اسلام جن کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے پاس مختلف options تھے مثلاً کوئی سیاسی پارٹی بنا لیتے یا جدوجہد آزادی شروع کر دیتے یا فرعون کے حلیف بن جاتے یا اُس دور کی سائنس و ٹیکنالوجی حاصل کرتے پھر اس سے فرعون کے نظام پر قابو پاتے مگر حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے کیا option اختیار کیا کہ اللہ مالک ہے، اللہ کی زمین ہے اللہ کی مانو اس ہی کی عبادت کرو اور اس کے مطیع بن جاؤ۔ یہی مختصر جملے، پیغام، ہر پیغمبر نے دیا ہے اسی کی دعوت دی ہے مگر ان جملوں میں کیا ایسی بات ہے کہ اس کے ماننے والے انقلاب برپا کر دیتے ہیں اور ہر انبیاء علیہ اسلام کے ان جملوں کی مخالفت کی گئی۔

یہ مختصر جملے انسانی تصورِ خیر و شر کو تبدیل کر دیتے ہیں۔ یعنی اس تصور کو کہ (Good And Bad) انسان اس دنیا میں کیوں آیا ہے اور اس کا مقصدِ زندگی کیا ہے۔ (Metaphysics) جب تصورِ خیر تبدیل ہو جائے گا تصورِ کائنات تبدیل ہو گا یعنی انبیاء علیہ اسلام تصور وحدانیت پیش کرتے ہیں۔ انبیاء علیہ اسلام کے معاشرہ اور دوسرے معاشروں کے نہ صرف تصورِ خیر الگ الگ ہوتے ہیں بلکہ ان کے حاصل کرنے کے طریقے اور مآخذ بھی الگ الگ ہوتے ہیں۔ اگر صحیح تصورِ خیر معاشرہ قبول کر لے انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر قبول کر لے تو اس سے خیر ہی خیر کی شاخیں نکلتی ہیں اور ہر تصور ٹھیک ہو جاتا ہے۔ تصورِ خیر کی تبدیلی سب سے مشکل کام ہوتا ہے جیسا کہ حضرت نوح علیہ اسلام کے ساتھ ہوا۔ تصورِ خیر میں تبدیلی سے ہر چیز ہر جز میں تبدیلی ہو جاتی ہے۔ مکمل انقلاب مکمل تبدیلی تصورِ خیر میں تبدیلی کے بغیر نہیں آتا ہے۔

انبیاء علیہ اسلام کے تصورِ خیر میں انسان عبد ہوتا ہے، اللہ کا بندہ ہوتا ہے، عبد یعنی غلام، ہر وقت کا غلام، انسان کی ہر فکر ہر عمل کا تعلق اللہ سے ہوتا ہے۔ اس طریق میں انسان کو رہنمائی خارجی ذریعہ یعنی وحی الٰہی سے ملتی ہے کیونکہ وہ اللہ کے احکامات کا پابند ہے تابع ہے۔ جبکہ غیرِ انبیا کے تصورِ خیر میں انسان ہی سب کچھ ہے، وہی عقلِ کُل ہے اور اُس کے اچھے بُرے کا فیصلہ وہی کرتا ہے۔

آج کی فکر یہ ہے کہ انسان آزاد پیدا ہوا ہے۔ مگر کیا انسان سے پوچھا گیا تھا کہ وہ انسان پیدا کیا جائے یا کوئی

اور مخلوق۔ اور اگر فیصلہ اس کے انسان ہونے کے متعلق کر دیا گیا تو کیا اس سے یہ پوچھا گیا کہ وہ کس ملک میں بھیجا جائے، کس معاشرے میں کن لوگوں میں کن نسلوں میں۔ انسان جب اپنے پیدائش سے ہی آزاد نہیں ہے تو پھر کیسے آزاد ہوا۔ ہاں اختیار کی آزادی ہے یا تو اللہ کے بندہ بنو یا شیطان کے، تیسرا کوئی اور option نہیں ہے۔ یہ صلاحیت انسان کے فطرت میں ودیعت کر دی گئی ہے، جب اس سے عہد لیا گیا (عہد الست)۔ انبیا علیہ اسلام انہی انسانی فطرت اور سوئے ہوئے اچھائی کو ایمان کی بارش سے زندہ کرتے ہیں اور ان کی آبیاری کرتے ہیں۔ یوں انسان کے تصور خیر میں تبدیلی آنے کی بدولت انفرادی اور اجتماعی اعمال میں تبدیلی آئی، معاملات میں تبدیلی آئی، رویوں میں تبدیلی آئی۔ انبیاء علیہ اسلام معاشرہ کی لائف اسٹائل کو مکمل تبدیل کر دیتے ہیں۔ اگر معاشرہ کی لائف اسٹائل میں تبدیلی نہیں آتی ہے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ تصورِ خیر صرف باتیں ہیں۔ اب انبیاء علیہ اسلام کے معاشرہ میں دنیا کو اتنا ہی برتا جاتا ہے جتنی شرعی حدود میں ضرورت ہے، دنیا کو استعمال کی اجازت ہے مگر اسے مقصدِ حیات نہیں بنایا جاتا ہے اور اسے اپنی چاہت نہیں بنایا جاتا ہے۔ انبیاء علیہ اسلام عشق کا رخ موڑ دیتے ہیں۔ آپ ﷺ کو دنیا میں سے کچھ نہیں دیا گیا۔ اتنا بھی نہیں جتنا کہ ہمارے عام آدمی کے پاس ہے۔ انبیاء علیہ اسلام نے کبھی بھی اپنے دور کے arcitrecture کو نہیں اپنایا، کبھی اپنے دور کے معاشرت کو جاہلی کلچر کو نہیں اپنایا۔ مگر اس سے یہ مراد نہیں کہ ہم آج کے دور کی بنیادی ضروریات کو بھی چھوڑ دیں بلکہ ضرورت اس امر کی ہے ہم اپنا مقصدِ زندگی، انبیاء علیہ اسلام کے لائے ہوئے فکر کے مطابق رکھیں، اپنے ideal کو انبیاء علیہ اسلام کا لایا ہوا ideal بنا دیں، اونچی عمارتیں بلند و بالا محلات ٹیکنالوجی وغیرہ یہ سب کبھی بھی انبیاء علیہ اسلام کا مقصد نہیں رہی۔ فرمان رسالت مآب ﷺ ہے زہد کی زندگی قیادت کے لیے لازمی ہے کیونکہ اس کے بغیر حکمت کی روشنی عطا نہیں ہوتی۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو دنیا سے اس کو اس طرح پرہیز کراتا ہے جس طرح کہ تم میں سے کوئی اپنے مریض کو پانی سے پرہیز کراتا ہے، [جب کہ اس کو پانی سے نقصان پہنچتا ہو] فرمایا ﷺ نے: زہد کی وجہ سے بندے پر حکمت کا القا ہوتا ہے۔ فرمایا ﷺ نے: جو بندہ زہد [لذائذ دنیا سے کنارہ کش ہونا] اختیار کرے اللہ تعالیٰ ضرور اس کے دل میں حکمت اگائے گا اور اس کی زبان پر بھی حکمت جاری کرے گا۔ فرمایا ﷺ نے: جو شخص آخرت کو اپنا مقصد بنائے وہ دنیا کی آرائش وعشرت سے دستبردار ہو جائے گا۔ [یہی بندہ اللہ کی نظر میں حیادار بھی ہے] فرمایا ﷺ نے: ''معاذؓ! آرام طلبی اور خوش عیشی سے بچتے رہنا، اللہ کے خاص بندے آرام طلب اور خوش عیش نہیں ہوا کرتے''۔ فرمایا ﷺ نے: اے عمرؓ! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ کفار کے لیے دنیا کا عیش ہو اور ہمارے لیے آخرت کا عیش۔ مَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ لَهُمُ الدُّنْیَا وَلَنَا الاٰ خِرَة ۔ فرمایا ﷺ نے کہ ہر امت کے لیے کوئی خاص آزمائش ہوتی ہے اور میری

امت کی خاص آزمائش مال ہے''۔ فرمایا ﷺ نے: جو شخص دنیا کو اپنا محبوب ومطلوب بنائے گا وہ اپنی آخرت کا ضرور نقصان کرے گا اور جو کوئی آخرت کو محبوب بنائے گا وہ اپنی دنیا کا ضرور نقصان کرے گا۔ فرمایا ﷺ نے کیا کوئی ایسا ہے کہ پانی پر چلے اور اس کے پاؤں نہ بھیگیں؟ عرض کیا گیا: حضرت ﷺ! ایسا تو نہیں ہوسکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح دنیا دار گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

انبیاء علیہ اسلام کی سوسائٹی اور معاشرہ میں ideal، دنیا نہیں بلکہ آخرت ہو جاتی ہے۔ جب کہ مغربی فکر کے پیروکاروں کا ideal، لذت اور صرف لذت کا حصول ہے۔ جتنی زیادہ کوشش لذت کی طرف اتنی ہی ترقی۔ یہی وجہ ہے کہ پچھلے ۲۰۰۔۳۰۰ سالوں میں سب سے زیادہ ترقی ہوئی۔ اس لئے کہ انسان کا مقصد زندگی اس کا ideal صرف پیسہ دنیا ہوگئی اور یوں اکنامکس (جو کہ علم کی وہ قسم ہے جو سکھاتا ہے کہ کس طرح حاصل کیا جائے سرمایہ کی بڑھوتری)، سائنس اور ٹیکنالوجی کا ایک ہی کام رہ گیا، دنیا کو آسائشات کا اسیر بنانا۔ انبیاء علیہ اسلام کی سوسائٹی اور معاشرہ میں اس کا استعمال ہے مگر یہ ان کا ideal نہیں ہوتا۔ مگر المیہ یہ ہے کہ مغرب اور انبیاء علیہ اسلام کی تعلیمات کے وارث امت مسلمہ دونوں کے ideal ایک ہوگئے۔ مسلمہ امہ میں انقلاب لانے کے لئے اس ideal کا تبدیل ہونا ضروری ہے۔ اسی کے بعد clash of civilsation ہوتا ہے۔ آج یہ بات مسلمہ امہ کے دانشوروں کی اچھی تعداد کو نہیں معلوم مگر مغرب کے دانشوروں اور کرتا دھرتا کو معلوم ہے۔

وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ط/ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِہٖ جقف/ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا/ (۲۷)

اے نبی ﷺ تلاوت کرتے رہیے جو آپ ﷺ کی طرف وحی کیا گیا آپ ﷺ کے رب کی کتاب میں سے ...... آپ ﷺ کے رب کے فیصلوں کو بدلنے والا کوئی نہیں ...... اور آپ ﷺ اس اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی پناہ گاہ نہ پائیں گے

اے نبی ﷺ تلاوت کرتے رہیے (اور تعلیم دیتے رہئے) جو آپ ﷺ کی طرف وحی کیا گیا آپ ﷺ کے رب کی کتاب میں سے (یعنی قرآن) ...... آپ ﷺ کے رب کے فیصلوں کو بدلنے والا کوئی نہیں (قرآن میں کوئی تحریف نہیں کرسکتا کوئی اس کے باتوں کو بدل نہیں سکتا) ...... اور آپ ﷺ (اور ان آیات کو پڑھنے والا مخاطب بھی)

اس اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی پناہ گاہ نہ پائیں گے (اگر قرآن تعلیمات کے مطابق حالات کا تجزیہ کیا جائے)

دجال کے حملوں سے بچاؤ کے لئے ابتدائی ہتھیار کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ ہے تلاوت قرآن پاک عموماً اور سورہ الکہف خصوصاً۔ اس تلاوت کی وجہ سے قاری نہ صرف قرآن پڑھتا رہتا ہے بلکہ اس میں تذکر اور تدبر بھی کرتا رہتا ہے اس یقین کے ساتھ کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور یہ غیر تحریف شدہ غیر انسانی کلام ہے۔ یہ ان لوگوں کو بھی سوچنے اور تفکر کرنے کی دعوت دیتی ہے جن کو اس کلام کے متعلق شک ہے تاکہ وہ اس ۱۴۰۰ سال پہلے کے کلام کو پڑھیں اور اس کے دئے گئے حقائق پر غور کریں۔ ہر کسی بھی قسم کے قاری کو قرآن پڑھ کر اور اس پر تفکر کرتے یہ اندازہ ہو جائے گا کہ اس کلام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے اور آج ویسا ہی ہے جو کہ اپنے نازل کرتے وقت تھا اور تا قیامت ویسا ہی رہے گا، یعنی کہ یہ کلام الہی ہے اس کے ساتھ اللہ کی خصوصی مدد ہے اللہ کی نگرانی میں ہے جب کہ خصوصاً آج کا جدید دور اس بات کا شاہد ہے کہ کوئی چیز بھی کوئی شعبہ بھی کوئی علم بھی کوئی فلسفہ بھی کوئی قانون بھی آج ایسا نہیں ہے جو مکمل صحیح ہو جو کرپٹ نہ ہو جو تغیر شدہ نہ ہو جس میں وسعت یا کمی کی گنجائش نہ ہو۔

جب جب مسلمان، ایمان رکھنے والے، ایمان والے، قرآن پڑھتے ہیں اسے سمجھتے ہیں اس کے اندغوطہ لگاتے ہیں، انہیں چاہئے کہ وہ آخر میں دعا مانگیں کہ نہ صرف اللہ ان کی تلاوت کو قبول کرے بلکہ ساتھ ہی اللہ رب العزت اس کو قرآن کے فہم اس کے علم اور اس کے موتیوں سے بھی قاری کو نواز دے بہرہ مند کر دے آشکار کر دے مناسبت کر دے، قرآن ہی دراصل علم ہے، حکمت ہے، ہدایت ہے اور قاری کو اس کے حصول کے لئے صرف اس کے منبع سرچشمے کے خالق، اللہ رب العزت ہی سے دعا مانگنی چاہئے اس کے توفیق کی التجا کرنی چاہئے۔ نور صرف قرآن ہے، شفا صرف اسی سے ہی ملے گی۔ اسی کی دعا ہونی چاہئے۔ اور یہ کہ قرآن بندہ کی زندگی کا ساتھی رہنما دوست اور محافظ ہو اور موت کے وقت بھی۔ قبر میں بھی، اور روز حساب بھی۔ یہ ایک بہترین ڈھال بن جائے گی مومن اور دجال کے بیچ اور مومن کو تحفظ پہنچائی گی دجال سے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ / يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ / وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ج / تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج / وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا / وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا / (۲۸)

اور روکے رکھئے اپنے آپ ﷺ کو ان لوگوں کے ساتھ...... جو کہ پکارتے رہتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام

...... اور وہ اس کی رضا کے طلب گار ہیں ...... اور آپ ﷺ کی نگاہیں ان سے نہ ہٹیں ...... کیا آپ ﷺ بھی طلب گار ہیں دنیا کی زندگی کی زیب وزینت کے لئے ...... اور آپ ﷺ ہرگز اہمیت نہ دیں/ بات نہ سنیں اس کی کہ جس کے دل کو ہم نے غافل کردیا اپنی یاد سے ...... اور اس نے پیروی کی اپنی خواہشات کی ...... اور اس کا معاملہ حد سے بڑا ہوا ہے

اور (آخرت کے دن تک) روکے رکھئے اپنے آپ ﷺ کو ان لوگوں کے ساتھ (ماننے والوں کی صحبت کی تلاش میں رہئے) ...... جو کہ پکارتے رہتے ہیں اپنے رب کو صبح وشام (دل اور روح کے ساتھ) ...... اور وہ اس کی رضا کے طلب گار ہیں (اپنے دل میں) (طلب گار ہیں کوشاں ہیں اس لئے شعوری عبادت کرتے ہیں دعا کرتے ہیں مارے باندھے کی نہیں محض اٹھ بیٹھ نہیں محض رسم نہیں محض دیکھا دیکھی نہیں) ...... اور آپ ﷺ کی نگاہیں ان سے نہ ہٹیں ...... کیا آپ ﷺ بھی طلب گار ہیں دنیا کی زندگی کی زیب وزینت کے لئے (ان سے نگاہیں نہ ہٹیں دنیا کی روشنی کے چکر میں اس کے چمک کی وجہ سے ۔ دراصل پوری مسلم امت مخاطب ہے ۔ کہ وہ دنیا کے طلبگار اور اس کی چمک دمک سے مرعب نہ ہو جائیں اس کے شیدائی نہ بن جائیں اور وہ اللہ کے مخلص مومنوں کو چھوڑ نہ بیٹھیں محض فانی دنیا کے چکر میں) ...... اور آپ ﷺ ہرگز اہمیت نہ دیں (ان کی نہ مانیں نہ سنیں نہ ان حاکمیت کو مانیں نہ ان کو رہنما مانیں) / بات نہ سنیں اس کی کہ جس کے دل کو ہم نے غافل کردیا اپنی یاد سے ...... (کیونکہ) اور اس نے پیروی کی (صرف) اپنی خواہشات کی (صرف اپنے ایجنڈے کی اپنے نفس کی طاقت دولت اور شہرت کے خواہش کی) ...... اور اس کا معاملہ حد سے بڑا ہوا ہے (اور اس نے سچے مومنوں یعنی اللہ والوں کے خلاف جنگ برپا کر رکھی ہے)

مسلسل ہدایات سے نوازا جارہا ہے ۔ دجال کے دور اس کے ہتھکنڈوں اور اس سے خطرات کے خلاف تنبیہات اور ہتھیار کے بارے میں مسلسل ہدایات دی جارہی ہیں ۔ یاجوج اور ماجوج کے برپا کئے ہوئے نظام اور عالمی ورلڈ آرڈر کے برپا کئے ہوئے کرپشن اور دجل کے دور میں رہنے کے لئے ہدایات دئے جارہے ہیں ۔ ان ہدایات کا جوہر یہ ہے مغز یہ ہے کہ وہ انتہائی احتیاط کے ساتھ سوچ سمجھ کر محتاط ہو کر اپنے مصاحبوں کو چنیں اپنے مصاحبت کے ساتھی اپنے دوست اپنے حبیب منتخب کریں اور یوں انتہائی باریک بینی کے ساتھ اپنے لئے جماعت کا انتخاب کرے ۔

ان کا انتخاب کریں ان کے ساتھ رہے ان کو کبھی نہ چھوڑے جو کہ واقعی اللہ والے ہوں اللہ کے خادم ہوں جن کی شخصیت سے نیکی ، محبت ، بھلائی ، للاہیت پھوٹے ظاہر ہو ۔ جن کا اللہ پر ایمان پر پختہ ہو اللہ پر کامل یقین ہو جو کہ

قرآن وسنت کو ہی اپنا سب کچھ مانتے ہوں اور اسلام کے خلاف جنگ اور مخالفت کے دور میں بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہی دامن تھامے ہو۔ ان کا ساتھ نہ رہیں کوئی تعلق نہ رکھیں جو کہ لا خدا لا مذہب گناہ گار لالچی حرص نفس خواہش مکاری تکبر کا اظہار کریں اس تہذیب کے گن گائیں جس میں یہ تمام لازم ہوں، ان کے ساتھ نہ دوستی کریں جو کہ سہارا دیں دوستی بڑھائیں رہنما مانیں ہدایات لیں، ان سے ان لوگوں سے ان اقوام سے ان اداروں سے ان حکومتوں سے جو اللہ دشمن ہوں جو اللہ کے ماننے والوں پر مصائب کا پہاڑ توڑ دیتے ہوں جو اسلام دشمنی کو اپنا ایمان مانتے ہوں یہ وہ ہیں جن کے اپنے دنیاوی مفادات ہیں اور جن کے تمام کاوشیں بیکار جائیں گیں کچھ کام نہ آئیں گیں جیسے کی سراب جیسے کہ دھواں جیسے کہ بلبلہ جیسے کہ مکڑی کا جال جیسے کہ مچھر کا پر۔ کیا یہ وہ لوگ نہیں ہیں جو آج مسلمانوں پر حکمرانی کر رہے ہیں دنیا کے مختلف خطوں میں، جب کہ ہر جگہ اللہ والے، سچے اور پکے مومن، ہر جگہ دیوار سے لگائے جا رہے ہیں ذلیل کئے جا رہے ہیں نشان زدہ کئے جا رہے ہیں مجبور کئے جا رہے ہیں۔ چپ کئے جا رہے ہیں۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْقف / فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ / وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ج / اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَاط / وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَط بِئْسَ الشَّرَابُ ط / وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا / (۲۹)

اے نبی ﷺ کہیئے کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے ...... پس جو کوئی چاہے ایمان لے آئے ...... اور جو چاہے پس وہ انکار کریں ...... بے شک ہم نے ظالموں کے لیے تیار کر رکھی ہے وہ آگ کہ ان کی قناعتیں ان کا احاطہ کیے ہوئے ہوں گی ...... اور اگر وہ فریاد کریں گے ...... تو ان کی فریاد رسی کی جائے گی اس پانی کے ذریعے سے جو کھولتے ہوئے تانبے کی مانند ہوگا وہ چہروں کو جھلسا دے گا ...... بہت ہی برا مشروب ہے ...... اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے آرام کے لئے

اے نبی ﷺ کہیئے (اس بے دین بے خدا دنیا سے) کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے (اس قرآن میں) (اور یہ کہ) ...... پس جو کوئی چاہے ایمان لے آئے ...... اور جو چاہے پس وہ انکار کریں (حق اور باطل کے انتخاب میں اسلام کی طرف سے کوئی جبر نہیں ہے) ...... بے شک ہم نے ظالموں کے لیے تیار کر رکھی ہے (جنہوں نے آزادی انتخاب کے باوجود بذات خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے گناہ کیا ہے حق اور سچ کو قبول نہیں کیا ہے یعنی اس قرآن کو نہیں مانا ہے اور اسلام کے خلاف جنگ برپا کر رکھی ہے اور سچے مسلمان اور عالموں کو دیوار سے لگا رکھا ہے) وہ آگ کہ ان کی قناعتیں ان کا احاطہ کیے ہوئے ہوں گی ...... اور اگر وہ فریاد کریں گے ...... تو ان کی فریاد

رسی کی جائے گی اس (گرم) پانی کے ذریعے سے جو کھولتے ہوئے تانبے کی مانند ہو گا وہ چہروں کو جھلسا دے گا ...... بہت ہی برا مشروب ہے ...... اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے آرام کے لئے

حق اور باطل کے انتخاب کے لئے اسلام کی طرف سے کوئی جبر نہیں ہے ۔ مگر جب کوئی فرد، گرہ، قوم، ملک، حکومت، ادارہ وغیرہ حق کو قبول نہ کرے (تو لازماً اس کا نتیجہ باطل کی قبولیت ہے) تو وہ پھر تیار رہے نتائج کے لئے ان بھیانک نتائج کے کئے جو انھوں نے بھگتنی ہے اس سزا کے طور پر جو ان کے نصیب میں لکھ دی گئی حق کو چھوڑنے پر ۔
تصور اور تخیل کی اپنی طاقت ہے ۔ یہاں جو منظر کھینچا گیا ہے وہ جہنم کا منظر ہے کہ ابلتا ہوا کھولتا ہوا گرم پانی ہے اور وہ پلایا جائے گا پیاسے جہنمیوں کو جو پانی کی فریاد کریں گیں اور پانی ان کے چہروں میں بہہ رہا ہو گا تاکہ اسلام کے دشمن ہوش کے ناخن لے لیں کہ وہ صرف اور صرف اپنے ساتھ ظلم کر رہے ہیں ۔ اس آزادی کے باوجود کہ حق اور باطل کے انتخاب میں کوئی جبر نہیں ہے، اللہ کے دوستوں کے خلاف اللہ کے دشمنوں نے جنگ برپا کر رکھی ہے تو ان کو چاہیئے کہ وہ اپنا انجام دیکھ لیں ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ / اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا / (۳۰)
اس کے برعکس بے شک وہ لوگ جو کہ ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے اعمال کئے ...... بے شک ہم ضائع نہیں کرتے اجر اس کا جس نے عمل کیا اچھا

چاہے کچھ بھی ہو جائے، نتائج کیا ہی بھگتنا پڑے، آس پاس ایمان والوں کے ساتھ سلوک کے مشاہدے کے باوجود پیچھے نہیں ہٹنا، صرف اللہ ہی کو راضی رکھنا، کسی کی ملامت کی پرواہ نہ رکھنا، بجائے عقل اور عقلیت کے ratinalisim، عشق سے عشق کرنا، تو ان کے لئے بشارت ہے، ہر طرف آگے پیچھے دائیں بائیں گھر میں باہر میں برائی کی کثرت اور اس کی محبت اور اس کی چمک دمک اور اکثریت کا اس پر اصرار کے باوجود، صرف حق میں جمے رہنا اور بالیقین جمے رہنا خود سے حق کا انتخاب کر کے اس کا بالرضا اتباع کرنا، ان کو اللہ رب العزت کی طرف سے خوشخبری ہے، اللہ کے طرف سے عظیم الشان وعدہ ہے اور حفاظت ہے ۔

أُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ/ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ/ وَّیَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ/ وَّاِسْتَبْرَقٍ/ مُّتَّكِئِیْنَ فِیْهَا عَلَی الْاَرَآئِكِط/ نِعْمَ الثَّوَابُط وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا/ (۳۱)

ان کے لیے ہیں باغات جاری ہوگی ان کے نیچے سے نہریں ...... وہ پہنائے جائیں گے ان باغات میں کنگن سونے کے ...... اور وہ پہنیں گے اس میں لباس سبز باریک ریشم میں سے ...... اور گاڑھے ریشم میں سے ...... اور وہ بیٹھے ہوں کے ٹیک لگائے ان میں تختوں پر ...... کیا ہی عمدہ بدلہ ہے ...... اور کیا ہی عمدہ وہ آرام کی جگہ ہے

دوبارہ منظرکشی کی جارہی ہے۔ ڈراوٗنے منظرکشی سے نہ صرف گناہ گاروں کے دلوں کو ڈرایا جاتا ہے بلکہ ساتھ ہی ساتھ اس سے مدد بھی ملتی ہے کہ وہ ایمان والی زندگی گزارنے کی بھرپور کوشش کریں۔ باغات، دریا، سونے کے کنگن، سبز ریشم، باریک اور گاڑھے ریشم، ٹیک لگانے کے لئے تکیئے، تخت، ۔۔۔ یہ سب بہت ہی اچھی اور اطمینان بخش ہوتے ہیں دلوں کے لئے۔

کیا ہوا جو کہ اس دنیا میں نہیں ملا، اور کیوں کر ملے، اکثریت کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ اگر وہ حلال کمائیں تو یہ سب یہاں نہیں ملے گا اور یہی سب آج کے دور کا اسٹینڈرڈ ہے لائف اسٹائل ہے ایمانیات ہے حاصل زندگی ہے۔ کیا کیا جائے اپنے آپ کو کیسے منایا جائے کہ قدرت اور طاقت رکھتے ہوئے بھی حرام سے بچا جائے، دل کو کیسے قابو میں رکھیں، اوروں کو تو چھوڑئے خود کو کیسے سنبھالیں۔ قرآن کی رہنمائی ہی یہ ہے کہ یہاں اس دنیا میں یہ عیش فانی ہے کہ ملکیت فانی ہے مگر اللہ رب العزت کے طرف سے جو آفر ہے اور ہمشہ کے لئے ہے، خود ہی کہہ رہے ہیں ''کیا ہی عمدہ بدلہ ہے ...... اور کیا ہی عمدہ وہ آرام کی جگہ ہے''۔

دوسری جانب ہر گھر میں موجود آج کے دور کی (جھوٹی، خودساختہ) ضرورت ٹی وی بھی انسانی دماغ اور دل میں تخیل اور منظرکشی کی بمبارڈمنٹ کردیتا ہے۔ خصوصاً بچوں کے ذہنوں میں اس کا اثر بہت زیادہ ہے بہت تیز ہے بہت قابل عمل ہے۔ تاکہ وہ قرآنی اور روحانی اور مقدس منظرنامہ بدل جائیں گناہگار فحاشی بدکاری کے مناظر سے مسلسل اور متحرک اور بار بار کے مناظر سے جن سے دل و دماغ تباہ ہوجاتے ہیں بگڑ جاتے ہیں تباہ ہوجاتے ہیں۔

بچوں اور بالغوں کے ماں باپ سنجیدگی سے سوچیں کہ وہ ٹی وی کو گھر سے باہر نکال دیں تاکہ بچوں کے ابھرتے ہوئے دماغ کی حفاظت کی جائے مقدس باتوں کی بیحرمتی کے مناظر اور تخیلات اور خیلات سے نظریوں سے۔

ٹی وی آج کی ضرورت ہے۔ یہ معلومات کا سرچشمہ ہے۔اس کے بغیر زندگی گزارنا تو دور کی بات،تصور بھی نہیں کیا جا سکتا!!!!

کیا واقعی؟

کیا فرماتے ہیں پی ٹی وی کے پہلے ڈائریکٹر ذوالفقار بخاری ''منافقت اور متضاد کردار کے لئے منفی ڈرامہ کرداروں کو ڈاڑھی لگائیے،مضحکہ خیز کرداروں اور یتیم العقل کرداروں کو مشرقی لباس پہنائیے۔ یہ یاد رکھیے کہ آپ کو اپنے تمام کرداروں اور اناؤنسروں کو وہ لباس پہنانا ہے جو ہمارے ترقی یافتہ معاشرے میں سو سال بعد رائج ہونا چاہیئے جو ایک فیصد اوپر کے طبقہ میں رائج ہے۔ (ویڈیو جنریشن ص ۳۱) اور فرماتے ہیں ٹی وی کے مقاصد'' آپ کو معلوم ہے پاکستان کی ترقی کا سب سے بڑا دشمن ہمارا مذہبی طبقہ ہے جو سیاسی، دینی اور معاشرتی سطح ہر ہر حکومت کے لئے راہ کا روڑا بن کر ابھرا ہے۔ ہماری ہر حکومت کے لئے یہی عناصر ہمیشہ خطرہ کا باعث بنا ہوا ہے۔ ٹی وی کا سب سے بڑا مقصد ان ملاؤں اور مذہبی جنونیوں کے خلاف جہاد کرنا ہے۔قوم اور پہلے متوسط طبقہ کو فرسودہ مذہبی تصورات سے آزاد کرائیں اور اس مقصد کو اس خوبی سے انجام دیں کہ لوگوں کو شعوری طور پر اس کا پتہ نہ چلے کہ آپ جدید نسلوں کو مذہبی جنونیوں اور ملاؤں سے اپنی معاشرت اور سیاست کو پاک کر دیں گیں جو ہر حکومت کے لئے زوال کا باعث بن جاتے ہیں اور قومی آزادخیالی کو چیلنج کرتے ہیں۔'' اور کہتے ہیں'' میں آپ میں سے ہر لکھنے والے کو اپنے پروگراموں کے معاوضے کے علاوہ دو سو روپے (1964 کا دو سو روپے ماہوار الگ دوں گا جو عربی پڑھے گا۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ٹی وی اور ریڈیو سے ایسے افراد کو بحثیت عالم دین اور جدید مفکر پیش کرسکیں اور ان تمام ملاؤں کے اثرات دور کرسکیں۔ جو مذہب کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں اور جنہیں طوعًا اور کرہًا پیش کرنے پر مجبور ہیں۔آپ کو مذہب کی خرافات سے معاشرہ کو نجات دلانے کا کام کرنا ہے،اور اسی لئے ہم اس ادارے کے ذریعے بالکل جدید ذہنوں کو آگے لانا چاہتے ہیں۔ میڈیا سے ذہنوں کو نہ صرف فرسودہ اور مردہ تصورات سے نجات دلانے کے لئے استعمال کیا جائے گا بلکہ ان کو پوری قوم کے محسوسات اور طرزِ فکر کو بدلنا ہوگا۔''

ہماری نسل کا بچپن اس حوالے سے بہت حساس ہوتا ہے۔بچپن کا دور ایسا ہوتا ہے کہ بچہ پروان چڑھ رہا ہوتا ہے اور اگر کوئی بچہ رات دن ٹی وی کے آگے بیٹھا رہے تو؟ ٹی وی اس بچے سے اس کی معصومیت کو چھین لیتا ہے ۔بچوں کے لئے ٹی وی کا نعم البدل بہت ساری چیزیں ہیں۔ ٹی وی کے تمام تر نقصانات جو ہوتے ہیں ان میں دماغ پر بہت زیادہ خطرناک اثرات ہوتے ہیں۔ ٹی وی بچوں اور والدین کے تعلقات کو ختم کررہا ہے۔ایک وقت تھا جب دادی اور نانی بچوں کو کہانیاں سناتی تھیں رات گئے والد کے ساتھ گھر والے حالات پر تبصرہ کرتے

تھے ۔ رات کا کھانا تمام گھر والے ساتھ مل کر ہلکی پھلکی نوک جھونک کے ساتھ کھاتے تھے ۔ سردیوں میں آگ جلا کر گھر والے اس آگ کے ارد گرد بیٹھے آگ کی تپش کا مزہ لے رہے ہوتے اور ساتھ ہی گپ شپ بھی جاری رہتی تھی ۔ اب ٹی وی نے بچوں کے کھیلنے کا وقت بھی چھین لیا ہے حالانکہ کھیل کھیل میں بچہ بہت کچھ سیکھ لیتا ہے لیکن ٹی وی بچوں کی شخصیت کو مسخ اور توڑ پھوڑ رہا ہے ۔ بچوں کی اپنی سوچنے کی صلاحیتیں ختم کر دی ہے ۔ جو وہ ٹی وی پر دیکھ رہے ہوتے ہیں وہی اپنا رہے ہوتے ہیں ۔

اور ویسے ہم کیا حاصل کرتے ہیں ٹی وی سے ۔؟

جذباتی اور رومانوی مکالمات ، بے ہودہ عشق ، خواہشات وشہوات کے نئے نئے طور طریقے ، آسائشات کی تمنا اور ان کا حصول ، گاڑیاں بنگلے ۔

اور یہ سب ہم دیکھتے ہیں باپ بیٹی کے ساتھ اور ماں اپنے بیٹے کا ساتھ ایک ہی کمرے میں ۔

زندگی کا مقصد ان پروگراموں سے ایک ہی معلوم چلتا ہے ، مقصدِ زندگی ہے لذت ۔ جس کے لئے کچھ بھی کیا جا سکتا ہے ۔ کیا یہ ہمارا بھی مقصد تو آج نہیں ہو گیا ، آہستہ آہستہ اور ہمیں پتہ بھی نہیں چلا ۔

کیا ہی بہترین بہانہ ہے ہمارے پاس کہ ہم تو مذہبی پروگرامات یا خبریں دیکھتے ہیں ، ۔ اچھا آخرت میں کیا دنیا کے معلومات کے بارے میں سوال ہوگا یا یہ سوال ہوگا کہ تمھارے اپنے اور اپنے گھر والوں کے کیسے معاملات تھے ۔ قیامت کے دن ہر ایک سے انفرادی محاسبہ ہوگا اور کم از کم ۵ سوالات کے جوابات دئے بغیر ہلنے نہیں دئے جائے گا کہ عمر کہاں لگائی ، جوانی کہاں لگائی ، جو علم دیا گیا وہ کہاں استعمال کیا ، دولت کیسے کمائی اور کہاں اور کیسے خرچ کی ۔ کیا ہماری تیاری ان سوالات کے بارے میں مکمل ہے یا ہم ان جوابات کی فکر کئے بغیر جہانوں کی ٹوہ کے چکروں میں ہیں ۔ ہم سنجیدگی سے غیر جانبدار ہو کر سوچیں کہ ہم کتنا وقت مذہبی پروگرام دیکھنے پر لگاتے ہیں اور کتنا وقت دیگر پروگراموں میں ۔ اب تو مذہبی پروگراموں میں بھی نعت پڑھنے والے ، ٹاک شوز ، میزبان وغیرہ خواتین ہونے لگی ہیں ۔ کیا اس مذہبی لبادہ میں کہیں ہم اپنے نفس کی تسکین تو نہیں کر رہے ہیں ۔ ہمیں اس سے کیا فائدہ حاصل ہوگا اگر ہم مختلف جانوروں کے بارے میں پروگرام دیکھیں ، ان کے رہن سہن دیکھیں ان کے درمیان عمل مباشرت دیکھیں ، کیا ۱۹ ویں صدی سے پہلے جن لوگوں کو یہ معلومات نہیں تھیں یا آج جن کو نہیں معلوم ہے وہ ناکام ہو گئے تھے یا ہیں ۔

یوں لگتا ہے کہ ہم نے سارے کام مکمل کر لئے ہیں ، ہمارے تمام مسائل حل ہو گئے ہیں ، سب سے بڑھ کر سب سے اولین کام اللہ کا نظام نافذ ہو گیا ہے دنیا میں دیگر مقامات میں مسلمان سب خوش باش ہیں کیا ہمیں سرٹیفیکیٹ مل گیا

ہے کہ ہم اور ہمارے اہل وعیال بخش دئے گئے ہیں ۔جبھی تو ہم بے دریغ وقت کا ضیاع کر رہے ہیں ۔اور گھنٹوں ٹی وی کے سامنے بیٹھے رہتے ہیں ہجڑوں اور بھانڈوں اور گویوں، فاحشہ عورتوں اور عزت بیچنے والیوں کے حالات زندگی ،ان کے کاوشیں ،ان کے جدوجہد،ان کے لائف اسٹال دیکھتے ،غور کرتے ،حلقہ یاراں میں ان کے بارے میں بحث کرتے اوران کی پیروی کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں ۔دین اسلام سے متنفراور دہریے مفکرین اوراستعماری ایجنٹ اوراسلام دشمن لال بجھکڑوں کی مجلسیں ۔علم کے نام پر دیکھتے ہیں ۔ٹاک شوز میں کیا ہوتا ہے، ہجڑوں، بھانڈوں ،گویوں ،فاحشہ عورتوں اورعزت بیچنے والیوں کے حالات زندگی، کیاان کے بھی حالات زندگی ،حالات زندگی ہوتے ہیں ،سب جانتے ہیں کہ وہ کیا ہیں ،عزتیں بیچنے والے اور ہرجگہ منہ کالا کرنے والے ،فن وآرٹ کے نام پر۔اگرہمیں حالتِ زندگی جاننے ہی ہیں توانبیا علیہ اسلام ،صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اوراکابرین کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کریں ،ان سے رہنمائی ملتی ہے۔

کوئی سا بھی پروگرام دیکھیں، چاہے ہمارے معاشرے کے چاہے باہر کے ، ہم غیروں کی یعنی دشمنوں یعنی تہذیب جاہلیت کے طورطریقے ،ان کے مذہبی اورمعاشرتی رسومات دیکھ رہے ہیں ،اوراسے دھیرے دھیرے قبول کرتے جارہے ہیں ۔عباسی خلیفہ ہارون رشیدفضولیات ،لہوولعب اوروقت کے اسراف کے بارے میں دین کی تعلیمات سے بخوبی آگاہ تھے،ان کے عہدخلافت میں ایک بازی گرہارون کے دربارمیں آیااوراپنی بازی گری ،فن کاری اور جادوگری دکھانے کی اجازت طلب کی ،اجازت دے دی گئی ۔فن کا مظاہرہ ختم ہوا تو ہارون نے سو دنیا اورسو درے لگانے کا حکم دیااس نے پوچھا درے کس وجہ سے جواب ملا کہ تم نے اپنی اعلیٰ صلاحیتیں ایک فضول کھیل میں صرف کیں کہ سوئیوں کے ناکوں میں سے سوئیاں گزرارکرسوئیوں کا ایک جال بنا ڈالا ،اس سے امت کوکیا فائدہ پہنچا یہ امت کوپہنچنے والے نقصان اوراپنی بہترین صلاحیتوں کے زیاں کی سزا ہے۔کیا عہد حاضر کی بے شمار ایجادات ،تعیّشات ، ذرائع تفریح خصوصاً ٹی وی وغیرہ اسی اصول کے تحت نہیں آتے ؟

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ پانچ کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو۔موت سے پہلے زندگی کو، بیماری سے پہلے تندرستی کو،مشغولیت سے پہلے فراغت کی گھڑی کو، بڑھاپے سے پہلے جوانی کواورفقر سے پہلے مالداری کو۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ دونعمتیں ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں بہت سے لوگ دھوکے کا شکار ہیں ۔ایک صحت اور دوسری فراغت ۔آج ٹی وی ہمارے معاشرے کا لازمی اوراہم عنصر بن گیا ہے۔ ۔ والدین خصوصاً والد یا معاش کے سلسلے میں سرگرداں فرد تھک آکرگھرآتا ہے اور بجائے اب گھروالوں کے ساتھ وقت گزارے، ان کی سنے اپنی سنائے ،ٹی وی کے سامنے بیٹھ جاتا ہے۔آج ہماری وابستگی ٹی وی کے ساتھ بڑھتی جارہی ہے اور ہر

روز یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔اور یہی عادت بچے اپنے والدین سے لیتے ہیں۔اوسطاً ایک بچہ جتنا وقت اسکول میں لگاتا ہےاس سے زیدہ وقت ٹی وی میں لگاتا ہے۔

فحاشی،عریانیت،قتل،دہشت گردی،تشدد،بدمعاشی۔یہ سب دیکھ کر بچوں میں اسی طرح کے عادات پروان چڑھتے ہیں۔برے آدمی villan کو ہیرو قانون ہاتھ میں لے کر ہی مارتا ہے۔خبروں میں قتل کے خبروں کی coverage اور اس کی جزیات نگاری۔حال ہی میں حقوق نسواں بل کے موقع پر تمام چینلوں لے پروگراموں میں زنا،زنا بالرضا اور بالجبر،اس کے جزیات پر بحث ہوئی۔بچوں کو جو معلوم نہیں ہونا چاہئے تھا وہ بھی معلوم ہوگیا، information overload, information کا تشدد۔

روم میں بعض آثار قدیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رومی شہنشاہوں نے کولیسم میں پچاس ہزار تماشائیوں کے بیٹھنے کا انتظام کیا تھا جہاں درندوں اور انسانوں کی لڑائی کا تماشہ دیکھا جاتا اور لوگ اس درندگی سے محظوظ ہوتے۔ درندگی کی یہ روایت مغربی تہذیب میں آج بھی زوروشور اور نت نئے اسلوب وآہنگ سے دہرائی جارہی ہے۔ امریکی جعلی کشتیاں اور مکے بازی کے معرکے جو ٹی وی پر ریسلنگ کے نام سے پیش کیے جاتے ہیں مغربی انسانوں کی درندگی کے بھیانک مناظر اور مظاہر کی نشان دہی کرتے ہیں۔ پہلوان اور مکہ باز ایک دوسرے کو جس طرح لہولہان کرتے ہیں قواعد وضوابط کو بالائے طاق رکھ کر اکھاڑے میں داخل ہوکر خفیہ ہتھیار، پنچوں، کرسیوں، میزوں، آہنی ہتھیاروں سے ایک دوسرے کو لہولہان کرتے اور شدید زودوکوب کر کے خوش ہوتے ہیں، یہ المناک صورت حال ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ نوجوان لڑکیاں اور عورتیں ان خونی مناظر پر تالیاں اور سیٹیاں بجا کر داد دیتی ہیں۔ Tabliod Television زرد ٹی وی زرد میڈیا پاکستانی معاشرے کے ساتھ ساتھ عالمی معاشرے کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ دنیا بھر میں تشدد، جنسی جرائم، دہشت گردی، غصے، اشتعال، عدم برداشت اور مار پیٹ کا سبق ٹی وی کے ان وحشیانہ کھیلوں اور کارٹون فلموں کے ذریعے عام کیا جارہا ہے جن میں اذیت رسانی وشر پسندی کے نئے نئے طریقے بچوں اور بڑوں کو سکھائے جاتے ہیں۔ٹام اینڈ جیری کارٹون اور ریسلنگ کے پروگرام اس کی مثالیں ہیں۔تمام کمپیوٹر گیمز تشدد اور وحشیانہ کھیلوں پر مبنی ہیں،جس کے نتیجے میں بچے مشتعل مزاج، جھگڑالو اور دہشت گرد بن جاتے ہیں۔اس کا لازمی فائدہ اسلحہ کے بیوپاریوں کو پہنچتا ہے۔ویڈیو گیمز اسلحہ کے عالمی خریدار پیدا کرتے ہیں۔

نت نئے چینلوں کے مقاصد کیا ہیں؟ پرائیویٹ ٹی وی چینل تیزی سے کیوں کھل رہے ہیں ان کے لیے سرمایہ کہاں سے آرہا ہے؟ پاکستان میں کاروبار سکڑ رہا ہے، صنعتیں بند ہورہی ہیں، درآمدات نے ملکی معیشت کا دیوالیہ نکال دیا ہے، اس کے باوجود ٹی وی چینلوں کو روپیہ کہاں سے مل رہا ہے؟ کیا ان ٹی وی چینلوں کے آمدنی و

اخراجات کے گوشواروں کا باریک بینی سے جائزہ لیا گیا ہے؟ ان چینلوں کے پیچھے خفیہ سرمایہ کاری کون کر رہا ہے؟ کیا سرمایہ دارانہ نظام کے بغیر ٹی وی کے اخراجات پورے کیے جاسکتے ہیں؟ کیا خراج معیشت کے تصور کے بغیر ٹی وی کا ایک پروگرام بھی تیار کیا جاسکتا ہے؟ اگر ٹی وی کو سرمایہ دارانہ نظام سے الگ کر دیا جائے تو کیا ٹی وی اپنے اخراجات صرف اپنے پروگراموں سے پورے کر سکتا ہے؟

مغرب سے آنے والی ہر چیز اپنے ساتھ ایک پوری تہذیب لاتی ہے۔ سائنس وٹیکنالوجی تو بہت بڑی چیز ہے بچوں کے کھلونے تک غیر اقداری Value nutral نہیں ہوتے یہ بھی Value Loaded اور Oriented ہوتے ہیں۔ مغرب سے آنے والی باربی ڈول کے خدوخال، رنگ وروپ، چال ڈھال، اعضاء کی بناوت، غمزے وعشوے ایک خاص تہذیب، ثقافت، تمدن کی نشان دہی کرتے ہیں حتیٰ کہ کارٹون فلموں میں دنیا کا سب سے مقبول ترین فلمی سلسلہ Tome & Jery بھی ایک خاص تہذیب وتمدن کی نمائندگی کرتا ہے۔ جس میں دہشت گردی، تشدد، شرپسندی، بدمعاشی اور شرانگیزی کو خصائص کبریٰ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، اس لیے آج کل کے اکثر بچے ہمہ وقت کسی نہ کسی شرانگیز کام میں مصروف رہتے ہیں اور ہروقت ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے ہیں حتی کہ اگر پڑوسی کی کئی نئی نویلی گاڑی نظر آجائے تو اس پر کسی تیز دھار چیز سے دو چار نشان لگا کر خوش ہوتے ہیں۔ یہ شرانگیزی اور فسادی ذہنیت ٹام اینڈ جیری کی پیدا کردہ ہے۔ ایک بھی کارٹون فلم ایسی نہیں ہے جو بچوں کی مثبت تربیت کرتی ہو ان کو تہذیب، اخلاق، آداب، تہذیب نفس سکھاتی ہو بچوں کی فلم فساد اور فتنہ کا طوفان سمیٹے ہوئی ملے گی ہر فلم توڑ پھوڑ سکھاتی ہے۔

میڈیا صرف کذب پھیلا رہا ہے، confusion پھیلا رہا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں سچ کے نام پر اس قدر ظلم کبھی نہیں ہوا۔ سنجیدہ امور ضمنی طریقے سے اور کھیل تماشے اصل حقیقت کے طور پر، بطور معروضی حقائق دکھائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ایکٹنگ پر ایوارڈ دینے کے لئے پینل بیٹھا ہوا ہے، ان کھیل تماشوں کو ان بھانڈ گویوں کو ان عزت بیچنے والوں کو معروضی طور پر عالمی سچائی کے طور پر مقصد زندگی کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ انقلاب کو ختم کرنا ہے تو میڈیا کو آزاد کر دو، کبھی بھی انقلاب نہیں آئے گا، کبھی بھی ماڈرن میڈیا سے انقلاب نہیں آتا۔ ٹی وی میڈیا انقلاب کو de deminize کر دیتا ہے۔ کیونکہ میڈیا انسانوں کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ لاکھوں لوگ مارے جارہے ہیں مگر سب ٹھنڈے ہیں، میڈیا کس طرح یہ خبریں بتاتا ہے، کوئی خبر دیکھی جارہی ہے، عراق میں اتنے لوگ ہلاک کر دئے گئے، اور بیچ میں کوئی اشتہار، افغانستان میں اتنے لوگ مارے جارہے ہیں اور پھر regular program کھانا پکانا یعنی اصل چیز اشتہار اور کھانا پکنا ہے

اور جو اصل خبر ہے وہ صرف خبر ہے صرف معلومات ہے اور بس ۔ جو اصل ہے اس سے معروضیت نکال دی گئی اور جو subjective ہے اس میں معروضیت objectivity ڈال دی گئی ۔ اس کو کہتے ہیں systemetic distortion of communication کیا تعلق ہے عراق میں لاکھوں مارے جانا اور کھانے پکڑنے کے درمیان میں ۔ انسان کی سوچنے سمجھنے کو distort کر دیتا ہے ۔

سچائی کو جاننے کا ایک طریقہ بتایا جاتا ہے کہ سچ تین عناصر سے مل کر بنتا ہے کہنے والا، سننے والا، مناظر speaker, listner, context یہ correspondance theory of truth ہے، اس دنیا میں ہیں ہیں ایسے کچھ جو کہتے ہیں کہ سچائی وہی ہے جو کہ کہا جائے اور جو دیکھا جائے اور یہ عام آدمی کا بھی سوچ ہے ۔ میڈیا یہی کرتا ہے کہ دکھا دو یہ سچ ہے ۔ یوں سچائی کوئی چیز نہیں ہے vary کرتا ہے کہنے والا، سننے والا، مناظر speaker, listner, context کے لحاظ سے ۔ اشتہار advertisement کا مطلب جھوٹ ہے ایسا جھوٹ جسے کوئی جھوٹ نہیں مانتا ۔ اشتہار کے تناظر میں context میں جو سچ ہے وہ اشتہار کی دنیا میں جھوٹ ہے ۔ ایک ماڈل اگر اشتہار میں آکر یہ کہے کہ فلاں کریم لگانے سے اس کی جلد گوری ہوگئی تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ سچ بول رہی ہے، ہوسکتا ہے وہ اس کریم کو استعمال بھی نہیں کرتی ہو مگر اس کی بات کو سچ مانا جائے گا کیونکہ اشتہار کے تناظر میں وہ سچی ہے اور اس کو جھوٹا بھی نہیں کہا جاسکتا ۔ context یہ ad ہے کہ ہم بے وقوف بنا رہے ہیں تناظر ہے کہ یہ ad ہے آپ بے وقوف بن رہے ہیں تو آپ کو کیا نہیں پتا کہ یہ ad ہے ۔ سچائی کچھ بھی نہیں ہے، بدلتا رہتا ہے کسی ایک کی تبدیلی سے، speaker, listner, context آج کی دنیا میں جتنا جھوٹ بولا جارہا ہے دنیا کی تاریخ میں اتنا کبھی نہیں بولا گیا ۔ کیونکہ truth کو redifine کر دیا گیا ہے مارکیٹ کی interest کی وجہ سے ۔ مثلاً ایک ٹی وی اشتہار میں ایک ماڈل آکر یہ باتی ہے کہ فلاں کریم لگانے سے میں گوری ہوگئی ہوں اور کوئی اس کریم کو لگا کر گورا نہ ہو تو وہ اس ماڈل کو جا کر پکڑ نہیں سکتا ۔ وہ تو یہ کہے گی کہ یہ تو ایڈ تھا یعنی کہ ایڈ میں اشتہاری دنیا میں سچ کچھ اور ہے ۔

کیا ٹی وی سے نظر کی حفاظت ہوسکتی ہے ۔ ممکن ہی نہیں ہے کہ آپ اپنے نظروں کی حفاظت کرسکیں ۔ ہر پروگرام میں اور مختلف پروگراموں کے دوران، commercials کے دوران، مسلسل کیا دیکھا جاتا ہے، ہم پر مسلط کیا جاتا ہے غیر شرعی لباس پہنے ہوے مرد اور عورت، جنسی ہیجان، lust ۔ حدیث کے مطابق غلط نظر شیطان کی تیروں میں سے ایک ہے اور اللہ کی اس پر لعنت آتی ہے ۔ یہ بات تو طے ہے کہ کسی بھی پروگرام سے حیا کی تعلیم نہیں ملتی ہے ۔ میزبان خواتین، ماڈلز خواتین، نعت پڑھنے والے خواتین، ہر جگہ خواتین ۔ ایک تجزیہ کے مطابق

۵۰ سے ۶۰ فیصد مواد جنسی مواد پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اور بمشکل ۱۰ فیصد مواد سے شوہر اور بیوی کے تعلقات کی اہمیت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

اللہ رب العزت کے احکامات ہیں:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا / لَھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ لا / فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ ط / وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ / بے شک وہ لوگ جو کہ پسند کرتے ہیں کہ فحاشی بے حیائی پھیلے ان لوگوں میں جو کہ ایمان لائے ہیں ...... ان کے لئے دردناک عذاب ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ...... اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے (۱۹) یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا / لَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ ط / وَمَنۡ یَّتَّبِعۡ خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ فَاِنَّہٗ یَاۡمُرُ بِالۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ ط / وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَتُہٗ / مَا زَکٰی مِنۡکُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَبَدًا لا / وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ط / وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ / اے لوگو ل جو ایمان لائے ہو شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو ...... اور جس نے شیطان کے نقش قدم کی پیروی ...... تو وہ تو حکم دیتا ہے بے حیائی کا اور برائی کا ...... اور اگر تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا اور اس کی رحمت نہ ہوتی ...... تم میں سے ایک بھی نہ پاکیزہ رہ سکتا کبھی بھی ...... اور یہ اللہ تعالیٰ ہے جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے ...... اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا ہے اور جاننے والا ہے (۲۱) قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِھِمۡ / وَیَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَھُمۡ ط / ذٰلِکَ اَزۡکٰی لَھُمۡ ط / اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا یَصۡنَعُوۡنَ / اے نبی کہئے اہل ایمان مردوں سے کہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں ...... اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں ...... یہ ان کے لئے پاکیزہ ہے ...... اور بے شک جو کچھ وہ کاریگری کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے جاننے والا ہے (۳۰) وَقُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنٰتِ یَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِھِنَّ / وَیَحۡفَظۡنَ فُرُوۡجَھُنَّ / وَلَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَھُنَّ / اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنۡھَا / وَلۡیَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوۡبِھِنَّ ط / وَلَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَھُنَّ / اِلَّا لِبُعُوۡلَتِھِنَّ اَوۡ اٰبَآئِھِنَّ / اَوۡ اٰبَآءِ بُعُوۡلَتِھِنَّ / اَوۡ اَبۡنَآئِھِنَّ / اَوۡ اَبۡنَآءِ بُعُوۡلَتِھِنَّ / اَوۡ اِخۡوَانِھِنَّ / اَوۡ بَنِیۡۤ اِخۡوَانِھِنَّ اَوۡ بَنِیۡۤ اَخَوٰتِھِنَّ / اَوۡ نِسَآئِھِنَّ / اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُھُنَّ / اَوِ التّٰبِعِیۡنَ غَیۡرِ اُولِی الۡاِرۡبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ / اَوِ الطِّفۡلِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یَظۡھَرُوۡا عَلٰی عَوۡرٰتِ النِّسَآءِ ص / وَلَا یَضۡرِبۡنَ بِاَرۡجُلِھِنَّ / لِیُعۡلَمَ مَا یُخۡفِیۡنَ مِنۡ زِیۡنَتِھِنَّ ط / وَتُوۡبُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ جَمِیۡعًا / اَیُّہَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ / اور اے نبی کہہ دیجئے مومن عورتوں سے کہ وہ بھی اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں ...... اور وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں ...... اور اپنی زیب و زینت کو ظاہر نہ کریں ...... سوائے اس میں سے از خود ظاہر ہو جائے ...... اور چاہیے کہ اپنی اوڑنیاں ڈال لیا کریں اپنے

گریبانوں پر ...... اور اپنی زیب و زینت کو ظاہر نہ کریں ...... سوائے اپنے شوہروں کے ...... اور اپنے باپ کے ...... یا جوان کے شوہروں کے باپ ہیں ...... یا اپنے بیٹوں کے سامنے ...... یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے سامنے ...... یا اپنے بھائیوں کے سامنے ...... یا اپنے بھتیجوں سے ...... یا اپنے بھانجوں سے ...... یا اپنی جان پہچان کی عورتوں سے ...... یا اپنی کنیزوں سے ...... یا ان (فرمانبردار) ملازموں سے جو کہ عورتوں کے معاملات سے کوئی سروکار نہیں رکھتے ...... یا ان بچوں سے کہ جن پر ابھی عورتوں کے وہ جنسی معاملات ظاہر نہیں ہوئے ...... اور وہ اپنے پاؤں کو زور سے نہ ماریں ...... تاکہ ظاہر ہو جائے جو کچھ پوشیدہ ہے ...... اور تم سب کے سب اللہ کے حضور توبہ کرو اے مومنو تاکہ تم فلاح پاؤ (۳۱) وَاَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى مِنۡكُمۡ / وَالصّٰلِحِيۡنَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَاِمَآئِكُمۡط / اِنۡ يَّكُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖط / وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ /

اور نکاح کر دیا کرو جو بھی تم میں سے بیوہ ہو ...... اور جو بھی تمہارے غلام اور کنیزوں میں سے نیک ہوں ...... اگر وہ فقیر ہیں ...... اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا ...... اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے (۳۲) نور اِنَّمَا يَاۡمُرُكُمۡ بِالسُّوۡٓءِ وَالۡفَحۡشَآءِ ...... بیشک وہ تمہیں ترغیب دیتا ہے برائی کی اور بے حیائی کی ...... وَاَنۡ تَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ...... اور یہ کہ تم کہو اللہ کے بارے میں وہ جو تم نہیں جانتے (۱۶۹) بقرہ

ان باتوں کو مذاق یا ہلکا نہ لیجئے۔ ہم ٹیکنالوجی اور معلومات کے نام پر اپنی اور اپنے اہل و اعیال کی زندگیاں اور عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ جبکہ حکم ہے: سورۃ تحریم : يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ عَلَيۡهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ اے لوگو جو ایمان لائے ہو ...... بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے ...... وہ جہنم کہ جس کا ایندھن ہے لوگ اور پتھر ...... اس جہنم کے اوپر معمور ہیں وہ فرشتے جو کہ بڑے تند خو ہیں اور بڑے زبردست ہیں ...... وہ نافرمانی نہیں کرتے اس کی جو حکم انہیں اللہ دیتا ہے ...... کرتے وہی ہیں جس کا حکم وہ دیئے جاتے ہیں (۶)

ایڈورٹائیزنگ ایک ایسی دنیا پیش کرتا ہے جو حقیقت سے ماورا ہے۔ سادہ سے شیمپو جنسی بھوک بڑھاتا ہے۔ خوبصورت ماڈل جوان آدمی کو مشروب پیش کر رہی ہوتی ہے۔ پرفیوم کو محبت سے آگے کے درجات کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ چیزیں جو کہ ہمیں خواہشات کی دنیا، جنسیات اور خوابوں کی دنیا میں لے جاتے ہیں۔ اگر کوئی باہر کے سیارے سے ہمیں دیکھے تو وہ یہ نتیجہ نکالے گا کہ ہم سحر و جادو میں گرفتار ہیں۔ ایڈورٹائیزنگ ایک ایسی دنیا

ہے ...... جہاں قوت و طاقت اشیاء کے پاس ہوتی ہیں ۔ پہلے زمانے کے لوگ جذبات و احساسات کو طاقت سمجھتے تھے ۔

یہی سرمایہ کاروں کی خاصیت ہے کہ زیادہ سے زیادہ خرچ (consumption) کی تہذیب کو پروان چڑھایا جائے ۔ اس پاگل پن نے ہمیں مکمل طور پر تبدیل کر دیا ہے ۔

چیزیں بنائی اور بیچی جاتی ہیں نفع کے لئے ۔اس کے لئے ایک پورا سائیکل ہے بنتا ہے جو کہ مشتمل ہے چیزوں کے بننے ،ان کے تقسیم اور استعمال

Production ... Distribution ... Consumption۔صنعتی انقلاب نے ProductionاورDistribution کا مسئلہ تو حل کر دیا ،مگر consumption کا کیا ہوگا ۔١٩ویں صدی کے آخر میں سرمایہ داری نے اشتہارات کو تخلیق کیا اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ۔اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کہ لوگ تیار ہو جائیں چیزوں کے زیادہ سے زیادہ اور مزید استعمال کے لئے ۔ اشتہاری دنیا کا یہ بنیادی اور اہم کام ہے کہ ایسے باصلاحیت لوگوں کا انتخاب کرے جو کہ ایک ایسی دنیا تخلیق کرے کہ جہاں ضروریات اور شناخت کا تعلق چیزوں کے ساتھ ہو جائے اور یہ مردہ چیزیں اس دنیا کے ساتھ زندہ ہو جائیں اور رچ بس جائیں ۔

تاریخ میں کوئی پروپیگنڈا ،اشتہارات کے پروپیگنڈا کے برابر نہیں ہوا ۔اشتہارات کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو convince کیا جائے کہ وہ خرچ کریں ،خرچ کریں ۔اس کے لئے اشتہاری صنعت سے وابستہ لوگوں نے ہر ممکن کوشش کی ،جس کے لئے غیر معمولی کام ، کوشش ،creativity ،attention اور رقم استعمال ہوتے ہیں ۔ یوں ہر سال اشتہارات کی دنیا میں رقم کا استعمال بڑھتا گیا (مثلاً سال ٢٠٠٦ میں پاکستان میں ایک پروڈکٹ لانچ کی گئی جس کا بجٹ ٦٠ کروڑ روپے تھے ۔ یہ ٦٠ کروڑ کہاں سے کمپنی واپس لے گی ، یقیناً ہم سے اور وہ بھی نفع کے ساتھ ۔ ہر اشتہار میں کم از کم تین باتیں ہوتی ہیں ، (١) اس پروڈکٹ کی تشہیر ، اس کا پروموشن تاکہ لوگ خریدیں اور کمپنی کو نفع حاصل ہو (٢) ایسے لوگ اشتہار میں پیش کئے جاتے ہیں ایسے لوگ stars بنا کر پیش کئے جاتے ہیں جو کہ بھانڈ اور گویئے ہوتے ہیں ۔جن کا کام اپنی عزتیں لٹانا اور ہوتا ہے اور فحاشی کے کام ان کا پیشہ ہوتا ہے ۔ یہ رول ماڈل بنا کر پیش کئے جاتے ہیں ۔ (٣) مغربی تہذیب اور طور طریقے پیش کئے جاتے ہیں ۔عورت کو ایک جنس کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جس سے جو جی چاہے کھیلے ،جس کی زندگی کا مقصد اپنے آپ کو سجا کر بھوکوں کے سامنے پیش کرنا ہوتا ہے ۔

غیر معمولی محنت ،صلاحیت اور رقم خرچ کرنے کے بعد آج اشتہارات ہمارے معاشرے کا حصہ بن گئی ہے صرف

۱۹۸۰ میں امریکہ میں ایک آدمی روز ۱۵۰۰ اشتہارات دیکھتا تھا ۱۹۹۶ میں ۳۶۰۰ ہو گیا۔
ہمارا پورا ذرائع ابلاغ عامہ اشتہارات کے کے سہارے زندہ ہے۔ ٹی وی اور ریڈیو کا تقریباً ۱۰۰ فیصد منافع، اشتہارات سے آتا ہے، کچھ کم اندازاً ۸۰ تا ۹۰ فیصد میگزین اور اخبارات کے معاملہ میں ہے۔ یوں ہمارے ذرائع ابلاغ عامہ چیزوں کے بیچنے کا ذریعہ بن گئے ہیں vehicle for selling products۔ کیا پھر بھی ہمیں سچ کی تلاش ہے ان ذرائع ابلاغ عامہ سے۔ اور ان اشتہارات کو فلم اور ڈرامے کے اندر بھی دیکھا جاتا ہے۔ سیٹ کے پیچھے خاص پروڈکٹ، خاص مشروب۔ اسپورٹس، اسکول، انٹرنیٹ سب شامل ہیں اشتہارات کی سائکل میں حتیٰ کہ آسمانوں میں بھی، دنیا کا کوئی حصہ ان کے دسترس سے محفوظ نہیں ہے۔ لکس صابن کا اشتہار کراچی میں بھی اور شمالی وزیرستان میں بھی دیکھا جاسکتا اور پڑھا جاسکتا ہے۔ ہمارا پورا معاشرہ خرچ کرنے والا معاشرہ ہو گیا ہے۔ اس اشتہاری دنیا نے ہمارے سوچنے سمجھنے، زندگی گزارنے، زندگی کا مقصد، بچوں کی تربیت سب تبدیل کر دیا ہے۔ یہ ہمیں سکھاتا ہے کہ کب ہنسنا ہے اور کب رونا ہے۔

اشتہار کی دنیا میں مسابقت کی وجہ سے اس میں زیادہ صلاحیتیں اور رقم خرچ ہو رہی ہے۔ صرف ڈیڑھ سے دو گھنٹے کے اشتہار کا خرچہ ایک فلم کے خرچے سے زیادہ ہوتا ہے۔ ہم صرف یہی نہ دیکھیں کہ اشتہارات ہمیں چیزیں خریدنے پر مجبور کرتی ہیں یا نہیں بلکہ ساتھ ہی یہ بھی دیکھیں کہ ہمارے معاشرتی اور سماجی زندگی میں کس طرح اثر انداز ہو رہی ہے۔ تہذیبیں وہ ہوتی ہے، معاشرے وہ ہوتے ہیں جہاں معاشروں کی اپنی اقدار و روایات ہوتی ہیں جہاں اپنے روایات رچ بس گئے ہوتے ہیں۔ اچھے اور برے اقدار کی پہچان ہوتی ہے اخلاقی اقدار کی اپنی حیثیت ہوتی ہے۔ مگر اب یہ سب چھن رہا ہے۔ اشتہارات، کھانا پکانا ہے تو بناسپتی تیل سے اور وہ بھی برانڈڈ، پانی پینا ہے تو بوتل والا اور وہ بھہ برانڈڈ، ایسی اسٹنڈرڈ والے جن کو عام آدمی سمجھ نہیں سکتا، دانت صاف ہونگے تو صرف ٹوتھ پیسٹ سے، اور ٹوتھ برش ہر مہینہ بدلنا ہے، قبض دور کرنا ہے تو برانڈڈ اسپغول کی بھوسی سے، دودھ پینا ہے تو ٹیٹرا پیک والا، کپڑے لینے ہیں تو ہر موسم کیا لگ ڈیزائین اور وہ بھی ڈیزائنر کلکشن کے، ضرورت ہو نہ ہو موبائل لینا اور بدلتے رہنا ہے، ہر نئی کمپنی اور برانڈ کے بسکٹ اوت ٹافیاں لینی ہی ہیں، چپس لینے ہی ہیں، بالوں میں خشکی ہو نہ ہو خشکی والا شیمپو لینا ہے، جلد کے رنگ میں بھی تبدیلی نہیں لائے جاسکتی مگر گورا کرنے والی کریم خریدنی ہے، گھر کی بنی ہوئی چیزوں پر وقت لگتا ہے اس لئے باہر کے فاسٹ فوڈ سے کھانا ہے۔ اشتہارات اب ہمارے اقدار کا فیصلہ کرتی ہے، اچھائی اور برائی کا تعین کرتی ہے۔

ہمیں چاہیئے کہ ہم دیکھیں کہ اشتہارات سے اپنے بارے میں کیا حاصل ہوتا ہے۔ ہمیں ہماری کیا اقدار ملتی ہیں

۔اچھائی اور برائی کی کیا قدریں ملتی ہیں ۔اشتہارات کو بطور اشتہار کے بجائے بطور ایک تہذیب کے لیجئے ۔ یہ ہمارے لئے ایک پوری دنیا تخلیق کرتا ہے ۔اب ہم اس کے ذریعے فیصلے کرتے ہیں ۔اس سے ہم قدریں سیکھتے ہیں ۔اچھے اور برے کی تمیز سیکھتے ہیں ۔

اس بات کو سمجھنے کے لئے کہ ہمیں اشتہارات کیا سکھا رہا ہے ہم مندرجہ ذیل سوالات کر سکتے ہیں (۱) آج ہم خوش کس طرح ہوتے ہیں ۔(۲) آج کی ہماری سوسائٹی کیا ہے ۔(۳) ہمارا مستقبل کیا ہوگا ۔ غور کیجئے کہ جو اشتہار ہمیں دکھایا جاتا ہے کیا وہ حقیقی دنیا سے تعلق رکھتا ہے ۔کیا وہ جو کچھ بولتے ہیں سچ ہوتا ہے ۔

کیا اب ہمارے زندگی کے موٹو زاب یہ نہیں ہو گئے جیسے چاہو جئو، موبی لنک فیملی، جو رات کو سویا سو وہ کھویا، یہ دل مانگے more، ممتا کا احساس ڈالڈا کے ساتھ ۔

ہم خوش کس طرح ہوتے ہیں : ہر معاشرے کے اپنے خوشی کے معیارات ہوتے ہیں ۔اشتہارات ہمارے خوشی کے معیار معین کرتا ہے کہ خرچ کرو اور چیزیں خریدو ۔تعیّشات خریدو اور یوں خوشی حاصل کرو ۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ سرمایہ دارانہ نظام کی بنیادیں خرچ اور خرچ ہے تاکہ سرمایہ داروں کی دولت میں اضافہ ہوتا رہے ۔یوں سرمایہ داری یہ سکھاتا ہے کہ خرچ کرو تاکہ صنعتی انقلاب میں اضافہ ہو ۔تاکہ نوکریوں میں اضافہ ہو ۔تاکہ مزید خریدو اور تاکہ خوش رہو ۔اشتہارات ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم اور مزید ترقی یافتہ ہو رہے ہیں کہ جہاں نت نئی چیزیں خریدا اور استعمال ہو رہی ہیں جہاں نت نئے مشروبات، کپڑے اور فاسٹ فوڈ کے چین مکمل ہو رہے ہیں وہ معاشرہ ترقی یافتہ معاشرہ ہے ۔کیا واقعی؟ کیا خوشیاں مادی چیزوں سے حاصل ہوتی ہیں ۔کیا ہماری خوشیوں میں ویسے ویسے اضافہ ہوتا رہتا ہے جیسے جیسے معاشرے میں ریل پیل ہوتی ہے ۔کہیں ایسا تو نہیں کہ آج ہم تمام تر ترقی اور ٹیکنالوجی کے باوجود کچھ سال پہلے کے لوگوں سے کم خوش ہیں ۔ہمیں زندگی میں کیا چاہئے، ہمارے لئے کیا اہم ہیں ۔ اپنے آپ سے پوچھئے، خود اعتمادی، احساسات، جذبات، گھر والوں کی محبت ۔ان کے ساتھ تعلقات، محبت، چاہت، اچھی اور پائدار دوستی ۔مگر ہم تو مادی چیزوں کی طرف بھاگتے ہیں ۔ یہ ہم اشتہاری بمباری سے سیکھتے ہیں ۔وہ کچھ اس خوبی سے پیش ہوتے ہیں کہ ہم انہی کو اصل حقیقت اور خوشیاں سمجھ لیتے ہیں ۔بات تو وہ صحیح شروع کرتے ہیں جیسے بچے کی صحت، موٹاپے کی بیماری، دانت کی صفائی، مگر وہ حل غلط دیتے ہیں جیسے پاؤڈر دودھ، دوائیں اور بے فائدہ ٹوتھ پیسٹ ۔

وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلًا رَّجُلَيۡنِ / جَعَلۡنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيۡنِ مِنۡ اَعۡنَابٍ / وَّحَفَفۡنٰهُمَا بِنَخۡلٍ / وَّجَعَلۡنَا بَيۡنَهُمَا زَرۡعًا / (۳۲)
اے نبیؐ ان کے سامنے مثال بیان کیجیے دو آدمیوں کی ...... ہم نے بنائے تھے ان میں سے ایک کے لئے دو باغات انگوروں کے ...... اور ہم نے ان دونوں باغوں کو گھیر دیا تھا کھجوروں کی باڑ سے ...... اور ہم نے اگائی تھی ان دونوں باغوں کے درمیان کھیتی

كِلۡتَا الۡجَنَّتَيۡنِ اٰتَتۡ اُكُلَهَا / وَلَمۡ تَظۡلِمۡ مِّنۡهُ شَيۡـًٔا / وَّفَجَّرۡنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا / (۳۳)
دونوں کے دونوں باغ لاتے تھے اپنا میوہ ...... اور ان میں سے کوئی بھی کچھ کمی نہ کرتا تھا ...... اور ہم نے جاری کر دی تھی ان دونوں کے بیچوں بیچ ایک نہر

وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ج / فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ / وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ / اَنَا اَكۡثَرُ مِنۡكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا / (۳۴)
اور اس شخص کے لئے پھل بھی تھا (پھل لگا ہوا تھا) ...... تو اس شخص نے جس کو باغ عطا کئے گئے تھے اس نے کہا اپنے ساتھی سے ...... اور وہ اس سے بحث کر رہا تھا ...... میں تم سے زیادہ ہوں مال کے اعتبار سے اور زیادہ باعزت ہوں نفری کے اعتبار سے بھی

انسانیت کے عقائد پر دجال کے ایک اور حملے کی یہاں نشاندہی کی گئی ہے، اور وہ حملہ ہے دنیا، دنیا کی زندگی۔ یہ دنیا کی چمک دمک ایسا دجالی ہتھیار ہے جو قلب میں موجود اللہ تعالیٰ سے محبت اور اور اس کی حاکمیت کی جگہ لے لیتا ہے۔ اور قاری با آسانی پہچان لیں گیں کہ موجودہ دور دراصل وہی دور ہے یا اس کی ابتدا ہے جس کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔
چونکہ وہ امیر تھا، اس لئے باغ والے نے یہ سمجھا بلکہ یہ خیال اس کو راسخ ہو گیا تھا کہ وہ کوئی شے ہے اور جو اس کا ساتھی ہے، جو کہ غریب ہے وہ کوئی شے نہیں ہے، یعنی اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اسی لئے وہ سمجھتے ہیں کہ وہ معاشرہ کو کنٹرول کرنے کا حق رکھتے ہیں، ان پر حکومت کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ وہی حکومتیں بناتے ہیں اور حکومتیں گراتے ہیں۔ وہ اپنے دولت کے ذریعے الیکشن کو خریدتے ہیں۔ وہ ہر گروپ کو کنٹرول کرتے ہیں، جن میں مذہبی گروہیں بھی شامل ہیں۔ ان کے پاس کنٹرول ہوتا ہے ابلاغ عامہ یعنی میڈیا کا، کاروبار کا، کھیل کا، سیاست کا، تعلیم کا، وغیرہ۔ یہاں تک کہ چرچ، مندر، سائناگوس اور مساجد کا بھی انتظامی و دیگر کنٹرول رکھتے ہیں۔ اور

چونکہ وہ خود بدعنوان ہیں وہ دوسروں کو بھی بگاڑ دیتے ہیں ۔ یوں دجال کو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوتی ہے ۔

وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِج / قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا / (٣٥)
اور وہ داخل ہوا اپنے باغ میں اور اس حال میں کہ وہ اپنی جان پر ظلم کر رہا تھا...... اس نے کہا کہ میں خیال نہیں کرتا کہ یہ باغ تباہ بھی ہو گا کبھی بھی

یہاں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اب فی زمانہ دولت کی کثرت کی وجہ سے امیر (فرد، گروہ) حقیقت سے دور ہو گیا ہے اور وہ تخیلات کی دنیا میں رہتا ہے ۔ اللہ پر ایمان اب نہ رہا نہ اس کی اہمیت کا احساس رہا ۔ کیونکہ اس نے اپنا تعلق ہی توڑ دیا اللہ رب العزت سے جس ہی نے اسے دولت عطا کی اور وہ، اللہ، جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔ وہی بناتا ہے وہی بگاڑتا ہے اور اسی کے پاس کُل طاقت ہے، اختیار ہے ۔ وہ امیر ایک ایسا مس گائڈیڈ میزائل کے مانند ہو گیا ہے جو دجال کے کنٹرول میں ہے، جسے وہ استعمال میں لاتا ہے تاکہ اپنے باطل عزائم کی تکمیل کرے ۔ اور آج کی دنیا ان ہی امیر لوگوں سے بھری ہوئی ہے ۔
وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً لا / وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ / لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا / (٣٦)
اور نہ میں یہ گمان کرتا ہوں قیامت قائم ہونے والی ہے...... اور اگر بالفرض میں لوٹا دیا گیا اپنے رب کی طرف ...... میں یقیناً پاؤں گا اس سے بہتر وہاں لوٹ کر

حالانکہ وہ اللہ کے متعلق علم رکھتا ہے وہ اللہ سے منہ موڑ لیتا ہے اور غیر اللہ کو پوجتا ہے ۔ روحانیت اور اخلاقیات کے اندرون کے بغیر محض ظاہری مذہبی خول رہ جاتا ہے جو کہ اس کے اندرونی بدعنوانی سے نہیں بچا سکتا ہے ۔ اس کی دولت اس کو اپنی ذات اور دولت کی عبادت پر مجبور کرتی ہے نہ کہ اللہ رب العزت کی ۔ بنیادی نشانی ایسے برائی کی یہ ہے کہ اس برائی کے حامل آخرت کے عملی تعلق سے دور ہو جاتے ہیں روز قیامت کو بھول جاتے ہیں ۔ یوں آخرت کے فکر سے دوری ان کے روح کو مسخ کر دیتی ہے اور معاملہ یہ ہو جاتا ہے کہ ''میں ہی صحیح راستہ پر ہوں یوں مجھے انعام واکرام سے خدا کی طرف سے نوازا جائے گا ۔ اور وہ انعام وعزت واکرام اس دنیا کے انعام و اکرام سے زیادہ ہو گی'' یعنی ان کے ذہن مکمل طور پر صاف ہو گئے ہیں ان کی brain washing ہو گئے ہیں ۔
قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ / وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ / اَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ / ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ / ثُمَّ سَوّٰكَ

رَجُلًا (۳۷)
اس سے کہا اس کے ساتھی نے ......اور وہ اس سے بحث کر رہا تھا......کیا تو نے انکار کیا اس ہستی کا جس نے تجھے پیدا کیا مٹی سے ...... پھر نطفے سے ...... پھر تجھے بھلا چنگا مرد بنایا

قرآن اس مقام پر انتہائی پر اثر نفسیاتی معاملہ اپنے قاری کے سامنے رکھتا ہے کہ وہ لا خدا دنیا کو اللہ کی طرف رجوع کرواتا ہے۔ وہ متوجہ کراتا ہے تخلیق انسان کی جانب۔

لٰكِنَّا۟ هُوَ اللّٰهُ رَبِّىْ / وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّىْٓ اَحَدًا / (۳۸)
لیکن وہ اللہ میرا رب ہے ......اور میں شریک نہیں کرتا اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی

لیکن (میں مانتا ہوں کہ) وہ اللہ میرا رب ہے ......اور میں شریک نہیں کرتا اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی (نہ دولت کو نہ نوکری کو نہ سیاسی پارٹی کو نہ ریاست کو وغیرہ کہ وہ میری زندگی میں بڑے ہوں)

ایمان کی یہ واضح نشانی ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ رب العزت العادل ہیں الرحیم ہیں وہ کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کریں گیں اور ہر ایک کو اس کے کئے کے لازماً بدلی ملے گا۔ ہوسکتا ہے کہ ایمان والا مہت ہی غریب ہو مگر ساتھ ہی اللہ پر کامل ایمان ہو کہ دنیاوی ناانصافی جو اس پر اثر انداز ہوتی ہے وہ اللہ کے جانب سے نہیں ہے بلکہ انسانوں کا برپا کیا ہوا ہے۔ (یعنی ہر کچھ ہوتا ہے تو اللہ ہی کے جانب سے، مگر دولت یا غربت رب کی رضا کا مظہر نہیں ہے بلکہ کامل ایمان باللہ ہے اللہ کی خوشنودی کی پہچان ہے)۔ اسلام کے متوالے جو کہ آج کے دور میں ایمان کے ساتھ جینے کی کوششوں میں ہیں کو معلوم ہونا چاہئے کہ غریب اپنے ایمان کو بچا سکتا ہے گو کہ وہ دجال کے سودی نظام کے تحت گربت کا شکار ہو گیا ہو۔ وہ اللہ پر ایمان کو بچا لیں گیں جب وہ جان لیں گیں کہ اللہ رب العزت کسی کے ساتب ناانصافی نہیں کرتے ہیں اور نہ کریں گیں سو وہ جس حال میں اس دنیا میں ہیں راضی رہیں گیں۔

وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ / قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُلا / لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِج / اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا / (۳۹)
اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تو داخل ہوا اپنے باغ میں تو تو کہتا کہ جو اللہ نے چاہا......کوئی قوت نہیں ہے سوائے اللہ کے......اور اگر تو دیکھتا ہے کہ میں کم ہوں تجھ سے مال اور اولاد کے اعتبار سے

اور (اس نے کہا) ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تو داخل ہوا اپنے باغ میں تو تو کہتا کہ جو اللہ نے چاہا (وہی ہوگا)......کوئی قوت نہیں ہے سوائے اللہ کے (یہ تمھارے لئے بہتر ہوتا)......اور اگر تو دیکھتا ہے کہ میں کم ہوں تجھ سے مال اور اولاد کے اعتبار سے (مگر یہ مجھے 'کوئی شے' نہیں بناتا)

یہاں اس غریب مگر حکیم شخص نے بیان کیا کہ غربت بذات خود نہ کوئی جرم کہ سزا ہے نہ کوئی جرم ہے نہ مردود ہے۔ اس نے بتایا کے یہ بات کہ جو غریب ہے وہ 'کوئی شے' نہیں ہے صحیح نہیں ہے اور اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ غریب کو حکومت کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ بلکہ امیر کو چاہئے کہ وہ سیکولرازم کی رد کریں مادیت کی رد کریں اپنے آپ کی رد کریں اس طرح کہ وہ نہ صرف کہیں بلکہ ایمان لائیں کہ مَا شَآءَ اللّٰہ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ جو اللہ نے چاہا (وہی ہوگا)......کوئی قوت نہیں ہے سوائے اللہ کے (یہ تمھارے لئے بہتر ہوتا)۔ یہ ایک واضح طریقہ ہے اللہ کو پہچاننے اسے ماننے اور یاد رکھنے کا کہ وہی ہیں ہمارے لئے ہماری زندگی کے لئے قابل عبادت ہستی۔

فَعَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ / وَیُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ / فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا (۴۰)
تو ممکن ہے کہ میرا رب......کہ وہ دے دے مجھے تیرے باغ سے کہیں بہتر......اور بھیج دے تیرے اس باغ پر آسمان سے کوئی آفت......اور پھر ہو جائے وہ باغ چٹیل میدان

اس غریب کی طرح آج کا غریب بھی نہ بھولے کہ اللہ انصاف کرنے والے ہیں۔ اگر وہ صبر کریں مشکلات و مصائب پر مگر ایمان پر قائم رہیں اور دشمن کا ہر ممکنہ سطح پر مقابلہ کریں (یعنی اس دنیا کے چمک دمک میں نہ کھو جائیں بلکہ اس سے اپنے آپ کو بچائیں کیونکہ فی زمانہ یہ دشمن کا سب سے بڑا ہتھیار ہے، دشمن یعنی یہود عیسائی گٹھ جوڑ جو

کہ اس وقت پوری دنیا پر حکومت کر رہا ہے)، تو ایک دن وہ آئے گا جب ان کے اس ایمان کے قائم رہنے پر ان کو انعام واکرام سے نوازا جائے گا۔ اینگلو امریکی اسرائیلی گٹھ جوڑ ایک دن ختم ہو گی، یاجوج اور ماجوج اور دجال ختم کر دئے جائیں گیں۔ یوں آج کی دنیا کی چمک دمک، اس باغ کے مانند ہیں جو ایک دن مٹی ہو جائیں گیں۔

اللہ اسلام دشمنوں کو ختم کر دیں گیں۔

سورہ کہف کی تفسیر میں عمران نزر حسین صاحب موجودہ Anglo-American-Israeli World Order کو یاجوج ماجوج کا نظام قرار دیتے ہیں۔ (اور اس نقطہ نظر میں وہ اکیلے نہیں ہیں۔) صحیح مسلم کی طویل حدیث ہے جس کا ایک حصہ یوں ہے کہ ''۔۔۔۔۔۔ (یاجوج اور ماجوج کے خروج کے بعد) حضرت عیسیٰؑ اور دوسرے مسلمان اپنی تکلیف دفع ہونے کے لئے حق تعالیٰ سے دعا کریں گیں (حق تعالیٰ قبول فرمائیں گیں) تو اللہ تعالیٰ ان پر ایک کیڑا بھیج دے گا جو ان کی گردنوں پر اثر انداز ہوگا اور یہ سب کے سب فرد واحد کی طرح زمین بوس ہو جائیں گیں۔۔۔۔'' (صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ ۱۸/۲۷) (بحوالہ ترجمہ کتاب اشراط الساعۃ للیوسف بن عبداللہ، مکتبہ قدوسیہ)۔ سو وہ لکھتے ہیں کہ کیا پتہ ان کی سزا شروع ہو چکی ہو جیسے یک جنس شادی، بغیر شادی کی زندگی، اور نہ جانے آگے کیا کچھ ہے۔

اَوۡ یُصۡبِحَ مَآؤُهَا غَوۡرًا/ فَلَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ لَهٗ طَلَبًا (۴۱)

اور یا ہو جائے اس کا پانی خشک ...... اور پھر تو اس کو دوبارہ طلب نہ کر سکے

اللہ پر ایمان کی بدولت ایمان والا اللہ کے مدد کا طلبگار ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ انتظار کرتا ہے کہ دشمنوں کے مکر کے جواب میں اللہ رب العزت کی کیا تدبیر ہے۔ فی زمانہ عالمی مسئلہ پانی کی تیزی سے ہونے والی کمی ہے۔ یاجوج اور ماجوج کے متعلق صحیح مسلم کی حدیث میں یہ بھی ارشاد کیا گیا ہے کہ وہ تیزی سے تمام پانی پی جائیں گیں۔ موجودہ دنیا کی اب مختلف تہذیبیں نہیں ہیں بلکہ ایک عالمی تہذیب بنتی جارہی ہے۔ اور یہ واحد تہذیب ہے جس میں پچھلی تہذیبوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ خرچ کیا جاتا ہے سب سے زیادہ کوڑہ کرکٹ جمع ہوتا ہے۔ سو پانی کا استعمال بھی بڑھتا جارہا ہے جیسے swiming pool, bath tubs, shower, پانی کے نل کہ چار آدمی کے وضو کا پانی ایک آدمی استعمال کرتا ہے، وغیرہ۔ یہ وہ جعلی اور نقلی طرز زندگی ہے جو دنیا

کے قدرتی وسائل تیزی سے چٹ کرتی جا رہی ہے۔ یہی معاملہ تیل OIL کے ساتھ بھی ہے اور پوری دنیا، کیا امیر کیا غریب، کیا یورپ کیا افریقہ، کیا عرب کیا ایشیا، سبھی اب تیل کے محتاج ہیں انرجی کے محتاج ہیں بجلی کے محتاج ہیں۔

پانی، انرجی، تیل کی کمی اور آخر میں ان کے فنا ہونا اس عالمی نظام کی تباہی ہوسکتی ہے۔ جو اس تہذیب میں رنگ گئے ہیں، دجال کے ہم کار ہیں، وہ کہیں کے نہ رہیں گیں۔ مگر اس قصے کے غریب کی طرح، ایمان والے، جنھوں نے اپنے دامن کو اس دنیا سے بچایا ہوگا، اور زمانہ کے اسٹینڈرڈ کے مطابق پرانے خیالات والے ہونگیں بلکہ اجنبی ہونگیں وہ بچ جائیں گیں کیونکہ ان کے طرز زندگی دجالی نظام کے تابع، اس کے سہارے نہیں ہوگی۔

صحیح مسلمؒ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بَدَاءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَاَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ

''اسلام کی ابتدا غربت کی حالت میں ہوئی تھی اور یہ اسی حالت میں پھر لوٹ جائے گا۔ تو بشارت ہے ''غرباء'' کے لئے''۔

اردو میں غریب کے معنی مفلس و نادار کے ہوتے ہیں' لیکن عربی میں یہ لفظ ''اجنبی'' کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ اسلام کا آغاز اجنبیت سے ہوا۔ جیسے ایک اجنبی مسافر اپنے اہل وعیال اور اپنے وطن سے دور رہ کر تنہائی میں زندگی بسر کرتا ہے' اسی طرح اسلام بھی ابتداء میں اجنبی اور تنہا تھا یعنی مسلمان بہت کم تھے۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ وہ پھر غریب یعنی اجنبی ہو جائے گا۔ کفار' ملحدین اور مبتدعین کی کثرت ہوگی' اگرچہ نام کے مسلمان کثیر التعداد ہوں گے لیکن سچے' موحد' دیندار اور متقی افراد کم سے کم ہوتے چلے جائیں گے۔ تو ان قلیل 'غرباء'' کے لئے (بہشت کی) بشارت اور مبارک باد ہے۔ مسند احمدؒ کی ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اَلْغُرَبَاءُ الَّذِیْنَ یُحْیُوْنَ سُنَّتِیْ وَیُعَلِّمُوْنَھَا النَّاسَ۔۔ ''غرباء وہ ہیں جو میری سنت کو زندہ کریں گے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیں گے۔'' ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے خبر دی کہ: لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُہٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْآنِ اِلَّا رَسْمُہٗ ''اسلام میں سے اس کے نام کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا اور قرآن میں اس کے حروف کے سوا کچھ نہ بچے گا۔'' اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ روئے زمین پر اسلام کہیں فی الواقع قائم نظر نہیں آئے گا۔ انسانوں کے کردار اور ان کی شخصیتوں میں اسلام کو فی الواقع کارفرما دیکھنے کے لئے نگاہیں ترسیں گی۔ قرآن محض ایک مقدس کتاب کی حیثیت سے ریشمی جزدانوں میں لپیٹ کر رکھ دیا جائے گا اور اس نورِ ہدایت سے رہنمائی کی طلب مفقود ہو جائے گی۔ اس کی تلاوت صرف رسماً اور وہ بھی زیادہ سے زیادہ حصولِ ثواب یا ایصالِ ثواب کے لئے باقی رہ جائے گی۔ آج ہم دیکھتے ہیں

کہ وہ صورت حال عملاً پیدا ہو چکی ہے جس کی خبر ان احادیثِ مبارکہ میں دی گئی ہے۔ اس صورت حال میں ہم میں سے ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنا جائزہ لے کر فیصلہ کرے۔ سیرت نبوی ﷺ ہی ہمارے لئے واحد پناہ گاہ ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت ۳۱ میں ہمارے دین میں اتباعِ رسول کی جو اہمیت ہے وہ نہایت وضاحت کے ساتھ ہمارے سامنے آ جاتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. ''اے نبی (ﷺ! اہل ایمان سے) کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو (میری راہ پر چلو) تاکہ اللہ تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہوں کو بخش دے' اور اللہ ہے ہی بخشنے والا' رحم فرمانے والا''۔ اور جیسے سورۃ التوبہ کی آیت ۲۴ میں فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

''(اے نبی! ان مدعیانِ ایمان سے) کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اپنے باپ اور اپنے بیٹے اور اپنے بھائی اور اپنی بیویاں اور اپنے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے بڑی محنت سے کمائے ہیں اور جمع کئے ہیں اور اپنے وہ کاروبار جو تم نے بڑی مشقت سے جمائے ہیں اور جس میں تمہیں کساد کا اور مندے کا خوف رہتا ہے اور اپنی وہ بلڈنگیں جو تم نے بڑے ارمانوں کے ساتھ تعمیر کی ہیں جو تمہیں بڑی بھلی لگتی ہیں' اگر یہ چیزیں تمہیں محبوب تر ہیں اللہ سے اور اس کے رسول (ﷺ) سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تو جاؤ انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ سنا دے اور اللہ ایسے فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ دو اہم الفاظ ایسے ہیں جو اللہ کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے لئے بھی۔ پہلا لفظ ہے اطاعت اور دوسرا ہے محبت۔ جیسے فرمایا گیا: ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ ...... اسی طرح محبت کا لفظ اللہ کے لئے بھی آتا ہے اور رسولؐ کے لئے بھی۔ تو یہاں اللہ کی محبت کے ساتھ ہی رسول کی محبت کا ذکر کیا گیا ہے اور ساتھ ہی جہاد فی سبیل اللہ کی محبت کو بھی لے آیا گیا۔ جب اللہ کی اطاعت اور اللہ کی محبت دونوں کو جمع کریں گے تو اس کا جو حاصلِ جمع ہوگا اس کا نام عبادت ہے۔ عبادت صرف اللہ کی ہے رسول کی نہیں ہے۔ اور جب رسول کی اطاعت اور رسول کی محبت کو جمع کریں گے تو اس کے حاصلِ جمع کو عبادت نہیں کہا جائے گا بلکہ ''اتباع'' کہا جائے گا۔ عبادت کا اصل مفہوم ہے ''انتہائی محبت کے جذبہ سے سرشار ہو کر اللہ کی بندگی اور پرستش کرنا'' اور اتباع کا مفہوم ہے ''محبت کے جذبہ سے سرشار ہو کر پیروی کرنا۔

''اطاعت اور اتباع میں کیا فرق ہے! اس کو بھی سمجھ لیجئے۔ اطاعت کی جاتی ہے کسی حکم کی۔ اور اتباع یہ ہے کہ کسی ہستی سے اتنی محبت ہو جائے کہ چاہے اس نے حکم نہ دیا ہو لیکن اس ہستی کے ہر عمل اور فعل کی پیروی کرنا۔ تو اتباع کا درجہ اطاعت سے بہت بلند اور اس کے مفہوم میں بہت وسعت ہے۔ اطاعت میں صرف حکم پیش نظر ہو گا اور اتباع میں نبی اکرم ﷺ کے ہر ہر عمل اور فعل کو بلکہ ہر ہر اَدا کی پیروی کو سعادت سمجھا جائے گا چاہے آپ ﷺ نے اس کا حکم نہ دیا ہو۔ حاصل گفتگو یہ کہ حبِ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا تقاضا ہے اتباعِ رسول ﷺ۔

ڈاکٹر اسرار احمد اپنی کتاب اُسوۂ رسول ﷺ، سورۃ الاحزاب کے تیسرے رکوع کی روشنی میں رقم طراز ہیں:
نبی اکرم ﷺ کی پوری زندگی ہر مسلمان کے لئے ہر اعتبار سے ایک کامل نمونہ ہے۔ ایک باپ کے لئے آپ ﷺ بہترین نمونہ ہیں کہ ایک باپ کو اپنی اولاد کے ساتھ کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہئے۔ ایک شوہر کے لئے آپؐ کامل نمونہ ہیں کہ اسے اپنے گھر میں اپنی بیوی یا بیویوں کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ ایک پڑوسی کے لئے آپؐ اُسوۂ کاملہ ہیں۔ ایک مرشد و مزکی' ہادی و داعی اور مبلغ کے لئے آپؐ اُسوۂ کاملہ ہیں۔ ایک حکمران اور سربراہِ ریاست کے لئے آپ ﷺ اسوۂ کاملہ ہیں۔ ایک منصف اور قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے لئے آپؐ اسوۂ کاملہ ہیں۔ غرض زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ اکمل واتم نہ ہو۔ میں کئی مرتبہ سیرت کی تقاریر میں اپنے اس شدتِ تاثّر کو بیان کر چکا ہوں کہ سیرتِ مطہرہ کے مطالعے سے میں مبہوت ہو جاتا ہوں اور میرے قلب پر نبی اکرم ﷺ کی شخصیت مطہرہ کا یہ گہرا تاثر ثبت ہوتا ہے کہ اس قدر جامع شخصیت تو ہمارے تصور میں بھی آنی ممکن نہیں۔ کیا زندگی کا کوئی گوشہ ایسا ہے جو اسوۂ حسنہ کے اعتبار سے نامکمل و نا تمام اور خالی نظر آتا ہو! آپ ﷺ کی حیات طیبہ ہر پہلو سے مصروف ترین اور گھمبیر ترین تھی۔ ہمارا حال تو یہ ہو گیا ہے کہ جو مسجد کا امام ہو وہ عموماً خطابت نہیں کرتا' خطیب علیحدہ ہونا چاہئے۔ جو خطیب صاحب ہیں وہ پانچ وقت کی نماز پڑھانے کی پابندی کیسے قبول کر لیں گے! گویا کہ امامت علیحدہ' خطابت علیحدہ۔ پھر مدرس علیحدہ مزید برآں جو صاحب درس کے فرائض انجام دے رہے ہوں' عام طور پر اُن سے یہ توقع نہیں کی جاتی کہ یہ تزکیہ و تربیت بھی کریں گے۔ اس کے لئے کہیں اور جایئے۔ یہاں سے تو علم حاصل کر لیجئے' مدرسین قال اللہ تعالیٰ اور قال رسول اللہ ﷺ پڑھا دیں گے' تزکیۂ نفس کے لئے عموماً کسی دوسرے مزکی و مرشد کی تلاش کرنی ہوگی' جن کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر یہ مرحلہ طے کرنا ہو گا۔ پھر جو لوگ ان شعبوں سے متعلق ہیں ممکن نہیں کہ وہ آپ کو کہیں سپہ سالار بھی نظر آئیں! یا کم از کم کچھ انتظامی امور کی انجام دہی میں ہی مصروف ملیں! ایسے لوگ اگر لکھنے پڑھنے اور

تدریس وتعلیم میں زندگی بھر لگے رہے یا دعوت وتبلیغ ہی میں پوری زندگی کھپادی اوران میدانوں میں انہوں نے کوئی قابل قدر کارنامہ انجام دیا تو عموماً ایسے لوگوں کا گھر گرہستی والا کھاتہ کورانظر آئے گا۔معلوم ہوگا کہ ساری عمرشادی ہی نہیں کی جب کہیں جاکر یہ کام انجام دیئے ہیں۔

جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی شخصیت میں جو جامعیت ہے وہ پوری انسانی تاریخ حتیٰ کہ انبیاء و رُسل کی مقدس جماعت میں بھی کہیں اورنظرنہیں آئے گی۔آپؐ مسجد نبوی کے پنج وقتہ امام بھی ہیں اورخطیب بھی ہیں‘ اصحابِؓ صفہ کے لئے مدرس ومعلم بھی ہیں‘ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے آپ مزکی ومربی بھی ہیں۔آپؐ ہی سپہ سالار بھی ہیں۔صلح کی گفتگو ہورہی ہے تو آپؐ ہی کررہے ہیں۔باہر سے جو وفود آرہے ہیں تو ان سے آپؐ ہی معاملہ کررہے ہیں۔مقدمات وتنازعات ہیں تو وہ آپؐ کی عدالت میں پیش ہورہے ہیں۔تصور تو کیجئے کہ کون سا میدان اورکون سا پہلو ہے جہاں یہ محسوس ہو کہ ہمیں حضور ﷺ کی زندگی میں نمونہ نہیں مل سکتا؟ حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی کا جائزہ لیجئے بغیر کسی تنقیص کے میں یہ عرض کررہا ہوں۔اللہ تعالیٰ مجھے اس سے بچائے کہ میں کسی نبی کی توہین کروں‘ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایک باپ کے لئے ان کی زندگی میں کوئی نمونہ نہیں‘ ایک شوہر کے لئے ان کی زندگی میں کوئی نمونہ نہیں۔کسی قاضی‘ کسی سپہ سالار‘ کسی فاتح اورکسی صدرِ ریاست کے لئے ان کی زندگی میں کوئی نمونہ نہیں۔ آنجنابؑ ایک درویش‘ ایک مبلغ اورایک مربی ومزکی کی حیثیت سے تو ایک مکمل نمونہ ہیں‘ لیکن زندگی کے دوسرے شعبے اور پہلو خالی نظر آرہے ہیں۔لہٰذا اس اعتبار سے واقعہ یہ ہے کہ میرے قلب و ذہن اورشعور و ادراک پرجس چیز کا گہرا تاثر ہے وہ آنحضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ کی اسی جامعیت کا ہے۔میں جب گردوپیش کا جائزہ لیتا ہوں اورحالات کوخود اپنے اوپر وارد کرتا ہوں تو صاف نظر آتا ہے کہ ہم ایک ذمہ داری کا بھی حق ادانہیں کرپاتے اوراسے نباہ نہیں پاتے‘ جبکہ وہاں کیا عالم ہے! کون سی ذمہ داری ہے جونہیں اٹھائی ہوئی ہے اوراس کوکماحقہ‘ پورانہیں کیا ہے! کون سی ذمہ داری ہے جس کی ادائیگی میں کوئی کمی رہ گئی ہو! الغرض نبی اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہراعتبار‘ ہرپہلواور ہرحیثیت سے اکمل واتم ہے۔حضور ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ تو اللہ کا نازل کردہ قرآن حکیم ہے اوردوسرا عظیم معجزہ خود نبی اکرم ﷺ کی اپنی ذات اورشخصیت ہے اوراس کا سب سے زیادہ نمایاں پہلو یہ ہے کہ آپؐ نے اس قدر گھمبیر اوراتنی ہمہ گیرزندگی گزاری ہے کہ ہمارے ہوش اورحیطۂ خیال میں بھی نہیں آتی۔یہ بھی خاصہ نبوت ہے اور یہ صلاحیتیں اورقوتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت شدہ ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ زندگی کے ہر پہلو اور ہرگوشے کے اعتبار سے ایک اسوۂ کامل ہیں۔لیکن یہ بات غورطلب ہے کہ قرآن مجید میں جب یہ لفظ ’’اسوۃ حسنۃ‘‘ آیا ہے تو کس سیاق وسباق اورسلسلۂ

یہ عبارت (context) میں آیا ہے اور اس حوالے سے آپؐ کا اصل اور خصوصی اُسوہ کون سا ہے!
اسوۂ حسنہ وہ ہے جو ہمیں غزوۂ احزاب میں نظر آتا ہے۔ وہ صبر و ثبات‘ اللہ کے دین کے لئے سرفروشی و جان فشانی کہ جان نثاروں کے شانہ بشانہ اور قدم بقدم ہی نہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر ہر مشقت میں آپؐ بھی شریک تھے۔ کوئی تکلیف ایسی نہ تھی جو دوسروں نے اٹھائی ہو اور آپؐ نے نہ اٹھائی ہو۔ یہ نہیں تھا کہ کہیں زرنگار خیمہ علیحدہ لگا دیا گیا ہو‘ جہاں قالین بچھا دیئے گئے ہوں اور وہاں حضورﷺ آرام فرما رہے ہوں اور مورچھل جھلے جا رہے ہوں‘ جبکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم خندق کھودنے کے لئے کدالیں چلا رہے ہوں۔ بلکہ معاملہ یہ تھا کہ خندق کھودنے والوں میں آپﷺ بھی شامل ہیں۔ کدالیں چلاتے ہوئے صحابہ کرامؓ بیک آواز کہہ رہے ہیں: اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ اور نبی اکرمﷺ ان کے ساتھ آواز میں آواز ملا کر فرما رہے ہیں: فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃَ ۔ یعنی سردی اور بھوک کی تکالیف اٹھانے میں آپؐ برابر کے شریک ہیں۔ اس خیال سے کہ بھوک اور نقاہت سے کہیں کمر دہری نہ ہو جائے‘ صحابہ کرامؓ نے اپنے پیٹوں پر پتھر باندھ رکھے ہیں۔ ایک صحابیؓ حضورﷺ کو اپنے پیٹ پر بندھا ہوا پتھر دکھاتے ہیں۔ اس پر سرورِ عالم‘ محبوب ربّ العالمین‘ خاتم النبیین والمرسلینﷺ اپنا کرتا اٹھاتے ہیں تو اُن صحابیؓ کو شکم مبارک پر دو پتھر بندھے نظر آتے ہیں۔ محاصرے کے دوران آپﷺ ہر وقت وہاں موجود رہے اور جس طرح صحابہ کرامؓ تکان سے چور ہو کر پتھر کا تکیہ بنا کر تھوڑی دیر کے لئے آرام کی خاطر لیٹ جاتے تھے‘ اسی طرح حضورﷺ بھی وہیں کھلی زمین پر کچھ دیر کے لئے پتھر پر سر رکھ کر آرام فرما لیا کرتے تھے۔ یہ نہیں تھا کہ آپﷺ نے استراحت کے لئے اپنے واسطے کوئی خصوصی اہتمام فرمایا ہو بنی قریظہ کی غدّاری کے بعد جس خطرے میں سب مسلمانوں کے اہل و عیال مبتلا تھے‘ اسی سے آپؐ کے اہل بیت بھی دوچار تھے۔ اپنے لئے یا اپنے اہل و عیال کے لئے آپؐ نے حفاظت کا کوئی خصوصی انتظام نہیں کیا تھا۔

یہ ہے اصل صورتِ واقعہ اور صورتِ حال‘ جس میں فرمایا گیا کہ: لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ اور ہم چھوٹی چھوٹی سنتوں کی پیروی کر کے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم اسوۂ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عمل پیرا ہیں! ویسے تو ہر چھوٹی سے چھوٹی سنت بھی وقیع اور لائق اتباع ہے۔ لیکن اگر یہ چھوٹی سنتیں اس اصل اور بڑے اسوہ کے لئے اوٹ بن جائیں تو یہ بڑے گھاٹے کا سودا ہے۔ ان چھوٹی سنتوں پر عمل کرنے کے باعث کسی کو یہ مغالطہ اور فریب ہوسکتا ہے کہ ’’میں بڑا متبعِ سنت ہوں۔ میں نے داڑھی بھی چھوڑ رکھی ہے‘ لباس میں بھی میں سنت کو پیش نظر رکھتا ہوں۔ میں نے یہ بھی اہتمام کر رکھا ہے اور وہ بھی اہتمام کر رکھا ہے‘‘۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ اسوہ بھی زندگی میں ہے یا نہیں جو سورۃ الاحزاب میں بیان ہوا ہے! دعوت و تبلیغ اور اقامت و اظہار

دین الحق کے لئے سرفروشی‘ جاں فشانی اور عملی جدوجہد اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات‘ تکالیف اور مصائب کو برداشت کرنا اگر زندگی میں یہ نہیں ہے تو پھر کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر تو درحقیقت یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں آڑ بن گئی ہیں۔ اس تل کے پیچھے پہاڑ اوٹ میں آ چکا ہے۔ اور ہمارا اِس وقت سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا اصل ’’اسوہ‘‘ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوگیا ہے (الا ماشاء اللہ)۔

پھر اس اسوۂ حسنہ کا جو ٹھپا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت و کردار پر لگا ہے اور اس کی جو چھاپ ان کی زندگیوں میں آئی ہے وہ یہ ہے: ﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَلا قَالُوْا ھٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَصَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗز﴾ جیسے کوئی مشین یا پریس ہو‘ اس میں لوہے کے ٹکڑے یا کاغذ رکھے ہوں تو جو ڈائی یا بلاک اس میں فٹ ہے‘ اسی کا نقش (impression) ان پر آتا چلا جائے گا۔ اسی طرح یہ اس ’’اُسوۂ حسنہ‘‘ کا نقش ہے جو صحابہ کرام ﷺ نے قبول کیا ___ ہم چھوٹی چھوٹی سنتوں کا مجموعہ بنا کر اسے ہی کل ’’اُسوہ‘‘ سمجھ بیٹھے ہیں اور ہمارا حال (الا ماشاء اللہ) یہ ہوگیا ہے کہ مچھر چھانے جا رہے ہیں اور سموچے اونٹ نگلے جا رہے ہیں۔ یہ وہ تمثیل ہے جو علمائے یہود کے اس طرزِ عمل پر حضرت مسیح علیہ السلام نے دی تھی کہ مہماتِ دین اور مقتضیاتِ دین کی طرف سے تو انہوں نے آنکھیں بالکل پھیر لی تھیں یا بند کر رکھی تھیں اور جزئیات و فروعات کو وہ کُل دین سمجھ بیٹھے تھے اور اسی کی تدریس و تعلیم میں مصروف رہتے تھے اور اس ضمن میں ذرا سی کمی بیشی پر لوگوں کو سرزنش بھی کرتے تھے اور ان کی تکفیر بھی کرتے تھے۔ حضرت مسیحؑ کی بیان کردہ یہ تمثیل دنیا کے ہر کلاسیکل ادب میں ہمیشہ ہمیش کے لئے ضرب المثل بن گئی ہے ___ میں پھر عرض کر دوں کہ خدارا میری اس گفتگو کا ہرگز یہ مطلب نہ سمجھ لیجئے گا کہ میں چھوٹی چھوٹی سنتوں کی تحقیر کر رہا ہوں یا ان کی اہمیت گھٹا رہا ہوں‘ معاذ اللہ! نبی اکرم ﷺ کی ہر سنت‘ چاہے وہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو‘ واجب الاتباع ہے۔ ان سنتوں کا اہتمام و التزام اگر اس ’’اُسوہ‘‘ کے ساتھ ہو جو اِس سورۂ مبارکہ کے مطالعے کے ذریعے ہمارے سامنے آ رہا ہے تو سونا ہے‘ اس کے بغیر ہو تو تانبا ہے‘ جس کی سونے کے مقابلے میں کوئی قدر و قیمت نہیں۔ اس لئے کہ اگر نسبت و تناسب درست نہیں ہوگا تو صحیح نتیجہ کیسے برآمد ہوگا! پھر تو وہی طرزِ عمل وجود میں آئے گا جو میں حضرت مسیحؑ کی تمثیل کے حوالے سے عرض کر چکا ہوں۔ اس ’’اُسوہ‘‘ کی چھاپ صحابہ کرامؓ کی شخصیتوں پر جو پڑی تو کیفیت یہ ہوگئی کہ جب انہوں نے ان لشکروں کو دیکھا جو اُمڈ اُمڈ کر اِدھر سے بھی آ رہے تھے اور اُدھر سے بھی آ رہے تھے تو وہ خوفزدہ نہیں ہوئے‘ بلکہ وہ کہنے لگے کہ یہ حالات تو پیش آنے والے تھے‘ جن کا ہم سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے وعدہ کیا تھا۔

ان حالات میں اہلِ ایمان کی کیفیات کیا تھیں اور ان کی زبان سے کیا الفاظ نکلے! یہ کہ: قَالُوْا ھٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَصَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ‘

''انہوں نے کہا کہ اسی کا تو وعدہ کیا تھا اللہ نے اور اس کے رسول (ﷺ) نے' اور اللہ اور اس کے رسول نے بالکل سچ کہا تھا۔'' ویسے قرآن حکیم میں یہ مضمون مختلف اسالیب سے بار بار آیا ہے کہ ہم اہل ایمان کا امتحان لیتے ہیں' ہم انہیں آزماتے ہیں' ہم ایمان کے دعوے داروں کو آزمائیں گے۔ سورۃ العنکبوت' جو مکی سورت ہے' اس کے پہلے رکوع میں یہ مضمون خوب واضح طور پر آیا ہے۔ فرمایا: اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ (آیات ۲'۳) ''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے' اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو اِن سے پہلے گزرے ہیں۔ اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون ہیں!'' پھر سورۃ البقرۃ جو مدنی سورت ہے' کی آیت ۲۱۴ میں فرمایا: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ط مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ''پھر کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت کا داخلہ تمہیں مل جائے گا' حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا ہے جو تم سے پہلے ایمان والوں پر گزر چکا ہے؟ ان پر سختیاں گزریں' مصیبتیں آئیں' ہلا مارے گئے' حتیٰ کہ وقت کا رسول اور اس کے ساتھی اہل ایمان چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟'' معلوم ہوا کہ قرآن حکیم کی متعدد آیات کے ذریعے آزمائش و امتحان سے گزارنے کی اس سنت ثابتہ سے اہل ایمان کو بہت پہلے آگاہ کر دیا گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کو آزمائش و ابتلاء کی بھٹیوں سے گزارا جائے گا تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی جدا کر دیا جائے ___ البتہ میرے خیال میں هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ کے پس منظر میں سورۃ البقرۃ کی یہ آیات آتی ہیں: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ. الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ لا قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ. اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ قف وَّاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ. (آیات ۱۵۵ تا ۱۵۷) ''اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے کسی قدر خوف وخطر' تنگی' فاقہ کشی اور جان و مال اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے' انہیں خوشخبری دے دو۔ ان پر ان کے ربّ کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی' اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی' اور ایسے ہی لوگ راست رَو ہیں۔''

غزوہ احزاب (غزوہ خندق) میں جب امتحان مکمل ہوگیا اور مؤمنینِ صادقین اور منافقین بھی چھٹ کر نمایاں ہو گئے تو نصرتِ الٰہی آ گئی اور ایک مہینے کے محاصرے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک سخت آندھی بھیج دی اور ایسے نادیدہ لشکر اتارے جنہوں نے دشمنوں کے کیمپ میں کھلبلی ڈال دی۔ مزید برآں اپنی غیبی تائید سے کچھ ایسے حالات پیدا فرما دیئے کہ ان حملہ آوروں کو اِسی میں عافیت نظر آئی کہ اپنے ڈیرے اٹھا کر چلتے بنے۔ از روئے الفاظِ قرآنی: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ جَآءَتۡکُمۡ جُنُوۡدٌ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَیۡھِمۡ رِیۡحًا وَّجُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡھَا ؕ وَکَانَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرًا (آیت ۹) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یاد کرو اللہ کے احسان کو جو (ابھی ابھی) اُس نے تم پر کیا ہے۔ جب لشکر تم پر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی اور ایسی فوجیں روانہ کیں جو تم کو نظر نہیں آتی تھیں۔ اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جو تم لوگ اس وقت کر رہے تھے۔''

رات کو پورا لشکر موجود تھا' صبح دیکھا تو میدان خالی پڑا تھا۔ رات کی شدید آندھی نے ان لشکروں کے خیموں کو تلپٹ کر کے رکھ دیا اور نظر نہ آنے والی فوجوں نے کھلبلی مچا دی' جس کے نتیجے میں تمام حملہ آور لشکر صبح طلوع ہونے سے پہلے اپنا بوریا بستر گول کر کے کوچ کر گئے۔ ''نظر نہ آنے والی فوجوں'' سے مراد وہ مخفی قوتیں اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ وہ فرشتے ہیں جو اِس کائنات کے نظام اور انسانی معاملات میں اللہ کے حکم سے کام کرتے رہتے ہیں اور انسان ان واقعات وحوادث کو صرف ان کے ظاہری اسباب پر محمول کرتا ہے۔ بہر حال اس تمام صورت حال کی غرض و غایت دراصل آزمائش و امتحان تھی' جس میں مخلص اہل ایمان پورے اترے اور انہوں نے منافقین کے قول ﴿مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗۤ اِلَّا غُرُوۡرًا﴾ کے برعکس دلی یقین کے ساتھ یہ کہا کہ: ﴿ھٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ وَصَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ﴾ ___ اس ابتلاء سے نہ وہ ہراساں اور خوف زدہ ہوئے اور نہ ہی ان کے حوصلے پست ہوئے' بلکہ ان کی کیفیات یہ تھیں کہ: ﴿وَمَا زَادَھُمۡ اِلَّاۤ اِیۡمَانًا وَّتَسۡلِیۡمًا﴾ یعنی اس پوری صورتِ حال نے ان کے ایمان اور ان کی تسلیم ورضا کی کیفیات کو اور زیادہ بڑھا دیا۔ اور وہ پورے قلبی اطمینان اور انبساطِ قلب کے ساتھ اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ آیت کے اس ٹکڑے میں ''زَادَ'' کا فاعل دراصل وہ پوری صورت حال ہے جو غزوۂ احزاب میں پیش آئی۔

ایمان میں کمی بیشی ___ امامِ اعظمؒ اور امام بخاریؒ کا موقف:

اب دیکھئے کہ یہ آیت اس بات کے لئے بھی نص ہوگئی کہ ایمانِ حقیقی بڑھتا بھی ہے۔ یہاں کسی ابہام کے بغیر فرمایا گیا ہے کہ اس صورتِ واقعہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ مؤمنین صادقین کے ایمان میں اور اضافہ ہوگیا۔ ان کی جو کیفیتِ تسلیم ورضا تھی' وہ بھی بڑھ گئی ___ اور ان کا رویہ یہ ہوگیا کہ ؏ ''سر تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے''۔ ایمان میں

اضافے کا ذکر سورۂ آل عمران کی آیت ۱۷۳ میں بھی غزوۂ اُحد پر تبصرے کے دوران آیا ہے کہ: ﴿ اَلَّذِیۡنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدۡ جَمَعُوۡا لَكُمۡ فَاخۡشَوۡهُمۡ فَزَادَهُمۡ اِيۡمَانًا﴾ ''(وہ مؤمنین صادقین) جن سے لوگوں (مراد ہیں منافقین) نے کہا کہ تمہارے خلاف بڑا لشکر آیا ہے لہٰذا ان سے ڈرو' تو یہ سن کران کا ایمان اور بڑھ گیا''۔ یہاں ''زَادَهُمۡ'' ایمانِ حقیقی اور کامل سپردگی میں اضافے کے لئے آیا ہے۔

لہٰذا از روئے قرآن ایمانِ حقیقی کے بڑھنے کی نصوص ہمارے سامنے آ گئیں___ اور جو چیز بڑھ سکتی ہے' وہ گھٹ بھی سکتی ہے۔ درحقیقت ایک قانونی ایمان ہے جو اِس دنیا میں ہمارے ایک دوسرے کو مسلمان سمجھے جانے کا سبب یا ذریعہ بنتا ہے۔ اس قانونی ایمان میں عمل سرے سے زیر بحث نہیں آتا' لہٰذا یہ قانونی ایمان نہ بڑھتا ہے' نہ گھٹتا ہے۔ اس کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بالکل درست ہے کہ اَلۡاِيۡمَانُ قَوۡلٌ لَا يَزِيۡدُ وَلَا يَنۡقُصُ ''ایمان قول وقرار کا نام ہے' جو نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے''۔ اس ایمان کا دارومدار اقرار باللسان پر ہے اور تصدیقِ قلبی اس میں زیرِ بحث آ ہی نہیں سکتی۔ اس لئے کہ ہمارے پاس کوئی ایسا آلہ نہیں ہے کہ کسی کے دل میں اتار کر دیکھ لیا جائے کہ ایمان حقیقی موجود ہے یا نہیں! اور کوئی جھوٹ موٹ کلمہ پڑھ رہا ہے یا سچ پڑھ رہا ہے؟ یہ قانونی ایمان کسی شخص کے اسلامی معاشرے کا فرد اور کسی اسلامی ریاست کا شہری بننے کی بنیاد بنتا ہے اور یہ ایمان نہ گھٹتا ہے اور نہ بڑھتا ہے۔ جبکہ ایک ہے ایمانِ قلبی' یعنی ''تَصۡدِيۡقٌ بِالۡقَلۡبِ'' والا ایمان' جو دل میں ہوتا ہے۔ قانون اس سے بحث نہیں کرتا' لیکن آخرت میں ساری بحث اسی سے ہوگی۔ اللہ کو کسی کے قانونی مسلمان ہونے یا نہ ہونے کی کوئی پرواہ نہیں ہے' یہ دُنیوی معاملہ ہے' دنیا میں اس بنیاد پر معاملات طے ہو چکے۔ اللہ کی نگاہ تو تمہارے دلوں پر ہے کہ یہاں ایمان و یقین ہے یا نہیں! اس ضمن میں سورۃ الحجرات میں فرمایا کہ: ﴿وَلَمَّا يَدۡخُلِ الۡاِيۡمَانُ فِيۡ قُلُوۡبِكُمۡ﴾ ''ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے''۔ قلبی اور حقیقی ایمان کا معاملہ یہ ہے کہ وہ گھٹتا بھی ہے بڑھتا بھی ہے۔ اس دل والے ایمان میں ''عمل'' ایک جزوِ لازم بن جائے گا۔ اس لئے کہ دل میں یقین ہوگا تو عمل میں اس کا ظہور لازماً ہوگا۔ اس اعتبار سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول صد فی صد درست ہے کہ: اَلۡاِيۡمَانُ قَوۡلٌ وَّعَمَلٌ يَزِيۡدُ وَيَنۡقُصُ۔ یعنی ایمان قول و عمل کے مجموعے کا نام ہے' یہ بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی ہے۔ یہ ضمنی بحث ﴿وَمَا زَادَهُمۡ اِلَّا اِيۡمَانًا وَّتَسۡلِيۡمًا﴾ کے ضمن میں آ گئی۔ ''اور اس چیز نے نہیں بڑھایا ان میں مگر ایمان اور تسلیم کو''۔ __ یہاں ایمان سے مراد حقیقی ایمان ہے جو ایک قلبی کیفیت ہے۔ اور ''تسلیم'' سے مراد ہے سپردگی وحوالگی۔ اسلام اور تسلیم میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ اسلام بابِ افعال ہے اور تسلیم باب تفعیل ہے۔ بابِ افعال کا خاصہ ہے کہ کوئی کام ایک دم ہو جائے' لہٰذا اسلام کا مطلب ہوگا فوری طور پر خود کو کسی کی سپردگی میں دے دینا اور باب

تفعیل کسی کام کے پے در پے اور مسلسل ہونے کی خاصیت کے اظہار کے لئے آتا ہے۔ چنانچہ تسلیم کا مفہوم ہوگا ہر دم‘ ہر وقت اور مسلسل اس سپردگی کی کیفیت کو قائم و برقرار رکھنا۔ جیسے ہی کسی نے اقرار کیا کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وہ دفعتہً کفر کی سرحد سے اسلام کی سرحد میں آ گیا۔ اس نے ایک پالے سے دوسرے پالے میں یکا یک چھلانگ لگا دی اور وہ مسلمان ہو کر مسلم معاشرے کا فرد اور ایک مسلم ریاست کا شہری بن گیا۔ اس کو ایک مسلمان کے تمام حقوق حاصل ہو گئے۔ اور یہ بالکل برابر ہوں گے‘ ان میں کوئی کمی بیشی اس دنیا میں نہیں ہوگی۔ اسلام کی اس کیفیت کو وثوق حاصل ہو جائے گا اور اس کے طرزِ عمل میں مسلسل اطاعت شعاری اور فرماں برداری اور سپردگی کا مظاہرہ ہوتا رہے گا۔ تو یہ تسلیم ہے۔ یہ مصرعہ اسی کیفیت کی عکاسی کرتا ہے کہ ع ’’سر تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے!‘‘

سورہ احزاب میں فرمایا: مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ ج فَمِنْھُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ ز وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ’’اہل ایمان میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے اللہ سے کئے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا ہے۔ پس ان میں سے کوئی اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی (اپنی باری آنے کا) منتظر ہے۔ اور انہوں نے (اپنے رویئے اور طرزِ عمل میں) کوئی تبدیلی نہیں کی‘‘۔ اللہ تعالیٰ ان اہل ایمان کی مدح و ستائش فرما رہا ہے کہ ان میں ایسے بھی جواں مرد اور باہمت لوگ ہیں جو اپنے عہد کو پورا کر چکے۔ اس بات کو اس مقام پر ذہن میں رکھئے کہ یہاں رجال سے جواں مرد و باہمت لوگ مراد ہیں‘ خواہ وہ مرد ہوں خواہ عورتیں۔

ان آیات سے ہمارے سامنے یہ بات آتی ہے کہ بندۂ مؤمن کی زندگی کے دو رُخ ہیں ___ ایک طرف اللہ کے ساتھ دلی تعلق اور لگاؤ اور اس میں ثبات‘ اور دوسری طرف اللہ کے دین کے لئے جہاد و مجاہدہ اور اس میں صبر و ثبات اور استقلال و استقامت۔ سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۷۷ میں‘ بر و تقویٰ کی حقیقت کے ضمن میں ارشاد ہوا کہ اللہ کے نزدیک صادق اور نیک لوگ وہ ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں‘ نماز قائم کرتے ہیں‘ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں‘ اور جب کوئی عہد و معاہدہ کرتے ہیں تو اس کو پورا کرتے ہیں‘ اور اللہ کی راہ میں تنگی اور مصیبت نیز جہاد و قتال کے موقع پر انتہائی صبر کرنے اور ثابت قدم رہنے والے ہوتے ہیں۔ ایک بندۂ مؤمن کی زندگی کے یہ دو رُخ ہیں اور ان دونوں کے اعتبار سے انتہائی صبر و استقلال کی ضرورت ہے‘ لہٰذا یہاں فرمایا:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ﴾ ’’اہل ایمان میں وہ جواں مرد اور باہمت لوگ بھی ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا اس عہد کو جو انہوں نے اپنے اللہ سے کیا تھا‘‘۔ اب غور کیجئے کہ یہ عہد کون سا ہے؟ اسلام خود ایک بہت بڑا عہد ہے۔ پھر ہم نماز کی ہر رکعت میں اس کا اقرار اور اس کی تجدید کرتے ہیں کہ ﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ اللہ کے ساتھ اس سے بڑا عہد ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم صرف تیری ہی بندگی

کرتے ہیں اور کریں گے اور صرف تجھ ہی سے طالبِ اعانت و دستگیری ہیں اور رہیں گے۔ ہم نے اپنا سب کچھ تیرے سپرد اور تیرے حوالے کر دیا ہے۔ از روئے الفاظ قرآنی: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ﴾ ''بلا شبہ اللہ نے اہل ایمان سے ان کی جانیں اور ان کے اموال جنت کے عوض خرید لئے ہیں''۔ اب انہیں اس سودے میں پورے اتر کر دکھانا ہے۔ کہنے کو کہہ دیا' پڑھنے کو پڑھ لیا' سننے کو سن لیا' لیکن پورا اتر کر دکھانا قیامت ہے۔ کہنے کو تو شاعر نے بھی کہہ دیا کہ ۔جان دی' دی ہوئی اسی کی تھی   حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا!

لیکن اس پر پورا اترنا کوئی آسان بات نہیں___ پس یہاں ان اہل ایمان کی مدح وستائش ہو رہی ہے جنہوں نے اس آزمائش وابتلاء میں اپنے آپ کو پورا تول کر دکھا دیا۔ لہٰذا ان کی شان میں فرمایا: ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ﴾ آگے فرمایا: ﴿ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ ﴾ ''پس ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے'' یعنی اللہ کی راہ میں جان دے کر سرخرو اور سبک دوش ہو گئے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ﴾ ''اور ان میں وہ بھی ہیں جو منتظر ہیں۔'' وہ اس بات کے منتظر ہیں کہ کب وہ وقت آئے جب ہم اپنے اس عہد کو پورا کر کے سرخرو ہو جائیں اور اپنے شانوں پر رکھا ہوا بوجھ اتروا کر سبک دوش ہو جائیں___ اگر گردن کٹ گئی تو شانوں کا بوجھ اتر گیا اور سبک دوشی حاصل ہو گئی۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

مَنْ سَاَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَاِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ (مسلم' کتاب الامارۃ)

''جو شخص صدق دل سے اللہ سے شہادت طلب کرتا رہے گا تو چاہے اس کی موت بستر پر واقع ہو اللہ تعالیٰ اسے شہداء کے مراتب تک پہنچا دے گا''۔

وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ / فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا / وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا / وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ / لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا / (۴۲)

اور سمیٹ لیا گیا اس کا پھل ......تو پھر وہ ہو گیا اپنی دونوں ہتھیلیاں ملتا ہوا......اس پر کہ جو بھی اس نے خرچ کیا تھا اس باغ میں ......اور وہ باغ گرا ہوا تھا اپنی چھتریوں پر ......اور اس نے کہا کہ ہائے میری خرابی ......کاش کہ میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا

ایمان والوں کواس قصے کے باغ والے جیسی غلطیوں سے سبق سیکھنا ہے اوران سے بچنا ہے۔ اللہ ہی کو اپنا سب کچھ ماننا ہے نظری بھی عملی بھی۔ مادیت پر اسباب پر چیزوں پر بھروسہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس دنیا کے بجائے آخرت کی فکر ہونی چاہئے۔ اس سورت کے مطابق اگر یہ معاملہ ہوگا تو یہ شرک ہوگا۔ (لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّیْٓ اَحَدًا (۴۲) کاش کہ میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا)۔ اورشرک، ایسا گناہ ہے جو اللہ کبھی معاف نہیں کریں گیں۔ اورآج کی دنیا عالمی شرک میں مبتلا ہے۔ اوراس دنیا کے حکمران بنی نوع انسان کو ہرلحہ شرک کی طرف دعوت دیتے ہیں، مسلسل، ترغیبات کے ذریعے، دہشت زدہ کرکے، جھوٹ بول کر، ڈرادھمکا کر، دنیا کی چمک کو بڑھاوادے کر، آگ کو پانی بنا کر بتا کر۔ اورایک دن ایسا آئے گا کہ اللہ رب العزت اس شرک کے نظام کو تباہ کردے گا۔ جیسا کہ باگ والے کے ساتھ ہوا ہے۔

وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ / وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا (۴۳)
اوراب نہیں تھی اس کے لئے کوئی جماعت جوکہ اس کی مدد کرتی اللہ کے سامنے ...... اورنہ وہ تھا بدلہ لینے والا

جب اللہ رب العزت کسی کے متعلق سزا کا فیصلہ کرلیں، کوئی بھی اس کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ آخری دور میں بنی نو انسان پر سزا کا وقت قریب آیا چاہ رہا ہے۔ پوری دنیا میں نئے دور نئے تہذیب نئے جدید فلسفہ وعلم کے علمبرداروں اور جمہوریت وانسانی حقوق ومساوات کے خالقوں کے طرف سے فساد فی الارض کا دور دورہ ہے۔ یورپ، امریکہ اورآسٹیلیا، چین اورکوریا، اورجاپان میں لوگوں کی زنگی اجیرن بن گئی ہے۔ نظام کے اچھے برے ہونے کا تعین انسانوں کے حالت زار سے کیا جاتا ہے۔ کیا امریکہ، یورپ، آسٹریلیا، جاپان، کوریا اوراب چین میں انسانیت زندہ ہے۔ ہاں ٹیکنالوجی اورسائنس زندہ ہے۔ صنعتیں زندہ ہیں۔ کارخانے عمارتیں میڈیا زندہ ہیں۔ سڑک گاڑیاں موبائل انٹیرٹیرمینٹ زندہ ہیں۔ اب ان کواوران کے پیچھے چلنے والون کو اللہ کے عذاب سے کون بچائے گا۔ کوئی نہیں۔

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ط / هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا / (۴۴)
اوریہاں پر ہے اختیار اللہ سچے کا ...... وہ اللہ تعالیٰ بہتر ہے بدلے کے اعتبار سے بھی اوروہ بہتر ہے انجام کار کے اعتبار سے بھی

قصہ کا خلاصہ : اختیار صرف اللہ کا ہے۔حکومت صرف اللہ کی ہے۔ اپنی تیاری ضرور مگر بھروسہ صرف مسبب الاسباب پر۔مومن کی بصیرت کچھ اور ہوتی ہے۔تصور کیجئے کہ آپ اپنے سامنے والی عمارت کے پیچھے جاننا چاہ رہے ہیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔اب نہ تو گراؤنڈ فلور سے کچھ نظر آئے گا نہ دوری منزل سے بلکہ صرف سب سے اوپر کی منزل سے بلکہ عمارت کی چھت سے۔یہی مومنانہ بصیرت ہے۔یہی مومنانہ فراست ہے۔

یقیناً قاری ضرور چاہے گا کہ اسے ایسی بصیرت ملے۔مگر دشواری ہے، کیا ہے، پھر تصور کیجئے، کچھ لوگ عمارت کے سامنے کے عمارت کے پیچھے جاننا چاہتے ہیں۔مگر ان سب کے پاس سامان بھی ہے۔اپنے عمارت پر چڑھنے کے لئے (تاکہ سامنے والی عمارت کے پیچھے دیکھا جا سکے) ہلکا ہونا ہوگا، سامان چھوڑنا ہوگا، سو وہی کامیاب ہونگیں جو سامان چھوڑ دیں گیں۔تین گروہ بن گئے۔عظیم اکثریت ان کی جو سامان چھوڑنے کو تیار نہیں ہوئی۔کچھ نے کچھ سامان چھوڑ دیا مگر کچھ رکھا اپنے ساتھ اور عمارت چڑھنے لگے مگر دوسری منزل پہنچ کر رک گئے، کیونکہ مزید چڑھنے کے لئے بقیہ سامان بھی چھوڑنا ہوگا۔سو وہ دوسری منزل پر رک گئے اور سامنے والی عمارت کے پیچھے کیا ہو رہا ہے دیکھ نہیں سکے، تھوڑی بہت آواز سنائی دے رہی تھی سو وہ اس نامکمل اور نا تصدیق شدہ معلومات کو بڑھا چڑھا کر نیچے کھڑے ہوئے لوگوں کو بتانے لگے۔لوگ ان ہی کی بات کو صحیح ماننے لگے کیونکہ وہ اوپر چڑھنے کے لئے سامان چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھے۔آج ہمارے رہنماء، خصوصاً مذہبی رہنماء کی اکثریت کا یہی حال ہے۔صرف چند ہی ایسے تھے جنھوں نے اپنا سب کچھ چھوڑ دیا اور اپنی عمارت کے چھت پر چڑھ گئے، اب انہیں حقیقت دکھائی دے رہی ہے، عین الیقین ہو گیا ہے، مگر لوگ ان کو سن نہیں رہے۔یا تو چونکہ وہ بہت اوپر ہے اپنی بات پہنچا نہیں پا رہے، یا ان کی آواز میں زور نہیں ہے، یا وہ حقیقت جان کر خوفزدہ ہو گئے اور کچھ بول نہیں پا رہے، اور یا نیچے کھڑے ہوئے لوگوں کی سماعت صحیح نہیں ہے۔یا وہ دوسری منزل والوں پر مکمل ناقابل تنسیخ ایمان لا چکے ہیں، ان کی اندھی تقلید کرتے ہیں۔

ہم، یا تو عمارت کے چھت والوں کی مان لیں، کم از کم سن لیں، ایسوں کو تلاش کریں یا خود، چھت والے بن جائیں۔

اور کوئی تیسری صورت نہیں ہے۔

وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا/ كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ/ فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ/ فَاَصۡبَحَ هَشِيۡمًا تَذۡرُوۡهُ الرِّيٰحُط/وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ مُّقۡتَدِرًا/(٤٥)
اے نبیﷺ آپ ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کیجئے ...... جیسے کہ پانی ہم نے اسے نازل کیا آسمان سے ......تو اس کے ساتھ مل کر نکل آیا زمین کا سبزہ ......لیکن پھر وہ ہوگا چورا چورا......اور اسے بکھیرتی ہے ہوا......اور یہ اللہ تعالیٰ ہے جو کہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

اس تمثیل کے ذریعے اللہ رب العزت کی طاقت وقدرت کا مظاہرہ بیان کیا گیا ہے۔ بارش، زمین کی زندگی اور پھر چور چورہ۔ دنیا کہ زندگی کا بھی اسی طرح کا معاملہ ہے۔کسی کو ثبات نہیں ہے، ہر ایک کو فنا ہونا ہے، مٹ جانا ہے،ختم ہو جانا ہے۔صرف اللہ رب العزت ہی ہمیشہ ہمیش تھے، ہیں اور ہونگیں۔ جو اللہ سے اپنے رخ کو موڑیں، یورپ کے ویزے، امریکہ کے گرین کارڈ کے لئے، یا سودی قرضے کے لئے، وہی برباد ہیں، بیوقوف ہیں، اگر وہ صرف اسی تمثیل ہر غور کرلیں تو حقیقت تک رسائی ممکن ہو جاتی ہے کہ وہ دنیا کو اپنا مائی باپ بنا رہے ہیں، اپنے زندگی کا نچوڑ بنا رہے ہیں اور اللہ کو چھوڑ رہے ہیں۔

اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ زِيۡنَةُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا/ وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا/ وَّخَيۡرٌ اَمَلًا/ (٤٦)
مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی زینت ہیں ......اور باقی رہنے والی نیکیاں ہیں ...... جو بہتر ہیں تیرے رب کے نزدیک بدلے کے اعتبار سے ......اور بہتر ہیں امید لگانے کے اعتبار سے

زمان ومکان میں قید انسان مجبور ہے کیونکہ اس کے دل میں محبت ڈال دی گئی ہے فانی چیزوں کی جیسے مال اولاد۔ کامیاو ہی ہے جو کہ زمان ومکان سے بند ہو، غیر فانی کی طرف رغبت ہوشوق ہو جیسے نیک اعمال۔خصوصاً اس دور میں ایمان والوں کو مزید محتاط رہنا چاہئے کہ اس دور میں فانی چیزوں کی چمک دمک بڑھا دی گئی ہے۔ انسان کا مقصد صرف لذت کا حصول رہ گیا ہے، عقل واحد مستند ذریعہ مان لی گئی ہے اور انسان خود ہی خدا بن بیٹھا ہے۔

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ / وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً / وَّحَشَرْنٰهُمْ / فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا (٤٧)
اور اس روز ہم چلائیں گے پہاڑوں کو...... اور تم دیکھو گے زمین کو بالکل صاف ...... اور ہم ان سب کو جمع کریں گے ...... اور ہم ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے

اور (بنی نوع انسان یاد رکھے کہ) اس روز ہم (اللہ) چلائیں گے پہاڑوں کو...... اور تم دیکھو گے زمین کو بالکل صاف ...... اور ہم (موت کو ختم کر کے) ان سب کو (تمام بنی نوع انسان کو) جمع کریں گے ...... اور ہم ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے
قیامت، روز آخرت کی طرف اس سورت کا رخ مڑ گیا ہے۔ ایک ایسا دن آئے گا جب تمام بنی نوع انسان جمع کئے جائیں گیں اور حساب کتاب ہو گا۔ کوئی مفر ممکن نہیں ہو گا۔ آخرت کا ہر وقت احساس، ایمان والوں کو ایمان پر ثابت قدم رکھتا ہے، خصوصاً ایسے دور میں، جو کہ آخری دور ہے، مشکلات سے بھر پور۔

وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ط لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ز / مبَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا (٤٨)
اور وہ پیش کئے جائیں گے اے نبی ﷺ آپ کے رب کے سامنے صف در صف ...... (اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) تم ہمارے پاس آ گئے ہو ...... جیسے کہ ہم نے تمہیں پہلی بار بنایا تھا ...... لیکن تم نے یہ سمجھا تھا ...... کہ ہم نے تمہارے لیے کوئی وعدے کا وقت طے نہیں کیا

اور وہ پیش کئے جائیں گے اے نبی ﷺ آپ کے رب کے سامنے صف در صف ...... (اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) تم ہمارے پاس آ گئے ہو (ننگے پیر، ننگے بدن، تن تنہا) ...... جیسے کہ ہم نے تمہیں پہلی بار بنایا تھا ...... لیکن تم نے یہ سمجھا تھا ...... کہ ہم نے (اس دن کے لئے) تمہارے لیے کوئی وعدے کا وقت طے نہیں کیا (جس سن تمام مخلوقات جمع کی جائے گی اور حاضر کی جائے گی اللہ رب العزت کا سامنے حساب کتاب کے لئے)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''روز قیامت لوگوں کا حشر اس حال میں ہو گا کہ وہ ننگے پاؤں، ننگے جسم اور بغیر ختنے کے ہوں گے''۔ میں نے حیرت سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ، مرد

عورتیں اکھٹے، اور ایک دوسرے کو دیکھ بھی رہے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ''عائشہؓ! صورتحال اتنی اندوہناک ہوگی کہ کوئی کسی پر توجہ ہی نہ دے سکے گا۔'' (بخاری، مسلم)

ان مسلمانوں کا کیا حال ہوگا جب روز قیامت، اللہ رب العزت ان کو مسلمان نہیں مانے گا۔ ان میں وہ لوگ شامل ہیں جو آج کے دور میں، آخری دور میں، اسلام کے خلاف جنگ اور مسلمانوں پر سخت مصائب کے دور میں، اللہ کے سچے بندوں پر مشکلات کے دور میں، سہارا دیتے ہیں حمایت کرتے ہیں یہود عیسائی گٹھ جوڑ کو، جو کہ عالمی حکومت کر رہے ہیں واشنگٹن سے۔

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ / فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ / وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ / لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ج / وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ط / وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (٤٩)

اور پھر پیش کی جائیں گی کتابیں ...... تو تم دیکھو گے مجرموں کو جو کچھ اس میں ہوگا وہ ڈر رہے ہوں گے ...... اور وہ یہ کہیں گے ...... ہائے ہماری خرابی ...... یہ کیسی کتاب ہے ...... کہ وہ نہیں چھوڑتی کوئی چھوٹی چیز اور نہ ہی کوئی بڑی چیز مگر اس نے سب کو شمار کر رکھا ہے ...... اور وہ پائیں گے جو بھی انہوں نے عمل کیا موجود ...... اے نبی ﷺ آپ کا رب کسی ایک پر بھی ظلم نہیں کریگا

اور پھر پیش کی جائیں گی (ہر ایک کو اس کے اعمال نامہ والی) کتابیں ...... تو تم دیکھو گے مجرموں کو جو کچھ اس میں ہوگا وہ ڈر رہے ہوں گے (جو انھوں نے دنیا میں کیا ہوگا دولت شہرت اقتدار خواہشات شہوت منصب کے محبت میں، اب اس کا نتیجہ دیکھ رہے ہوں گیں) ...... اور وہ یہ کہیں گے ...... ہائے ہماری خرابی ...... یہ کیسی کتاب ہے ...... کہ وہ نہیں چھوڑتی کوئی چھوٹی چیز اور نہ ہی کوئی بڑی چیز مگر اس نے سب کو شمار کر رکھا ہے ...... اور وہ پائیں گے جو بھی انہوں نے عمل کیا موجود ...... اے نبی ﷺ آپ کا رب کسی ایک پر بھی ظلم نہیں کریگا (وہ وہاں دیکھ لیں گیں کہ اللہ کسی پر بھی ظلم نہیں کرتے ہیں)

اپنے آپ کو، مجرم، ان حالات میں پائیں گیں جس کی باگیں ان کے پاس نہیں ہوں گیں۔ نہ تو وہ منصف کو

رشوت دے سکیں گیں اپنے حق میں فیصلہ کرانے کے لئے ، نہ ان کا وہاں کوئی وکیل ہوگا کہ وہ لفاظی کر سکے، تا کہ فیصلہ یا تو اس کے موکل کے حق میں ہو جائے یا فیصلہ موخر ہوتا چلا جائے ، ۔ضرورت ہے کامل عدل کی جو کہ اس دن ہو گی ۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا / اِلَّآ اِبْلِيْسَط / كَانَ مِنَ الْجِنِّ / فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖط / اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِىْ / وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّط / بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا (۵۰)
اور یاد کرو جبکہ تمہارے رب نے کہا تھا فرشتوں سے کہ سجدہ کرو آدمؑ کو پس انہوں نے سجدہ کیا ......سوائے ابلیس کے ...... وہ جنوں میں سے تھا...... تو اس نے سرتابی کی اپنے رب کے حکم کی ...... کیا تم بناتے ہو اس کو اور اس کی اولاد کو دوست میرے سوا...... جب کہ وہ تمہارے دشمن ہیں ...... برا ہے ظالموں کے لیے بدلہ

بنی نوع انسان کے اللہ سے دور ہونے کا بنیادی سبب کا یہاں ذکر یہاں کیا جا رہا ہے ۔ وہ ایسے ہی دور نہیں ہو گیا (اور ہو جاتا ہے) بلکہ شیطان اور اس کے حواری اللہ سے اس کو دور کرتے ہیں ۔ آخری دور میں احادیث کے ذریعے ہمیں ابلیس کا ایک بڑا ساتھی ، شیطان ، ابلیس کا علم ہوتا ہے ۔ یعنی اس آخری دور میں ابلیس اور دجال ، اور ان کے حوایوں کا مشترکہ وار ہوگا انسانیت پر ۔
اللہ رب العزت نے شیطان ے متعلق کھول کھول کر بیان کر دیا ہے ،
وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط ...... اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو...... اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ...... بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (بقرہ ۱۶۸)۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ص ...... اے لوگوں جو ایمان لائے ہو...... داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے کے پورے...... وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط ...... اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو (کچھ باتوں کا ماننا اور کچھ کا نہ ماننا شیطان کی پیروی ہے)...... اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ...... بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (بقرہ ۲۰۸) اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ ......اصل میں تو یہ شیطان ہی ہے...... يُخَوِّفُ اَوْلِيَآئَه، ص ...... جو کہ اپنے دوستوں کے ذریعے سے تمہیں ڈراتا ہے ...... فَلَا تَخَافُوْهُمْ ...... پس ان سے مت ڈرو...... وَخَافُوْنِ ...... اور مجھ سے ڈرو...... اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ......اگر تم مومن ہو (بقرہ ۱۷۵) وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا ...... اور جس کے

لئے ہو جائے شیطان ساتھی ...... فَسَآءَ قَرِيْنًا ...... پس وہ تو بہت ہی برا ساتھی ہے (بقرہ ۳۸) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ ...... کیا تم نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف ...... يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ...... جو کہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لے آئے ہیں اُس کلام پر جو آپ ﷺ کی طرف نازل کیا گیا ...... وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ...... اور جو کہ نازل ہوا آپ ﷺ سے پہلے ...... يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْآ اِلَى الطَّاغُوْتِ ...... لیکن چاہتے یہ ہیں کہ فیصلے کرائیں طاغوت سے (اُس وقت کے لئے اشارہ ہے یہود کی طرف، آج کے طاغوت کو پہچانئے) ...... وَقَدْ اُمِرُوْآ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ط ...... حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس طاغوت کا انکار کریں ...... وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ ...... اور شیطان چاہتا ہے ...... اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا م بَعِيْدًا ...... کہ وہ اُنہیں گمراہ کردے بہت دور کا گمراہ کرنا (بقرہ ۶۰) فَقَاتِلُوْآ اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ج ...... تو اے مسلمانوں جنگ کروان شیطان کے دوستوں سے ...... اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ...... اور یقیناً شیطان کی چال (ضعیف ہے) کمزور ہے (بقرہ ۷۶) لَّعَنَهُ اللّٰهُ / وَقَالَ ...... لعنت کی ہے اللہ نے اس شیطان پر ...... اور اس شیطان نے کہا تھا ...... لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ...... (اے اللہ) میں لازماً لوں گا تیرے بندوں میں سے ایک مقرر حصہ (بقرہ ۱۱۸) وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ ...... اور میں انہیں ضرور گمراہ کروں گا ...... وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ ...... اور میں ضرور انہیں امیدیں دلاؤں گا (سبز باغ دکھاؤں گا) ...... وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ ...... اور میں ضرور انہیں ترغیب دوں گا ...... تو پھر وہ جانوروں کے کان چیریں گے ...... وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ط ...... اور میں انہیں حکم دوں گا تو وہ ضرور بدل دیں گے اللہ کی تخلیق کو ......

وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ...... اور جو کوئی اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بناتا ہے ...... فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ...... پس وہ تو پڑ گیا کھلے خسارے میں (بقرہ ۱۱۹) يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ط ...... شیطان ان سے وعدہ کرتا ہے ...... اور انہیں امیدیں دلاتا ہے ...... وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ...... اور شیطان ان سے وعدہ نہیں کرتا مگر دھوکہ والے (بقرہ ۱۲۰) اُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ز ...... ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے ...... وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ...... اور وہ نہیں پائیں گے اس جہنم سے کوئی بھاگنے کی جگہ (بقرہ ۱۲۱) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ...... وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے اعمال کئے ...... سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ...... عنقریب ہم ان کو داخل کریں گے ایسے باغات میں کہ بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں ...... خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ط ...... اور وہ رہیں گے ان

باغات میں ہمیشہ ہمیش ...... وَعۡدَ اللّٰہِ حَقًّا ؕ ...... اللہ کا وعدہ سچا ہے ...... وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیۡلًا ......
اور کون سچا ہوسکتا ہے اللہ کے مقابلہ میں بات کے اعتبار سے (بقرہ ۱۲۲) وَقَاسَمَهُمَآ / اِنِّیۡ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیۡنَ اور شیطان نے ان دونوں (آدمؑ وحوّاؑ سے قسم کھائی ...... کہ بے شک میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں
(اعراف ۲۱) یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ لَا یَفۡتِنَنَّكُمُ الشَّیۡطٰنُ / كَمَاۤ اَخۡرَجَ اَبَوَیۡكُمۡ مِّنَ الۡجَنَّةِ / یَنۡزِعُ عَنۡهُمَا لِبَاسَهُمَا / لِیُرِیَهُمَا سَوۡاٰتِهِمَا ؕ / اِنَّهٗ یَرٰىكُمۡ هُوَ / وَقَبِیۡلُهٗ / مِنۡ حَیۡثُ لَا تَرَوۡنَهُمۡ / اِنَّا جَعَلۡنَا الشَّیٰطِیۡنَ اَوۡلِیَآءَ لِلَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ / اے نبی آدمؑ کے بیٹو: کہیں شیطان یہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دے ...... جیسے کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو نکلوایا تھا جنت میں سے ...... وہ ان سے اترواتا تھا ان کا لباس ...... تاکہ وہ ان کو دکھائے ان کی شرم گاہیں ...... بے شک وہ شیطان اور اس کا قبیلہ وہ تمہیں وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم کو نہیں دیکھتے ...... اور بے شک ہم نے شیطانوں کو دوست بنا دیا ہے ان لوگوں کا جو کہ ایمان نہیں لاتے ((اعراف ۲۷) ہتاہے ...... تو پھر اس کیفیت جاری ہوئی ...... مضبوطی سے پکڑ و اس کو جو کہ میں تجھے دے رہا ہوں ...... اور یاد رکھو جو کچھ کہ اس میں ہے تاکہ تم اللہ کی نافرمانی سے بچ سکو (اعراف ۱۷۱) وَاِذۡ اَخَذَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اٰدَمَ / مِنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ ذُرِّیَّتَهُمۡ / وَاَشۡهَدَهُمۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِهِمۡ ۚ / اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ ؕ / قَالُوۡا بَلٰی ۚ شَهِدۡنَا ۚ / اَنۡ تَقُوۡلُوۡا یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ / اِنَّا كُنَّا عَنۡ هٰذَا غٰفِلِیۡنَ / اور یاد کرو جبکہ نکالا تمہارے رب نے آدمؑ کے بیٹوں سے ...... یعنی ان کی پشتوں سے ...... ان کی اولادوں کو ...... اور اس نے انہیں گواہ بنایا ان کے اوپر ...... کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ...... انہوں نے کہا کیوں نہیں ہم گواہی دیتے ہیں ...... کہیں ایسا نہ ہو کہ تم روز قیامت یہ کہو ...... ہم تو اس چیز سے غفلت میں تھے (اعراف ۱۷۲) اَوۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَشۡرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنۡ قَبۡلُ / وَكُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ۚ / اَفَتُهۡلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ / یا تم کہیں یہ نہ کہنا شروع کر دو ...... کہ شرک تو کیا اس سے پہلے ہمارے آباؤ اجداد نے ...... اور ہم ان کے بعد اولادوں میں سے تھے ...... اے الل کیا تو ہمیں ہلاک کرے گا اس فعل کی وجہ سے جو کہ گمراہوں نے کیا (اعراف ۱۷۳) وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ / وَلَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ / اور اس طرح سے ہم اپنی آیات جو واضح کرتے ہیں ...... اور شاید کہ وہ رجوع کریں (۱۷۴) وَاتۡلُ عَلَیۡهِمۡ نَبَاَ الَّذِیۡۤ اٰتَیۡنٰهُ اٰیٰتِنَا / فَانۡسَلَخَ مِنۡهَا / فَاَتۡبَعَهُ الشَّیۡطٰنُ / فَكَانَ مِنَ الۡغٰوِیۡنَ / اے نبیؐ ان پر تلاوت کیجیے خبر اس شخص کی جس کو ہم نے اپنی آیات میں سے دیا تھا ...... لیکن وہ اس سے نکل گیا ...... تو پھر اس کے پیچھے لگا شیطان ...... تو پھر وہ ہوگیا گمراہوں میں سے (اعراف ۱۷۵) وَلَوۡ شِئۡنَا لَرَفَعۡنٰهُ بِهَا / وَلٰكِنَّهٗۤ اَخۡلَدَ اِلَی الۡاَرۡضِ / وَاتَّبَعَ

هَوٰهُ ج / فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ج / اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ / اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ط / ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ج / فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ / اور اگر ہم چاہتے تو یقیناً ہم اس کو بلند کرتے ان آیات کے ذریعے سے ...... لیکن وہ تو گرتا ہے چلا گیا زمین کے طرف ...... اور اس نے اپنی خواہشات کے پیروی کی تو اس کی مثال ایسے ہے جیسے کہ مثال ہے کتے کی ...... اگر تم اس پر کوئی بوجھ ڈالو تو وہ ہانپتا ہے ...... اور اگر تم اسے چھوڑے رکھو وہ تب بھی ہانپتا ہے ...... یہ کسی ایک شخص کی مثال نہیں ہے ...... یہ مثال اس قوم کی ہے جس نے ہماری آیات کو جھٹلایا ...... اے نبیؐ کرتے رہیے اس طرح کا بیان کرنا ...... تاکہ وہ غور وفکر کریں (۱۷۶) سَآءَ مَثَلاَ نِالْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا / وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ / بری ہے مثال اس قوم کی جس نے ہماری آیات کو جھٹلایا ...... اور درحقیقت اپنی جانوں پر وہ ظلم کرتے رہے (اعراف ۱۷۷) وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِىَ الْاَمْرُ / اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ / وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ط / وَمَا كَانَ لِىَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ / اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِىْ ج / فَلَا تَلُوْمُوْنِىْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ط / مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِىَّ ط / اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ط / اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ / ورشیطان یہ کہے گا ...... جب کہ معاملہ چکا دیا جائے گا ...... بے شک اللہ نے جو تم سے وعدہ کیا تھا وہ سچا وعدہ تھا ...... میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا ...... تو میں نے اس کے خلاف کیا ...... البتہ مجھے تمہارے اوپر کوئی اختیار حاصل نہیں تھا ...... مگر یہ کہ میں نے تمہیں دعوت دی ...... اور تم نے میرے کہنے پر لبیک کہا ...... پس مجھے الزام مت دو ...... اپنے آپ کو الزام دو ...... آج میں تمہاری چیخ و پکار / فریاد کو نہیں پہنچ سکتا ...... اور نہ ہی تم آج میری مدد کر سکتے ہو ...... اور میں انکار کرتا ہوں / کفر کرتا ہوں اس کا جو تم نے مجھے شریک کر رکھا تھا ...... بے شک جو ظالم لوگ ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے ...... (ابراھیم ۲۲) تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ / فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ / فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ / وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ / اللہ کی قسم ...... یقیناً اے نبیؐ ہم نے رسول بھیجے تھے آپ سے پہلے بھی امتوں کی طرف ...... تو شیطان نے ان کے اعمال / کرتوت مزین کر دیئے تھے ...... وہی آج بھی ان کا دوست ہے ...... اور ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے (ابراھیم ۶۳)) فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ / فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ جب قرآن کریم پڑھو ...... اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ پکڑ لیا کرو مردود شیطان سے (نحل ۹۸) اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا / وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ بے شک اس شیطان کا کوئی زور نہیں چلتا ہے ان لوگوں پر جو کہ ایمان لائے اور جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں (نحل ۹۹) اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى

الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ / وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ یقیناً اس شیطان کا زور تو چلتا ہے ان لوگوں پر ...... جو کہ خود شیطان کو دوست بنا لیتے ہیں ...... اور وہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے ہیں (نحل ۱۰۰)
وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط / قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا / اور یاد کرو جب کہ ہم نے کہا تھا فرشتوں سے کہ سجدہ کرآدم کو پس ان سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے ...... اس نے کہا کہ کیا میں سجدہ کرواسکو اس کو اے اللہ تو نے بنایا ہے گارے سے (اسراء ۶۱) قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِىْ كَرَّمْتَ عَلَىَّ / لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ / لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا / ابلیس نے کہا کہ اے اللہ کیا آپ نے دیکھا ...... کہ یہ ہے وہ کہ جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے ...... اگر تو مجھے مہلت دے دے روز قیامت تک کے لئے ...... تو میں اس کی اولادوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکو گا سوائے چند کے (اسراء ۶۲) قَالَ اذْهَبْ / فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ / فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا / اس پر اللہ نے فرمایا جا دور ہو جا ...... پس ان میں سے جس نے تیری پیروی کی تو پھر جہنم ان سب کا بدلہ ہے اور وہ پورا پورا بدلہ ہے (اسراء ۶۳)
وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ / وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ / وَشَارِكْهُمْ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ط / وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا / اور ڈگمگا دے تو جس کو ڈگمگا سکتا ہے ان میں سے اپنی آواز سے ...... تو لے آ اُن پر اپنے سوار بھی اور اپنے پیادے بھی ...... اور تو شریک ہو جا ان کے مالوں میں بھی اور ان کی اولادوں میں بھی ...... اور ان سے وعدے کر ...... اور شیطان ان سے وعدے نہیں کرتا مگر دھوکے والے (اسراء ۶۴) اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ط / وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا / اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس بے شک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کوئی زور نہیں ہوگا ...... اور اے نبیؐ آپ کا رب کافی ہے بطور کارساز (اسراء ۶۵) وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ / لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا / اور کہا انسان نے جب میں مرجاؤں گا ...... تو کیا میں عنقریب دوبارہ اٹھایا جاؤں گا ...... (مریم ۶۶) اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ / وَلَمْ يَكُ شَيْئًا / کیا انسان یاد نہیں کرتا ...... ہم نے اس سے پہلے بھی اسے بنایا تھا ...... جبکہ وہ کچھ بھی نہیں تھا (مریم ۶۷) فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ / ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا / پس اے نبی ﷺ قسم ہے آپ کے رب کی ...... ہم لازماً اکٹھا کریں گے انہیں بھی اور تمام شیطانوں کو بھی ...... اور ہم لازماً انہیں حاضر کریں گے جہنم کے گرد اس حال میں کہ وہ گھٹنوں پر گرے ہوئے ہوں گے (مریم ۶۸) اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ / تَؤُزُّهُمْ اَزًّا / اور کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم چھوڑتے ہیں شیطانوں کو کافروں پر ...... تو پھر وہ انہیں

اکساتے ہیں ابھار کر (مریم ۸۳) یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ ج / اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ / اے لوگوں اپنے رب کا تقوی اختیار کرو...... بے شک جو قیامت کا زلزلہ ہے وہ ایک بڑی شے ہے (حج ۱) یَوْمَ تَرَوْنَھَا تَذْھَلُ کُلُّ مُرْضِعَۃٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ / وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَھَا / وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَا ھُمْ بِسُکٰرٰی / وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ / اس روز تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی بھول جائے گی اس کو جس کو اس نے دودھ پلایا (ہر دودھ پلانے والی دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گے) ...... اور چھوڑ دے گی ہر حمل والی اپنے حمل کو ...... اور لوگوں کو تم دیکھو گے کہ وہ پاگل ہیں / دیوانے ہیں مدہوش ہے ...... لیکن وہ پاگل نہ ہوں گے ...... لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے جو کہ بڑا شدید ہے (حج ۲) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ / وَّیَتَّبِعُ کُلَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ / اور لوگوں میں سے ایسا بھی ہیں جو کہ اللہ کے بارے میں جھگڑا تا ہے بغیر کسی علم کے ...... اور وہ پیروی کرتا ہے ہر سرکش شیطان کی (حج ۳) کُتِبَ عَلَیْہِ اَنَّہٗ مَنْ تَوَلَّاہُ فَاَنَّہٗ یُضِلُّہٗ وَیَھْدِیْہِ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ / حالانکہ شیطان کے بارے میں یہ لکھ دیا گیا ہے ...... کہ جس کسی نے بھی اس کو دوست بنایا ...... کہ وہ اس کو گمراہ کر دے گا ...... اور وہ اس کو لے جائے گا دہکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف (حج ٤) وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ / یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا / اور اس روز ظالم اپنا ہاتھ کاٹ کھائیں گے ...... وہ کہے گا ...... ہائے افسوس ...... کہ کاش میں نے رسولؐ کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا (فرقان ۲۷) یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ / لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا / ہائے کاش کہ میری خرابی ...... میں نے نہ بنایا ہوتا فلاں شخص کو دوست (فرقان ۲۸) لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّکْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ط / وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا / ...... اس نے مجھے بہکا دیا ذکر سے / نصیحت سے / یاددہانی سے / قرآن سے اس کے بعد کہ وہ میرے پاس آیا ...... اور شیطان انسان کو رسوا کر دینے والا ہے (فرقان ۲۹) وَمَآ اَھْلَکْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ اِلَّا لَھَا مُنْذِرُوْنَ / ...... ہم نے تو کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا ...... مگر اس کے لیے خبردار کرنے والے تھے (شعرآء ۲۰۸) ذِکْرٰی قف وَمَا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ یہ قرآن بھی یاددہانی ہے / نصیحت ہے اور ہم ظلم کرنے والے نہیں ہے (شعرآء ۲۰۹) وَمَا تَنَزَّلَتْ بِہِ الشَّیٰطِیْنُ اس قرآن کو لے کر کوئی شیطان نہیں اترے (شعرآء ۲۱۰) وَمَا یَنْبَغِیْ لَھُمْ / وَمَا یَسْتَطِیْعُوْنَ اور نہ وہ اس کے قابل ہیں ...... اور نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں (شعرآء ۲۱۱)

وَجَدْتُّھَا وَقَوْمَھَا یَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ / وَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ / فَصَدَّھُمْ عَنِ السَّبِیْلِ فَھُمْ لَا یَھْتَدُوْنَ / اور میں نے دیکھا ہے اس کو اور اس کی قوم کو ...... وہ سجدہ کرتے ہیں سورج

کو ...... اللہ کے سوا ...... مزین کر دیا ہے ان کے لئے شیطان نے ان کا عمل ...... اور اس نے ان کو روک دیا ہے
راستے سے ...... اور پس وہ ہدایت نہیں پاتے (نمل ۲۴) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ / قَالُوْا
بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ط / اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ / اور
جب ایسے لوگوں کو کہا جاتا ہے ...... پیروی کرو اس کی جو کہ اللہ نے نازل کیا ہے ...... تو انہوں نے کہا کہ ہم تو
پیروی کریں گے ...... جس پر کہ ہم نے پایا اپنے آباؤ اجداد کو ...... اور اگرچہ شیطان ان کو بلا رہا ہو دہکتی ہوئی
آگ کے عذاب کی طرف (لقمان ۲۱) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ / فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَا قف / وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ / اے لوگو ...... بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے ...... تو تمہیں دنیا کی
زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے ...... اور تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے میں نہ ڈال دے ایک بہت بڑا دھوکے
باز (فاطر ۵) اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ / فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ط / اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ / لِيَكُوْنُوْا مِنْ
اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ / بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے ...... پس اس کو دشمن ہی سمجھو ...... بے شک وہ بلاتا ہے اپنے
گروہ کو ...... اپنی جماعت کو ...... تاکہ وہ ہو جائیں دہکتی ہوئی آگ والوں میں سے (فاطر ۶) اَلَمْ اَعْهَدْ
اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ / اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ج اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ / اے آدمؑ کے بیٹو کیا میں نے تم
سے وعدہ نہ لیا تھا ...... کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو گے / اطاعت نہ کرو گے ...... بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن
ہے (یٰسٓ ۶۰) وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ط / هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ / اور میرے اطاعت کرو گے / غلامی کرو
گے ...... یہی سیدھا راستہ ہے (یٰسٓ ۶۱) وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ط / اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ
لیکن اس نے تم میں سے بہت سی نسلوں کو تباہ کر دیا / گمراہ کر دیا ...... تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے تھے (یٰسٓ ۶۲)
هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ / یہ ہے وہ جہنم کہ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا (یٰسٓ ۶۳) اِصْلَوْهَا
الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ / ...... داخل ہو جاؤ اس میں بسبب اس کفر کے جو کہ تم کرتے رہے (یٰسٓ ۶۴)
اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ / وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ / وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ / آج
کے دن ہم مہر کر دیں گے ان کے مونہوں پر ...... اور ہم سے کلام کریں گے ان کے ہاتھ ...... اور گواہی دیں گے
ان کے پاؤں ...... اس چیز کے بارے میں جو کچھ کہ وہ کماتے رہے (یٰسٓ ۶۵)
وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ط / اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ / البتہ اگر تمہیں کبھی
لگ ہی جائے شیطان کی طرف سے کوئی چوک ...... تو فوراً اللہ کی پناہ میں آ جاؤ ...... بے شک وہ اللہ تعالیٰ سب کچھ

سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے (فصلت / حم سجدہ ۳٦) وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ / نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ اور جو کوئی بھی غفلت برتا ہے رحمان کے ذکر سے ...... ہم مقرر کر دیتے ہیں اس پر شیطان ...... اب وہ اس کے ساتھ ہوتا ہے (زخرف ۳٦) وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ / وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ اور پھر بے شک وہ ان کو روکتے ہیں راستے سے ...... اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں (زخرف ۳۷) اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا / وہ قرآن سے تدبر کیوں نہیں کرتے ...... کیا دلوں پر پڑے ہوئے ہیں تالے (محمد ۲٤) اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰى اَدْبَارِهِمْ / مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى لا / الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ط / وَاَمْلٰى لَهُمْ / بے شک وہ لوگ جو کہ پھر گئے اپنی پیٹھوں پر ...... اس کے بعد کہ ان کے لئے ہدایت واضح ہو چکی ہے ...... اصل میں شیطان ہے جس نے کہ ان کے لئے بات بنائی ہے ...... اور اس نے ان سے وعدہ کیا ہے / امید دلائی ہے (محمد ۲۵) هُمُ الْكٰذِبُوْنَ / اس روز اللہ ان سب کے سب کو اٹھائے گا ...... تو یہ اللہ کے سامنے بھی ویسے ہی قسمیں کھائیں گے جیسے کہ قسمیں یہ تمہارے سامنے کھاتے ہیں ...... اور وہ سمجھیں گے کہ وہ کسی دلیل پر ہیں ...... سن لو ...... بے شک وہ لوگ جھوٹے ہیں (مجادلة ۱۸) اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ / فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ط / اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ / اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ / شیطان نے ان کو گھیر لیا ہے ...... اور اس نے ان کو غافل کر دیا ہے اللہ کے ذکر سے ...... یہ ہے شیطان کی پارٹی ...... بے شک شیطان کی پارٹی ہی خسارے میں جانے والی ہے (مجادلة ۱۹) اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ / اُولٰٓئِكَ فِى الْاَذَلِّيْنَ بے شک وہ لوگ جو کہ دشمنی کرتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے ...... وہی لوگ ہوں گے ذلیلوں میں سے (مجادلة ۲۰)

آخری دور میں شیطان، اس کے حواری دجال، بنی نوع انسان کو عالمی طور پر اللہ سے دور کریں گیں، جن میں ان کے مددگار ہونگیں انسانی شکل میں یاجوج اور ماجوج اور ان کی قوم اور فوج۔ وہ اللہ کے ماننے والوں کے اصل دشمن ہیں۔ ان لوگوں سے دوستی، ان کے ساتھیوں سے دوستی، محبت، ان کا ساتھ دینا، ان سے پینگیں بڑھانا، ان پر اعتماد کرنا، ان ے دشمنوں (اللہ کے ماننے والوں کو) کو دشمن سمجھنا۔۔۔ کیا معنی رکھتا ہے؟؟؟ یعنی اللہ سے ٹکر لینا ہے، فرشتوں اور ملائکہ کے فوج کے خلاف صف آراء ہونا ہے۔۔۔ کیا اس بڑی بیوقوفی کچھ اور ہے۔۔۔ کیا یہی اصل تباہی نہیں ہے۔۔

اسرار عالم صاحب (انڈیا) اپنی کتاب دجال، حصہ اول میں شیطان کے متعلق تفصیلی بحث کرتے ہیں۔ ذیل میں انتہائی مختصراً تلخیص پیش کی جاتی ہے ص ۲۰۶ تا ۲۱۸ کی تحریر سے متعلق۔

☆ ابلیس کے لغوی معنی: تباہ کرنے والا، شیطان کے لغوی معنی: رکاوٹ ڈالنے والا۔ دور کرنے والا۔ مخالف (ص ۲۰۶)

☆ قرآن کے مطابق ابلیس اللہ کا نافرمان ضرور ہے اس لئے کہ اس نے اللہ کے حکم سے سرتابی کی۔ لیکن وہ نہ تو اس کا منکر ہے کہ اللہ کو حکم دینے کا اختیار اور حق ہے، نہ وہ اس بات کا منکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ (ص: ۲۰۷)

☆ اور صرف یہی نہیں بلکہ وہ کسی صورت سے باری تعالیٰ کے اقتدار کو چیلنج نہیں کرتا بلکہ اس کی حیثیت کا قائل ہے اور اپنے بارے میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ ہر اعتبار سے اس اقتدار اعلیٰ کا مطیع ہے۔ (ص: ۲۰۸)

☆ یہ ایک عجیب وغریب المیہ اور انسان کے لئے آزمائش ہے کہ ابلیس کی کوششوں کا بنیادی محور انسان سے گناہ کروانا نہیں بلکہ ذات باری تعالیٰ اور اس کے اقتدار اعلیٰ کا انکار کروانا اور اپنی حیات سے حضرت باری تعالیٰ کی ایک ایک نشانی مٹا دینے کی ہے۔ جب کہ خود ابلیس کی پوری ذات حتیٰ کے اس کی موجودہ زندگی بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزر رہی ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا: نکل اس سے بے شک تو دھتکارا ہوا ہوگیا (ص ۷۷)۔ لیکن اس نے اپنے کو اطاعت الٰہی کے دائرے سے نکلنے سے اس طرح بچا لیا کہ اس نے درخواست پیش کی: اے میرے رب مجھے دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک مہلت دی جائے (حجر ۳۷)۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی درخواست قبول فرمالی: بے شک تو ان لوگوں میں سے ہوگیا جن کو وقت معلوم کے دن تک مہلت دے دی گئی ہے (حجر ۳۸)۔ (ص: ۲۰۸)

☆ اس نے رب تعالیٰ سے اپنے موقف کو مزید واضح اور مؤکد کرتے ہوئے کہا: اے رب! جیسا آپ نے مجھے برباد کیا اسی طرح میں بھی ان سب کو زمین میں لبھا دے کر برباد کروں گا مگر تیرے مخلص بندوں کے۔ (ص: ۲۰۹)

☆ ابلیس اپنے دل میں سمجھتا تھا کہ وہ 'مقام عظیم' جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کا وہی مستحق ہے۔ (ص: ۲۱۰)

☆ (اسی لئے) اس نے یہی قیاس کیا کہ (آدم کو سجدہ کا) یہ فیصلہ دراصل اس 'مقام عظیم' جس کا وہ خود کو مستحق سمجھتا تھا اس سے معزولی کا اعلان پہلے ہے اور سجدہ کرنے کا حکم بعد میں۔ (ص: ۲۱۰)

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان ربوبیت کا ایک اور ظہور فرمایا اور ایک نئی سنت جاری فرمادی۔ اور اس کے تحت ابلیس کے استغاثہ کو تین شقوں میں بانٹ کر حجت قائم کرنے کے لئے قبول فرمالیا (۱) پہلی شق۔ ابلیس کا اپنا مطیع و

فرمانبردار ہونے پر اپنے کو مستحق سمجھنا غلط تھا۔ (۲) دوسری شق۔ آدم کے ساتھ رعایت (Grace) کی گئی اور ابلیس کے ساتھ عدم رعایت۔ (۳) تیسری شق۔ آدم کے ساتھ جانبداری (Favour) کی گئی اور ابلیس کے ساتھ عدم جانبداری۔ (ص:۲۱۲)

☆ دوسری شق: ہر چند کہ فی الواقع ایسا نہیں تھا لیکن محض حجت قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ابلیس کے ساتھ علانیہ رعایت (Grace) کا معاملہ کیا۔۔۔۔۔۔(اگر چہ کہ اس کا خیال غلط ہے اس کے باوجود کہ اس نے حکم عدولی کی ہے) اسے رعایت (دی جاتی ہے)۔قال فانک من المنظرین یہاں دو نکتے اہم ہیں (۱) ابلیس کا اصلی جرم تو سجدہ نہ کرنا ہے (۲) المنظرین۔ میں اجازت دئے جانے کے بعد سے الوقت المعلوم تک کی مدت میں ابلیس کے ذریعہ کیا گیا عمل اس کے لئے 'مفرد جرم' میں شامل نہیں۔ چنا چہ ایک کے بجائے اللہ تعالیٰ نے دو رعایتوں (Grace) سے نوازا۔ یعنی پہلی رعایت یہ کہ حکم عدولی کے فوراً بعد اسے سزا نہیں دی۔ فاخرج (نکل جاؤ) اور فانک رجیم (پس تو مردود قرار دے دیا گیا) سزا نہیں یہ تو صرف ناراضگی ہے۔ دوسری رعایت یہ کہ المنظرین سے الوقت المعلوم تک کی پوری مدت گویا ''چھوٹ'' میں داخل ہے۔ تیسری شق: تیسری شق کے تعلق سے اللہ تعالی نے حجت اس طرح قائم کی کہ جس آدم کے تعلق سے جانبداری کا الزام لگایا گیا تھا اس کے ساتھ عدم جانبداری اور ابلیس کے ساتھ جانبداری کی سنت جاری فرمائی۔ اور وہ سنت درج ذیل طریقہ سے روبہ عمل میں لائی گئی (۱) حدیث ترجمہ: جہنم شہوات سے چھپا دی گئی اور جنت تکلیف دہ، مشکل، ناپسندیدہ اور گراں چیزوں سے (متفق علیہ سوائے مسلم کے جس نے چھپا دی گئی ہے کے بجائے ڈھانپ دی گئی ہے لکھا ہے) حدیث دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے (مسلم)۔ ۔۔۔ زمین پر اہل حق اور معرکہ حق کی پوری تاریخ اس بات کا ثبوت پیش کرتی ہے کہ اہل حق حزب اللہ ہوتے ہوئے بھی ہمیشہ مفلس، تنگ دست، مظلوم، اذیت دیئے گئے اور بے چارگی کی حالت میں رہے۔ اور اہل باطل حزب الشیطان ہوتے ہوئے بھی ہمیشہ خوشحال، ظلم پر قادر اور اذیت دینے والے اور آزاد اور بے مہار رہے۔ (ص۲۱۲،۲۱۳)

☆ پہلی شق: اللہ تبارک و تعالی کے نزدیک کسی بندے کی یہ شان عبدیت نہیں کہ وہ استحقاق کا دعویٰ کرے۔ ۔۔۔۔ چنا چہ اس روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے انبیاء نے اسی کو ثابت کر دیا۔ اور اللہ کے اولوالعزم انبیاء نے تو وہ مثال قائم کر دی جو انسان ہی نہیں ساری مخلوقات کے لئے سرمایہ حیات ہے۔ اور وہ غیر معمولی اسوہ حسنہ جو ان انبیاء کرام نے قائم فرمایا یہ تھا: ''اپنی جان اپنا مال اپنی زندگی ہر چیز اللہ کی رضا کے لئے قربان کر دینا اور اس کے بعد بھی یہی اظہار کہ اے اللہ آپ کا حق ادا نہ ہو سکا۔ ہم اپنے گناہوں کی مغفرت طلب

کرتے ہیں ۔ہمیں معاف فرما دیجئے ۔''
۔۔۔۔ (حضرت ابراہیمؑ) البقرہ ۱۲۴'' اور جب ابراہیم کے رب نے اسے کلمات سے آزمایا تو اس نے انہیں پورا کردیا'' ۔۔۔۔۔ (حضرت عیسیؑ) المائدہ ۱۱۸'' اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف کردے تو تو ہی ہے زبردست حکمت والا'' ۔۔۔۔۔ (حضرت محمدﷺ) ۔۔۔۔ بخاری ۔ ابو ہریرہؓ '' فرمایا رسول اللہﷺ نے : اللہ کی قسم ! میں دن بھر میں ستّر بار اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کی دعا کرتا ہوں'' ۔۔۔۔۔۔ (ص : ۲۱۶ تا ۲۱۸)

انسانیت کو تباہی کی طرف لے جانے میں یہ دشمن اللہ کس طرح کامیاب ہوتے ہیں، ان کا کیا طریقہ کار رہوتا ہے، اگلی آیت پڑھتے ہیں ۔

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ / وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْص / وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا (۵۱)

میں نے انہیں گواہ نہیں بنایا زمین اور آسمانوں کی تخلیق میں ...... بلکہ ان کی اپنی تخلیق کے لئے بھی ......اور میں بہکانے والوں کو اپنا مددگار نہیں بنایا کرتا

(جب وہ اس قسم کی نیچ اور اوچھی حرکتیں کرتے ہیں تو انھیں یاد دلا یئے کہ) میں نے انہیں گواہ نہیں بنایا زمین اور آسمانوں کی تخلیق میں ...... بلکہ ان کی اپنی تخلیق کے لئے بھی ......اور (نہ مجھے ضرورت ہے کہ) میں (انسانوں کو) بہکانے والوں کو اپنا مددگار نہیں بنایا کرتا

حالانکہ وہ زمین وآسمان کے تخلیق پر گواہ نہیں بنائے گئے، نہ خود ان کی اپنی تخلیق پر، اس کے باوجود وہ خود کو بطور خدا کے پیش کرنے پر گستاخی کرتے ہیں اور انسانوں کو خود کی پوجا کرنے پر مجبور کرتے ہیں ۔ نبی کریمﷺ کی پیشن گوئیوں میں اس بات کا ذکر موجعد ہے کہ دجال، اللہ رب العزت پر اعتقادات اور ایمان کو کمزور کرنے کی کوشش کرے گا تاکہ انسانیت اللہ رب العزت کے علاوہ پوجا کرے، یا مخلوقات کو اللہ کی عبادت، اس کے صفات کے ساتھ شریک ٹھیرا لے ۔ یہ خود ساختہ دیوتا اور دیوی اپنی قوت اور اختیارات استعمال کرکے اسلام

اوراس کے علماء کے خلاف جنگ برپا کردیتے ہیں۔آج عموماً حکومتیں ان ہی جھوٹے خدا کی طرح کا کردار ادا کرتی ہیں اور یوں دجال کا آلہء کار بنتی ہیں جو انہیں اسلام کے مخالفت میں استعمال کررہا ہے۔

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِ یَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ / فَدَعَوْهُمْ / فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ / وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا (۵۲)

اوراس روز اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا کہ پکارو میرے شریکوں کو......جن کے بارے میں تم دعوی کرتے ہوں ...... پس وہ ان کو پکاریں گے ...... پھر وہ ان کی پکار کا جواب نہیں دیں گے ......اور ہم نے ان کے درمیان رکھ دی ہے ایک کھائی

اور (ان کو خبردار کردیجئے کہ) اس روز (واحد مالک) اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا کہ (اب) پکارو میرے شریکوں کو......جن کے بارے میں تم دعوی کرتے ہوں (جیسے آزاد خودمختار ریاست، پارلیمنٹ، سیکورٹی کونسل، آئین، اقوام متحدہ وغیرہ جو خودمختاری، طاقت، اور اندرونی و بیرونی معاملات میں ہدایتیں دیتے تھے) (پکارہ بتوں کو، خدا کے بیٹوں کو جنھیں تم سمجھتے تھے) ......پس وہ ان کو پکاریں گے ...... پھر وہ ان کی پکار کا جواب نہیں دیں گے ......اور ہم نے ان کے درمیان رکھ دی ہے ایک کھائی

کن کو اس وقت انسانیت پکارے گی؟ ہندوؤں کے دیتا اور دیویاں، عیسائی خدا کی ماں اور بیٹا، پادری، ربی، وہ حکومتیں جو اللہ کے جانب سے حلال کو قانونی اصطلاحات سے حرام قرار دیتے ہیں اور حرام کو حلال جیسے سود، جوا، قمار، حکومتی سطح پر جوا، سود پر قرض، لیزنگ، کاغذی کرنسی (جو کہ سراسر سود ہے کیونکہ حکومت یا بینک کے پاس اتنا سونا نہیں ہوتا جس کے اوپر وہ کرنسی جاری کرتی ہیں) جس کے تحت وہ معشیت کو قابو کرتے ہیں اور چند کے پاس دولت جمع ہو جاتی ہے۔
اس دن جب عیسائی اپنے زعم میں حضرت عیسیٰؑ کو بطور خدا کے بیٹے یا خود خدا کے طور پر آواز دیں گیں تا کہ وہ ان کی مدد کو آئیں اور جہنم سے انہیں بچائیں اور جنت میں لے جائیں، وہ انہیں جواب نہیں دے سکیں گیں کیونکہ نہ تو وہ خدا ہیں، اور ان کے اور عیسائیوں کے درمیان اللہ ایک وسیع خلیج قائم کردیں گیں۔اسی طرح جب ہندو اپنے دیوتا اور دیویوں کو پکاریں گیں (اللہ رب العزت واحد ہے، نہ جنا گیا نہ اس نے کسی کو جنا، اور نر مادہ

دونوں کا خالق ہے)، ہندوؤں کو بھی کوئی جواب نہیں ملے گا۔
تمام، جو کہ جھوٹے خدا یا خداؤں کے پیروکار تھے، مثلاً جدید ریاست آئینی طاقت اور اختیارات کے ساتھ، وہ بھی نامراد ہو جائیں گیں۔
کسی سیاسی جماعت کے ساتھ چمٹے رہنے والوں کے لئے کیسا المیہ کا دن ہوگا۔ کسی قمیت، ملک، اقوام متحدہ کے چہیتے، مخلتف حقوق کے ٹھیکیدار اور کارکن مثلاً حقوق نسواں وغیرہ، سرمایہ داری، اشراکیت، مزدکیت، لبرلزم، جھوٹی آزادی کے متوالے اور لڑنے والے، جھوٹے قوانین اور سراب کے پیچھے بھاگنے اور اس کے لئے لڑنے والے، کیا وقت ہوگا ان کے لئے۔ جب سارے پردہ چھٹ جائیں گیں اور اصل حقیقت سامنے آجائے گی۔ کمپیوٹے، انرجی، سائنس، ایٹمی ہتھیار، نانو ٹیکنالوجی، اسپیس ٹیکنالوجی، کوئی کچھ بھی کام نہ آئے گا۔ نہ لفاظی، نہ دھونس، نئی سیاست، نہ مکاری، نہ تعلقات۔ نہ اس وقت کوئی developed nation(s) ہوگا نہ G3 نہ third world۔

وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا/ وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا/ (٥٣)
اور پھر دیکھیں گے مجرم آگ کو...... وہ سمجھ لیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں......اور وہ نہیں پائیں گے وہاں سے بھاگنے کی کوئی جگہ

بے خدا اور گناہ گار سیکولر، رسی اور سلسلہ کا آخر کار اختتام ہو جائے گا اور وہ اپنی آنکھوں سے ان کے لئے تیار ہولناک آگ کو دیکھیں گیں۔ انتہائی پر اثر اور خوفناک منظر، مگر فائدہ مند صرف ان کے لئے جو آج سے اس کو سوچ کر اس سے بچنے کی کوشش کریں۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍط/ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَىْءٍ جَدَلًا/ (٥٤)
تو ہم نے تو پھیر پھیر کے بیان کر دی ہے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر طرح کی مثال ......اور انسان ہے بہت زیادہ جھگڑا کرنے والا

قرآن مجید میں مختلف جگہ مختف اسلوب کے تحت مختلف مثالوں کے ذریعے جنت اور دوزخ کے مناظر بتائے گئے ہیں اور اس کے ملنے کے وجوہات سے آگاہ کیا ہے۔ مگر جھوٹ، انا اور دیگر عوامل انسان اور انسانیت کے اکثریت کو

قرآن کے جھٹلانے کا سبب بنتے ہیں۔ بجائے یہ کہ دل و جان سے اطاعت ہو، فرمانبرداری ہو، قرآن، سش کو سمجھنے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے کی پرخلوص کوشش ہو، مختلف بہانوں سے، ترقی اور سائنس کے نام پر، آزادی اور شعور کے نام پر، جمہوریت اور تہذیب کے نام پر، علم آگاہی اور ٹیکنالوجی کے نام پر اور انہیں بہانے بنا کر اللہ رب العزت کے اپنے کلام کو جھٹلایا جاتا ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا / اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى / وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ / اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ / اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا / (۵۵)

اور نہیں ہوگا لوگوں کو کہ وہ ایمان لاتے ...... جب کہ ان کے پاس آئی ہدایت ...... کہ وہ بخشش مانگنے اپنے رب سے ...... مگر یہ کہ ان کے پاس پہلوں کی رسم/ روش ...... یا ان کے پاس آئے عذاب سامنے سے

اور نہیں ہوگا لوگوں کو کہ وہ ایمان لاتے ...... جب کہ ان کے پاس (مکمل اور بلا شک وشبہ) آئی ہدایت (قرآن مجید) ...... کہ وہ بخشش مانگنے اپنے رب سے ...... مگر یہ کہ ان کے پاس پہلوں کی رسم/ روش ...... یا ان کے پاس آئے (دائمی) عذاب (جہنم کی آگ) سامنے سے

اپنے اعتقادات اور رسوم سے ناجائز اور بغیر سوچے سمجھے عقیدت اور تعلق انسان کو سچائی کے پہچاننے اور ماننے سے روکتی اور دور کرتی ہے، بطور پردہ حائل ہو جاتی ہے۔

بصیرت سے محرومی اور چیزوں کی حقیقت یا معاملات کی حقیقت کو جاننے اور پہچاننے کی محرومی بھی ایک بہت بڑی وجہ ہے حق کو نہ پہچاننے میں۔ جب انسان خود اس قابل ہو کہ وہ حقیقت کو دیکھ سکے اور سمجھ سکے، اور وہ اس بات کو جان لیں کہ ضروری نہیں جو نظر آ رہا ہے حقیقت بھی وہی ہو، تو وہ آج کے اس عالمی دانشورانہ اور میڈیا کے تحت اس بات کو رد کر سکے گا کہ seeing is beleiving۔ یقیناً زمین و آسمان کا فرق ہے لوگوں کے دو گروہوں کے درمیا، حقیقت کو پہچاننے والے اور حقیقت کہ نہ پہچاننے والے۔ اور دوسرا گروہ اس وقت حقیقت دیکھے گا جب اس کی یہ آگاہی اس کے کسی کام نہ آئے گی۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَج / وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ / لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ / وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِیْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا / (٥٦)

اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوشخبری دینے والا بنا کر یا خبردار کرنے والا بنا کر ...... اور جھگڑا کرتے ہیں وہ لوگ کہ جنہوں نے کفر کیا باطل کے ساتھ ...... تا کہ وہ ٹلا دیں اس کے ذریعے سے حق کو ...... اور انہوں نے میری آیات کو اور اس کو کہ جس کے ذریعے سے انہیں خبردار کیا گیا تھا مذاق سمجھا

بے خدا دنیا لازماً جھٹلائے گی رسولوں کے ذریعے بھیجی جانے والے سچائی کو اور اس سچائی کے پرچار کرنے والے علماء حق کو۔ باطل کے پاس جھوٹ تمنائیں اور علمیت کا سہارا ہوتا ہے۔ اور یہ مخالفت کبھی ٹھنڈے اور کبھی جارحانہ ہوتی ہے۔ اپنے ایمان کو بچانے والے ایسے لوگوں کے آج خاص نشانہ ہیں۔ جھوٹ اور استہزا کا وہ نشان بنتے ہیں۔ بڑی حکومتوں اور اداروں کے تحت ٹی وی ریڈیو اور اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ عامہ میں میٹھے اور کڑوے انداز سے، سامنے اور چھپ کر، انداز اور بھیس بدل بدل کر، اسلام اور اس کے داعیوں پر حملہ کئے جاتے ہیں اور قتل تک سے بھی گریز نہیں کیا جاتا ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ / فَاَعْرَضَ عَنْهَا / وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُط / اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ / وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ط / وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰی / فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا (٥٧)

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جس کو یاددہانی کرائی جائے اسکے رب کی آیات کے ذریعے سے ...... پھر بھی وہ اس سے اعراض کرے ...... اور بھول جائے اس کو کہ جو کچھ کہ اس کے ہاتھوں نے (برائی) آگے بھیجا ہے ...... ہم نے ڈال دیا ہے ان کے دلوں پر پردہ کہ وہ اس (قرآن) کو سمجھ سکیں ...... اور ان کے کانوں میں بوجھ ...... اور اگر اے نبی ﷺ آپ ان کو بھلائیں ہدایت کی طرف ...... تو وہ کبھی بھی ہدایت کی طرف نہیں آئیں گے

ایمان والوں کو اس قابل ہونا چاہیئے کہ وہ ایسوں کو پہچانیں۔ جو کہ علماء حق کی طرف سے پیش کی جانے والی دعوت حق و ہدایت کو جھٹلا دیں، جو عموماً استحصالی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ہر ممکن طریقہ سے، مکاری ہوشیاری مال وغیرہ سے اپنے آپ کو مسلمانوں میں رہنماء کے طور پر پیش ہوتے ہیں۔ یہ عموماً وہ ہیں جو اسلام کے خلاف

یورپ جمع یہود جمع عیسائی اتحاد کی برپا کی جانے والی جنگ کی حمایت کرتے ہیں ۔ گو کہ وہ خود کو اسلام اور مسلمانوں کے رہنماء کہلواتے ہیں حب کہ اسلام کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے اور غیروہ کے مددگار ہوتے ہیں ۔
سورہ المائدہ میں ارشاد الہیٰ ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ......اے لوگو جو ایمان لائے ہو...... لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ ...... دوست نہ بناؤ یہودیوں کو اور عیسائیوں کو...... بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ ......اس لئے کہ بعض بعض کے دوست ہیں ...... وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ / فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ ......اور جس کسی نے تم میں سے ان سے دوستی کی ...... وہ انہیں میں سے ہیں ...... اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ...... بے شک اللہ تعالیٰ ایسی ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا (۵۱)

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُوالرَّحْمَةِ ط / لَوْ یُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا / لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ط / بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ یَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا / (۵۸)

اے نبی ﷺ آپ ﷺ کا رب بہت بخشنے والا ہے اور رحمت والا ہے ......اور اگر وہ ان کو پکڑ لیتا ان کی کمائی کی وجہ سے ...... وہ جلدی کر دیتا ان کے لئے عذاب کو......لیکن ان کے لئے ایک وعدے کا وقت ہے کہ وہ ہرگز نہیں پائیں گے اس سے ٹلنے کی جگہ

یہ نا امید لوگ جو اسلام کے خلاف جنگ برپا کئے ہوئے ہیں اور مخالفت میں کمربستہ ہیں اور اسلام کے سچے داعیوں کا جینا دوبھر کیا ہوا ہے، ٹھیک ہے کہ اس وقت یہ ہی چھک رہے ہیں مگر صرف چند لمحات کے لئے ۔ اختتام یوں ہوگا کہ وہ تاریخ کے کوڑے دان میں پھینکے جائیں گیں ۔ ڈھیل دی جارہی ہے اور ہر شاخ میں بندر کھیل رہے ہیں مگر کب تک ۔

وَتِلْكَ الْقُرٰۤی اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا / وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا / (۵۹)

اور یہ ہیں وہ بستیاں کہ جن کو ہم نے ہلاک کیا جبکہ انہوں نے ظلم کیا ......اور ہم نے ان کے ہلاک کرنے کے لیے طے کرلیا تھا ایک وقت

ماضی اور تاریخ اسوں کو بھلا چکی ہے، کوئی ایسے لال بجھکڑوں کا ذکر نہیں کرتا جو اپنے زمانہ میں حق کے خلاف رہے۔ اصحاب کہف کو دبانے والوں کی حکومت بھی جلد ہی ختم ہوگئی۔ تو یہ خبر ہے یورپ یہود عیسائی ہنود اتحاد کو جو اس وقت تو اسلام مخالفت میں متحد اور پرزور رہے مگر کچھ ہی عرصے یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِفَتٰىهُ/ لَاۤ اَبۡرَحُ حَتّٰۤی اَبۡلُغَ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَیۡنِ/ اَوۡ اَمۡضِیَ حُقُبًا/ (٦٠)
یاد کرو جب کہ موسیٰؑ نے کہا تھا اپنے نوجوان ساتھی سے ...... کہ میں ہرگز نہیں رکوں گا جب تک کہ میں پہنچ نہ جاؤ دو دریاؤں کے سنگم پر

(اور سفر کے دوران) یاد کرو جب کہ موسیٰؑ نے کہا تھا اپنے نوجوان ساتھی سے ...... کہ میں ہرگز نہیں رکوں گا جب تک کہ میں پہنچ نہ جاؤ (اپنی منزل جو کہ ہے) دو دریاؤں کے سنگم پر

تاریخ میں آتا ہے کہ شاید حضرت موسیٰؑ اپنے آپ کو سب سے زیادہ علم رکھنے والا سمجھے تو اللہ رب العزت نے ان کی ملاقات کروائی اپنے ایک اور بندہ سے۔ صرف اللہ رب العزت ہی علیم ہیں، حکیم ہیں۔ جس شخصیت سے ملاقات کا اہتمام ہوا ان کو اللہ رب العزت نے کچھ اور قسم کے علم سے نوازا تھا۔
اس ترقی یافتہ کمپیوٹرا ئیج میں اور سائنسی دور میں اور تہذیب یافتہ دور میں یہ سمجھا جا رہا ہے اور شدت سے اس کا پرچار کیا جا رہا ہے کہ گزشتہ ۷۰۰۰ سالہ انسانی تاریخ کا عروج یہ دور ہے۔ کہ مغربی ڈیموکریسی جیت چکی ہے۔

مندرجہ ذیل اقتباسات تاریخ کا اختتام نامی مضمون سے، تالیف: شیخ سلمان العودہ، تلخیص: کمال الدین، سہ ماہی ایقاذ

اس کی جیت کے ساتھ دراصل امریکہ اور مغرب کی جیت ہوئی ہے۔ دنیا کے پاس مزید انتظار کیلئے اب اور کچھ نہیں رہ گیا۔ دنیا کو جو کچھ 'نیا' دیکھنا تھا وہ دیکھ چکی یعنی مارکسزم کا خاتمہ، سوویت یونین کا ٹوٹ کر بکھرنا، اور آزاد لبرل ڈیموکریسی کا دنیا میں چہار وانگ شہرہ۔ یعنی یہ ڈیموکریسی اب مشرقی بلاک کے ان ملکوں میں بھی اپنا لوہا منوا رہی ہے جو کمیونزم کے نظام میں جکڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ اب تاریخ کا دروازہ بند ہوتا ہے آج کے بعد اب اور کچھ 'نیا' نہیں ہونے والا۔ اگر کچھ ہوگا تو یہی کہ اسی نظام میں کہیں کہیں معمولی اصلاحات اور تبدیلیاں کی

جاتی رہیں ! کوئی بھی آئیڈیالوجی یا نظریہ ایسا نہیں جو اس مغربی جمہوری چیلنج کی جگہ لے سکے جس نے دنیا سے اپنا لوہا منوالیا ہے ۔ نہ ملوکیت میں اب اتنی جان ہے، نہ فاشزم میں، نہ کمیونزم میں اور نہ کسی اور نظریے میں ۔
''یہاں تک کہ وہ لوگ بھی جو ڈیموکریسی پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ اس کو نظام حکومت یا نظام زندگی اور نظام عمل کے طور پر اپناتے ہیں اب وہ لوگ بھی جمہوری زبان کے استعمال پر مجبور ہیں ۔ اور چاہے اپنے انحرافات یا اپنی آمریت اور استبداد کو وجہ جواز دینے کیلیئے ہی سہی ان کو بھی اب عالمی دھارے کا کچھ نہ کچھ ساتھ دینا پڑے گا ۔
اب یہ ممکن ہو چکا ہے کہ آزادی پسند مغربی افکار کے ساتھ ہم عالم اسلام میں اپنی جگہ بنا سکیں ۔ اب ہمیں مسلمانوں میں بہت سے ایسے مددگار مل سکتے ہیں جو مغربی لبرل ازم یا مغربی سیکولرزم کی تائید کریں ۔
آج جو شخص بھی مغرب کے خلاف آواز اٹھاتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کلہاڑا اٹھا کر بتوں کو توڑنے جا رہا ہو ۔ جبکہ ہمارے لیے یہ سنت باباۓ ملت ابراہیم علیہ السلام نے صدیوں پہلے قائم کر رکھی ہے جنہوں نے از خود کلہاڑا اٹھا کر بتوں کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا ۔
چنانچہ آج جو سقوط مغرب کی بات کرتا ہے وہ ایسا ہی ہے جو کسی بت کے حصے بخرے کر کے اس کی پوجا کرنے والوں پر اس بت کی حقیقت واضح کرتا ہے جو کسی بت کے پجاری پر یہ بات واضح کرتا ہے کہ یہ تو محض بے حس و حرکت بت ہے جو نفع یا نقصان پہچانے کی سکت سے عاری ہے ۔ جبکہ مسلمانوں کی ایک خاصی بڑی تعداد ابھی تک مغرب کے طلسم میں گرفتار ہے اور مغرب سے منفرد رہنے کی سکت سے عاری ہے ۔
مزید برآں کمیونزم کے دریا برد ہو جانے کے ساتھ ہی عالم اسلام میں کمیونزم کے تابع رہنے والی حکومتیں بھی دھڑام سے گر گئیں تھیں ۔ کمیونسٹ پارٹیاں ، کمیونسٹ مفکر ، کمیونسٹ عناصر سب مغرب کی جھولی میں جا گرے تھے چنانچہ آج ان سب لوگوں کو خبردار کرنے کی ضرورت ہے جنہوں نے اپنا وجود مغرب کے وجود سے وابستہ کر لیا ہے ، جن کی سیاست کی سب گرہیں اب مغرب سے کھلتی ہیں ، جن کی اقتصاد کی سب تاریں اب مغرب سے ہلتی ہیں ، جن کے سب فیصلے مغرب کے فیصلوں کے زیر نگیں بلکہ مغرب کے زیر فرمائش ہوتے ہیں اور جو کہ مغرب سے بھی بڑھ کر مغربی ہیں اور جو کہ عالم اسلام اور اقوام اسلام پر خود مغرب سے بھی بڑھ کر بوجھ بن چکے ہیں ان سب کو ہم اللہ تعالی کا یہ فرمان سنا کر خبردار کر دینا چاہتے ہیں ۔
فعسی اللہ ان یاتی بالفتح او امر من عندہ فیصبحوا علی ما اسروا فی انفسھم نادمین (المائدہ:۵۲)
مگر بعید نہیں کہ اللہ جب تمہیں فیصلہ کن فتح بخشے گا یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کرے گا تو یہ لوگ اپنے اس نفاق پر جسے یہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں نادم ہونگے ۔

ان سبھی لوگوں کو ، بلکہ سب مسلمانوں کو خبردار کردینے کی ضرورت ہے کہ انسانیت کے سامنے اللہ کی پناہ میں آجانے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا۔ انسانیت کے سامنے اس 'اسلامی حل' اور 'اسلامی متبادل' میں پناہ پالینے کے سوا کوئی جائے فرار نہیں جو رب العالمین نے واجب ٹھہرایا ہے اور اس سے افراد کیلئے کوئی جائے رفتن ہے اور نہ حکومتوں کیلئے۔

روئے زمین پر ایک مسلمان ہی ہیں جو دنیا کو متبادل دینے پر قدرت رکھتے ہیں۔۔ اور وہ اس دین اور منہج کی صورت میں جو اللہ کے ہاں سے نازل شدہ ہے۔

چنانچہ ایک مسلمان ہی ہیں جو اسلامی عدل کی بنیاد پر اقوام عالم کا ایک نظام قائم کر سکتے ہیں' اقتصادی الجھی گتھیاں صرف مسلمان سلجھا سکتے ہیں۔ سود کا شرعی متبادل صرف انہی کے پاس ہے۔ مشرق اور مغرب کے سب معاشرے جس ہولناک فساد اور انحطاط کا شکار ہو چکے ہیں، اسلام کے پیروکار ہی انہیں اس سے نجات دلا سکتے ہیں۔ خانگی نظام کی تباہی کا حل صرف ان کے پاس ہے۔ نوجوان جس طرح تباہ ہو رہے ہیں ان کو راہ راست پر لے آنا صرف اہل اسلام کیلئے ممکن ہے۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ مسلمانوں کے پاس وہ نظریہ ہے جو انسان کے قلب و ذہن اور فکر و شعور کو یقین اور اطمینان سے سرشار کرتا ہے اور جس سے انحراف اختیار کر لینے پر انسانی ذہن کرب و اندیشہ اور سرگردانی کا شکار ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

بل کذبوا بالحق لما جاء [ھم فھم فی امر مریج(ق:۵)

''بلکہ ان لوگوں نے تو جس وقت حق (خدائی عقیدہ اور ربانی) ان کے پاس آیا اسی وقت اسے صاف جھٹلا دیا۔ حالانکہ اسی وجہ سے اب یہ الجھن میں پڑے ہوئے ہیں''۔

قال اھبطا منھا جمیعا بعضکم لبعض عدو فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا یضل ولا یشقی. ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشت ضنکا ونحشرہ یوم القیامت اعمی (طہ:۱۲۳۔۱۲۴)

''اورفرمایاتمدونوں(فریق،یعنی انسان اور شیطان) یہاں سے اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔ اب اگر میری طرف سے تمہیں کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ بھٹکے گا نہ بدبختی میں مبتلا ہوگا۔ اور جو میرے ذکر (درس نصیحت) سے منہ موڑے گا اس کیلئے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اس اندھا اٹھائیں گے''

مسلمان ان سبھی خزانوں کے مالک ہیں اور انہی کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ان کو عملی طور پر اور واقعاتی انداز میں بھی دنیا کو پیش کر کے دکھائیں اور نظریاتی تحقیقات کی صورت میں بھی۔ مگر صورتحال یہ ہے کہ مسلمانوں کے اپنے

عیوب نے اسلام کے ان سب حسین پہلوؤں کو چھپا رکھا ہے۔ مسلمانوں کی علمی پسماندگی، دینی غفلت، دعوت الی اللہ کے فریضہ کو طاق نسیاں میں رکھ دینا، آپس میں تفرقہ، اختلاف اور پھر مغرب کے پیچھے چل پڑنا۔۔۔ان سب باتوں نے مغرب کو یہ باور کرادیا ہے کہ مسلمانوں کے پاس دنیا کو دینے کیلئے واقعی کچھ نہیں۔ کیونکہ اگر ان کے اپنے پاس کچھ ہوتا تو آج یہ خود فکر مغرب کے ٹکروں پر نہ پل رہے ہوتے اور نہ ہی یہ سرتا پیر مغرب کے مقلد اور مغربی تہذیب کے خوشہ چین ہوتے۔

کہ امریکہ بھی خدائی قانون کے نرغے میں اسی طرح آئے گا بلکہ یورپ اور مغرب بھی اسی طرح اللہ کے فطری قانون کی زد میں آئے گا جس طرح اور لوگ اس کی زد میں آتے رہے ہیں اور ایسا بہت جلد ہونے والا ہے۔

اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ 'ایسا جلد ہونے والا ہے' تو اس سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ مغرب کے اوندھا ہو کر گرپڑنے کی خبر سننے کیلئے آپ اپنے ریڈیو کی سوئی گھمانا شروع کر دیں۔ قوموں کی زندگی میں سال لمحوں کی طرح گزرا کرتے ہیں۔

ویستعجلونک بالعذاب ولن یخلف اللہ وعدہ وان یوما عند ربک کالف سنہ مما تعدون (الحج: ۴۷)

''یہ لوگ عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں۔ اللہ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کریگا، مگر تیرے رب کے ہاں کا ایک دن تمہارے شمار کے ہزار برس کے برابر ہوا کرتا ہے''

ایک تہذیب یا ایک ملک کا سقوط کسی ایک فرد کے سقوط یا کسی ایک حکومت کا تختہ الٹ جانے کی مانند نہیں ہوا کرتا، جو ایک دن یا ایک ماہ یا ایک سال کے اندر اندر وقوع پذیر ہو جائے۔ قوموں کا زوال ایک آہستہ مگر پیہم عمل ہے اور مغربی قوموں کے اندر جو قوت کے اسباب تا حال موجود ہیں وہ کوئی ایک دم زائل ہو جانے والے نہیں۔ ان میں سے کچھ ایسے عوامل بھی ہیں جو انحطاط کے عوامل کی مدافعت کی پوری کوشش بھی کرتے ہیں اور عرصہ دراز تک اپنی مدافعت میں کامیاب بھی رہتے ہیں۔ پھر بسا اوقات ان مدافعانہ عوامل کے سبب ایک رو بزوال قوم کا زوال کچھ عرصہ تک رکا بھی رہتا ہے بلکہ کچھ زور لگا کر ایک قوم اپنے وجود کا گراف کچھ اوپر بھی لے جاتی ہے مگر اس کے باوجود اس قوم کا مجموعی گراف ایک مسلسل سقوط اور پیہم زوال ہی کو ظاہر کر رہا ہوتا ہے۔

مغرب کے سقوط کی کیا وجوہات ہوسکتی ہیں:

اولاً: مغربی تہذیب کا سقوط شرعی اعتبار سے بھی ناگزیر ہے تاریخی اعتبار سے بھی اور طبعی اعتبار سے بھی

ایک وقت تھا جب مغربی طرز زندگی کی جانب دیکھ کر لوگوں کی نظریں خیرہ ہو جایا کرتی تھیں ۔اس کی تہذیب کی طرف یوں دیکھا جاتا تھا جیسے یہ دنیا کی سب سے اعلی تہذیب ہے ۔اسکی قوت کی جانب یوں دیکھا جاتا تھا جیسے ہمیشہ اسی کو غالب رہنا ہے ۔اوراس کی ترقی یوں لگتی تھی گویا یہ لازوال ہو۔

یہ وہ وقت تھا جب اس کے سقوط اور انحطاط کی بات تک کی کہیں گنجائش نہ تھی ۔ بہت ہی تھوڑے اہل بصیرت تھے جنکی نگاہیں اس کی چکا چوند سے آگے گزر کر اور اس کے فکری حصار سے آزاد ہو کر اس کے پیچھے چھپی حقیقت صاف دیکھ سکتی تھیں ۔

سید قطب کا شمار بھی انہی اہل بصیرت میں ہوتا ہے جنہوں نے ایک زمانہ پیشتر اپنا مشہور عام مقالہ (ایعنی' گورے انسان کا دور ختم ہوا') تحریر کیا تھا اور اس وقت مغربی تہذیب کے قرب انہدام ہونے کا اعلان کرتے ہوئے مسلمانوں کو یہ احساس دلانے کی کوشش تھی کہ اب آئندہ متبادل وہ بنیں اور اسلام کی صورت میں دنیا کو اس بد بختی سے نجات کیلئے حل پیش کریں ۔

ہم بھی یہ دیکھ رہے ہیں کہ مغربی تہذیب کا سقوط ایک ناگزیر حقیقت ہے ۔اور یہ کئی پہلوؤں سے ناگزیر ہے ۔

اولاً: یہ شرعی اعتبار سے ناگزیر ہے

حقیقت یہ ہے کہ تاریخ اس سے پہلے کبھی کسی اور کیلئے رکی ہے اور نہ وہ مسٹر فوکو یاما کیلئے رکے گی ۔ جہاں تک شریعت کے بیان کردہ حقائق کا تعلق ہے تو اللہ تعالی نے قرآن میں واضح طور پر کہہ رکھا ہے کہ قوموں اور ملتوں پر دن آتے جاتے اور بدلتے رہتے ہیں ۔

ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ و تلک الایام ندا ولھا بین الناس (آل عمران)

''اس وقت اگر تمہیں چوٹ لگی ہے تو اس سے پہلے ایسی ہی چوٹ تمہارے مخالف فریق کو بھی لگ چکی ہے ۔ یہ تو زمانہ کے نشیب وفراز ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں''

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض (البقرہ:)

''اگر اس طرح اللہ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعے سے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین کا نظام بگڑ جاتا''

چنانچہ کسی قوم یا ملت پر دن کبھی ایک سے نہیں رہتے ۔حتی کہ دولت اسلامیہ اور دولت خلافت تک اس سے مستثنی نہیں ۔اس پر بھی رفتہ رفتہ ایسے حالات آئے کہ یہ انحطاط سے دوچار رہوئی ۔اگر اسلامی خلافت بھی اس سے مستثنی

نہیں تو پھر مادی سلطنتوں کو دوام کیونکر ہو جو کہ قائم ہی لادینیت پر ہوتی ہیں؟ کیا یہ اسلامی سلطنتوں سے کہیں زیادہ قرین سقوط نہیں!؟

ثانیاً: یہ ایک تاریخی حقیقت ہے

جہاں تک تاریخی پہلو کا تعلق ہے تو تاریخ ساری کی ساری ایک کتاب ہے اور اس میں یہ بات جلی حروف میں درج ہے کہ کوئی قوم لازوال نہیں۔ یہاں امتوں اور قوموں کی پے در پے باریاں بدلتی ہیں۔ اور اللہ کی یہ سنت ہمیشہ سے انسانی تاریخ میں جاری رہی ہے۔ تاریخ ہر کھلی آنکھیں رکھنے والے کیلئے مسلسل یہ گواہی دیئے جا رہی ہے۔ آج تک کسی دولت کی چاہے کتنی قوت اور شان وشوکت رہی ہو، اسکی معیشت کو کتنی بھی ترقی نصیب ہوئی ہو اور اس کی آبادی کی کتنی بھی تعداد ہوئی ہو یہاں کبھی کوئی دولت اور سلطنت ہمیشہ نہ رہی۔ بلکہ یہی ہوتا رہا ہے کہ کچھ عرصہ تک اس کا سکہ چلا پھر اس کے بعد چاہے وہ عرصہ طویل ہو یا مختصر، وہ دولت صفحہ ہستی تک سے ختم ہو جاتی رہی۔

ثالثاً: یہ ایک طبعی حقیقت بھی ہے

جہاں تک طبعی اور فطری پہلو کا تعلق ہے تو یہ ایک ملحوظ حقیقت ہے کہ انسان ایک بشر خاکی کے طور پر اپنے وجود کا آغاز بہت چھوٹے حجم سے کرتا ہے پھر بڑا ہوتا ہے اور اسکی قوت ترقی کرتی ہے۔ پھر اس پر ادھیڑ عمر آتی ہے اور آخر میں اسے بڑھاپا آلیتا ہے۔ یہی معاملہ یہاں نباتات کے ساتھ ہے اور یہی حیوانات کے ساتھ۔

اگر یہ معاملہ افراد کے ساتھ ہے تو امتیں اور جماعتیں بھی دراصل افراد ہی کا مجموعہ ہیں۔

چنانچہ مغرب کا لازوال ہونے کا نظریہ اس بنا پر کسی علمی تنقید کا سامنا نہیں کرسکتا۔ اور اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ سقوط مغرب کا نظریہ سو فیصد درست ہے۔ اور اس پر لغت، شریعت، تاریخ وقائع اور فطرت ہر پہلو سے دلیل دی جاسکتی ہے۔ رہا یہ سوال کہ کیسے اور کب، تو اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔

مغربی تہذیب کو کونسے امراض لاحق ہیں؟

مختصر یہ کہ دیرینہ اور مہلک امراض کی ایک طویل فہرست ہے جنہوں نے مغربی وجود کو عموماً اور امریکی وجود کو بطور خاص کھوکھلا کر چھوڑا ہے مثال کے طور پر بدامنی اور خوف و ہراس، خاندان کا ختم اور ٹوٹ پھوٹ جانا، نوجوانوں کی سرگردانی اور کم سنوں کی مشکلات، منشیات اور منشیات کا پھیلاؤ اور اس کے مافیا، اخلاقی بے راہ روی، جنسی بدفعلی اور سب کچھ حاصل ہونے کے باوجود غربت کی سطح کا بڑھنا جس کا اندازہ آپ اس سے کرسکتے ہیں کہ غربت زدہ افراد کی تعداد 1978 میں آٹھ سو ملین تھی اور اس کے دس سال کے بعد ان کی تعداد دو ارب ہوگئی

چنانچہ اس وقت مغربی تہذیب کے سائے تلے دنیا میں دو ارب انسان ایسے ہیں جو شدید غربت اور افلاس کی حالت سے دوچار ہیں۔

بلکہ مغرب اور امریکہ کے ترقی یافتہ شہروں تک میں ایسے لوگ پائے جانے لگے ہیں جو فٹ پاتھ پر بسیرا کرتے ہیں اور کوڑے کے ڈھیر سے کھانا حاصل کرتے ہیں ان کی تعداد بھی ملینوں میں بیان کی جاتی ہے۔

بے روزگاری کا گراف یورپ اور امریکہ میں بھی حیرت انگیز رفتار سے اوپر جارہا ہے۔ جرائم پیشہ گروہ اور مافیا کی تعداد اور اثر ورسوخ روز بروز بڑھ رہا ہے۔ چوری چکاری، اغوا اور قاتلانہ کاروائیاں بھی نیچے آنے کی بجائے بڑھ رہی ہیں۔

انسان سمیت انسان کی کوئی چیز ایسی نہیں جو خرید اور فروخت میں نہ آتی ہو۔

پھر جہاں تک افراد کے قرضوں کا تعلق ہے تو امریکہ میں افراد کی اکثریت بینکوں کی مقروض ہے۔ افرادی قرضے امریکہ میں اس وقت چار اعشاریہ چار ٹریلین ڈالر سے تجاوز کر رہے ہیں!

تعلیم کا بیڑہ الگ سے بیٹھ رہا ہے حتی کہ امریکہ میں تعلیمی انحطاط پر اب کتابیں لکھی جانے لگی ہیں۔

میڈیا کی تباہ کاریاں اس پر مستزاد ہیں۔ جاسوسی اور جاسوسی کے ردعمل میں جاسوسی کی لت افراد کو بھی پڑ رہی ہے اور اداروں کو بھی۔

نسل پرستی کے نعرے امریکہ پر الگ سے چھا رہے ہیں۔ گورے اور کالے کی کشمکش روز بروز شدت اختیار کر رہی ہے۔ ماحولیاتی آلودگی ایک بھیانک انداز سے مغرب میں بھی ایک وبا کی صورت اختیار کرتی جارہی ہے۔

سیاسی اکھاڑ پچھاڑ اور آئے روز کے مالی، اخلاقی اور جنسی سکینڈل جو بکنگھم محل سے نکل کر وائٹ ہاؤس میں بھی جگہ بنا رہے ہیں الگ سے ایک خطرہ ہیں اور فرانس، اٹلی، برطانیہ اور جرمنی تک کو اپنی لپیٹ میں لے رہے ہیں۔

غرض مغربی وجود کو جو روگ لگے ہیں ان کی فہرست خاصی طویل ہے۔ اگرچہ ہر مرض اور روگ ایسا ہے کہ اس پر اختلاف کی پوری گنجائش موجود ہے کہ وہ کس قدر مہلک ہے اور اس کا خطرہ بڑھنے کی ابھی اور کتنی گنجائش ہے مگر اس بات پر بہرحال سب کا اتفاق ہے کہ اندوہناک مسائل اور ناکارہ کر دینے والی مشکلات کا ایک انبوہ عظیم ہے جو مغربی زندگی کے مزید ترقی کرنے اور کامیابی سے بڑھتے چلے جانے کی راہ میں رکاوٹ بنتی جارہی ہیں۔ اور ان کے خلاف خبردار کرنے کیلئے ابھی سے مغربی مفکرین کے ہاں سے آوازیں اٹھنا شروع ہو چکی ہیں۔

ثانیاً: مغربی تہذیب کے سقوط کی متوقع شکلیں

مغربی تہذیب یا امریکی تہذیب کے سقوط سے ہماری کیا مراد ہے؟ یا یوں کہیے مغربی تہذیب کے سقوط کی متوقع

شکلیں کیا کیا ہوسکتی ہیں ؟

پہلی متوقع صورت : یہ تہذیب دھڑام سے ایک دم گرے اور انسان ہرقسم کی تمدنی ترقی سے محروم ہو جائے ۔

بعض لوگوں کے خیال میں مغرب کا سقوط یا کہیے امریکہ کا سقوط یا یوں کہیے کہ مغربی تہذیب کا سقوط ایک بہت بڑ امعنی رکھتا ہے ۔ جس کے نتیجے میں تمام تر تمدنی ترقی کا یک دم خاتمہ ممکن ہے ۔ یعنی سب کچھ ختم ہورہے اور انسان ایک بار پھر سے تاریخ کے بالکل ابتدائی مرحلے والی حالت کو جا پہنچے ۔ خود مغربی شخصیات ہی میں ایسے لوگ ہیں جو اس قسم کے امکانات کا اظہار کررہے ہیں اور ان امکانات کی صدائے بازگشت ہم اس قسم کے افکار میں بخوبی پا سکتے ہیں ۔

مغربی مفکرین اور فلسفیوں کا خدشہ :

جرمن فلسفی سپیکر ایک کتاب تصنیف کر چکا ہے جو مغربی تہذیب و ترقی کے ایک دم بیٹھ جانے کا خدشہ ظاہر کرتی ہے اور اس صورت میں ایک تاریک مستقبل کی پیشین گوئی کرتی ہے جو مغرب کو اور مغرب کے بعد پوری دنیا کو درپیش ہوسکتا ہے ۔

اس کے بعد انگریز مفکر جورج اروین آتا ہے جو مشہور عام کتاب ''دنیا؟؟ ء میں کیا ہوگی'' کا مصنف ہے اس کتاب میں وہ بہت زیادہ قنوطیت پسند دکھائی دیتا ہے اور بہت برے حالات کی توقع ظاہر کرتا ہے ۔ مگر حقیقت اس سے بھی کہیں بھیانک نکلی اور دنیا کے آنے تک جن حالات سے دوچار ہوچکی تھی وہ اس سے بھی کہیں زیادہ خوفناک ، تاریک اور بدصورت تھی جس کا اس انگریز مفکر نے خدشہ ظاہر کررکھا تھا ۔

اس کے بعد ایک اور انگریز فلسفی ہولن ولسن نے بھی مغربی تہذیب و ترقی کے سقوط پر بہت کچھ لکھا ۔ اس پر اس کے تحقیقی مقالات ، کتابیں اور مضامین منظر عام پر آتے رہے ہیں جو سب کے سب اسی بنیادی نکتے کے گرد گھومتے تھے کہ مغربی دنیا کا زوال بہت قریب ہے ۔

ماہرین فلکیات کے اندیشے :

دوسری جانب آج کل کے ماہرین فلکیات بھی ہیں جو کائنات کے ڈراؤنے انجام کے اندیشے ظاہر کررہے ہیں جس کا سبب کبھی سورج کی صرف ہونے والی حرارت اور توانائی میں اضافہ بتایا جاتا ہے یا زمین کے گرد پھیلی حفاظتی اوزون کی تہہ میں پڑنے والے شگاف کا ممکنہ طور پر وسیع ہوتا جانا بتایا جاتا ہے ۔ یہ سائنسدان خبردار کررہے ہیں کہ اگر اوزون میں پڑنے والا شگاف اسی رفتار سے وسیع ہوتا رہا جو کہ حالیہ اسباب کی بنا پر ایک خاص شرح سے ہورہا ہے تو یہ تمام تر انسانیت کی تباہی لانے کیلئے یقینی ہے جس کے متعدد نتائج ہونگے جن میں سے ایک یہ ہے کہ زمین کا خشک حصہ سمندر کے پانیوں کی زد میں آجائے اور تمام کے تمام شہران پانیوں میں ڈوب

رہیں یوں سمندر ان شہروں اور بستیوں کو ان کے باسیوں اور ترقیوں سمیت نگل جائیں اور فضا اور سارا ماحول ایک شدید آلودگی کا شکار ہو جائے جس کے نتیجے میں جلد کے سرطان جیسے مہلک امراض پھیلیں۔ غرض اوزون کا شگاف اہل زمین کیلئے ہر لمحہ ایک بڑے اور خوفناک خطرے کا اعلان کر رہا ہے۔

طبی ماہرین کا اندیشہ:

طبی ماہرین بھی اس مسئلے کو اسی طرح کی نظر سے دیکھ رہے ہیں اور زمین کے گرد پھیلی آکسیجن (اوزون) کی تہہ میں پڑنے والے شگاف میں بے شمار امراض اور وباؤں کا امکان دیکھ رہے ہیں۔ جس کے اثرات اس وقت نظر آنا اور محسوس ہونا شروع بھی ہو چکے ہیں۔ اور صنعتی عمل کے باعث روز بروز واضح ہو رہے ہیں۔ خاص طور پر مغربی ملک اس خطرے کو بہت واضح طور پر دیکھنے لگے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی طبی ماہرین اور بہت سے مہلک امراض کے خطرے کا بگل بجا رہے ہیں جو پوری انسانیت پر تباہی لا سکتے ہیں۔ کبھی وقت تھا کہ سرطان سب سے خطرناک اور مہلک ترین مرض سمجھا جاتا تھا مگر اب ایسا نہیں۔ آج کی دنیا 'ایڈز' کو جاننے لگی ہے جس کا شکار ہونے والے افراد کی تعداد کروڑوں تک جا پہنچی ہے۔ پھر ایڈز کے جراثیم لے کر پھرنے والوں کی تعداد تو سینکڑوں ملین تک پہنچتی ہے اور آئندہ سالوں میں ان کی نسبت بہت زیادہ بڑھ جانے کی توقع ظاہر کی جا رہی ہے۔ آج کی طب اپنی تمام تر ترقی کے باوجود اس مرض کے ہوش ربا پھیلاؤ کو روکنے سے عاجز ہے۔ اور اس کے سدباب کے تمام تر انتظامات کے باوجود یہ انسانوں کی آنے والی نسلیں تباہ کرنے کیلئے بڑھتی جا رہی ہے حتیٰ کہ بعید نہیں کہ کرہ ارض پر انسانی وجود کے خاتمے تک کا سبب جانی جائے۔

ماہرین ماحولیات کا اندیشہ:

ماہرین ماحولیات ہمیں اس تصویر کو بڑے حجم میں دکھاتے ہیں جو چرنوبل (سوویت یونین) کے ایٹمی پلانٹ میں تابکاری کی صورت میں دیکھی جا چکی ہے۔ اس ایٹمی پلانٹ سے ایسی شعاعیں خارج ہوتی رہی ہیں کہ جس کے بڑی سطح پر واقع ہو جانے کی صورت میں انسانیت کے لئے تاریخ کا بدترین سانحہ رونما ہو سکتا ہے۔

یہ ماہرین ماحولیات سوال کرتے ہیں کہ آج دنیا میں جہاں جہاں ایٹمی پلانٹ اور نیوکلیائی تنصیبات قائم ہیں اگر کہیں وہاں زلزلہ آ جائے اور ایٹمی مواد سے تابکاری پھیلنے لگے تو بھلا کیا ہو؟ بلکہ اگر دو ایٹمی ملکوں میں کوئی ایٹمی یا جرثومیائی جنگ ہی ہو جائے جس کا امکان ہر جگہ اور ہر وقت قائم ہے تو بھلا پھر کیا ہو؟

بلکہ اس صورت میں بھی کیا خیال ہے اگر وہ جماعتیں جنہیں یہ دہشت گرد کا نام دیتے ہیں، یا جرائم پیشہ مافیا جات، یا پھر کوئی تخریب کار گروہ دنیا میں کسی ایٹمی ہتھیار کا مالک بن بیٹھے!؟

اور جہاں تک ایٹمی فضلہ جات کا تعلق ہے اس کا خطرہ تو ہے ہی جو کہ کرہ ارض پر انسانی زندگی کیلئے ایک شدید خطرے کی صورت اختیار کر چکا ہے۔

اسی لئے ماہرین ماحولیات اس بات سے ڈر رہے ہیں انسانی زندگی کو کسی دن ایک دم اپنا خاتمہ دیکھنا پڑ جائے اور یہ کہ اس صورت میں بس صرف اتنا ہی نہیں ہوگا کہ تہذیب اور ترقی میں خلل اندازی آئے گی بلکہ آج کی صورت حال خود انسانی وجود ہی کیلئے ایک خطرہ ہے۔ یا کم سے کم موجودہ تمدنی اور سائنسی ایجادات کا خاتمہ کر دینے کیلئے یقینی ہے۔

ماحولیات کے علماء وثوق سے کہتے ہیں کہ موجودہ صورتحال میں انسانی دنیا بڑی تیزی سے کسی ناگزیر سانحے کی جانب دوڑی جا رہی ہے۔

ایک مشہور رومن مصنف لکھتا ہے کہ اگر ایسی صورتحال پیش آ جاتی ہے تو تب جا کر نجات دہندگی کی کوئی کوشش ایسی ہی ہوگی جو ایک ایسی کشتی پر سوار چوہوں کے بس میں ہو سکتی ہے جو مائل بہ غرق ہو۔ یہ چوہے کشتی سے بھاگ سکتے ہیں مگر سمندر میں ڈوبے بغیر نہیں رہ سکتے۔ تب ان کے لئے ان دو باتوں میں سے کسی ایک کا چناؤ کئے بغیر چارہ نہیں کہ کشتی میں رہ کر جلیں یا سمندر میں ڈوب کر مریں!

اس صورت حال کا شرعی جائزہ:

یہ توقعات اور خیالات جو ظاہر کئے جا رہے ہیں، اور جو کہ ابھی پورے غور سے نہیں سنے جا رہے، مگر یہ باتیں کرنے والے پورے وثوق سے اور بہت زور دے کر کر رہے ہیں بطور مسلمان ان کی بابت ہمیں ان پانچ امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

اولاً: یہ سب امور یقیناً ممکن الوقوع احتمالات ہیں جو بہر حال ناممکنات میں سے نہیں۔ اور عموماً مغرب کے تجزیہ کار مراکز ہر ممکن الوقوع حادثے کا ایک خاص وزن کرتے ہیں اس لیے یہ ضروری ہے کہ ان باتوں کو سنجیدگی سے سامنے رکھا جائے اور انہیں بعید از عقل نہ سمجھا جائے۔

ثانیاً: ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اس سے پہلے کئی ساری تہذیبیں تمدنی عروج کو پہنچ کر خاک میں مل جاتی رہیں۔ اللہ تعالی نے ہمیں بہت سی قوموں کا احوال سنایا ہے جنہیں اللہ نے خود زمین میں قوت وشوکت اور تمکنت دی مگر پھر ان کو فنا کر کے رکھ دیا اور ان کی تمام تر قوت اور برتری اللہ کے عذاب کے سامنے کسی کام نہ آسکی اللہ تعالی فرماتا ہے:

فکاین من قریہ اھلکنا ھا و ھی ظالمہ فھی خاویہ علی عروشھا و بئر معطلہ و قصر مشید (الحج)

’’کتنی ہی خطا کار بستیاں ہیں جن کو ہم نے تباہ کیا اور آج وہ اپنی چھتوں پر الٹی پڑی ہیں، کتنے ہی کنویں بیکار اور کتنے ہی قصر کھنڈر بنے ہوئے ہیں‘‘

اس لفظ پر غور کیجئے (فکاین) ’’کتنی ہی بستیاں‘‘ یعنی بہت سی بستیوں کو شان وشوکت اور مادی برتری ملتی رہی ہے، جنکی اپنی تہذیب ہو گزری ہے، بلند و بالا محلات رہے ہیں، طاقت اور فتح مندی رہی، تخت افروزیاں ہوئیں مگر پھر وہ اپنی ہی چھتوں پر اوندھی پڑی دیکھی گئیں۔ انکے پن گھٹ ویران پڑے رہے اور ان کے بلند و بالا محلات بوسیدہ اور تاریک پائے گئے۔

قرآن کی پیش کردہ یہ تصویر عقل مندوں کیلئے عبرت ہے جو اللہ کی سنتوں اور خدائی قوانین کی تاک میں لگے رہتے ہیں۔ اور اللہ کے بندوں کو چاہے وہ افراد کی صورت میں ہوں، چاہے قوموں کی صورت اور چاہے گروہوں کی صورت میں ان قوانین کا ہی اسیر سمجھتے ہیں۔

ثالثاً: شریعت میں ایسی نصوص اور احادیث بھی موجود ہیں جن سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ آخری زمانے میں جا کر دنیا ایک بار پھر پرانے دور کی حالت میں واپس آرہے گی اور سفید ہتھیار ایک بار پھر استعمال ہونے لگیں گے۔

چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں جہاں نبی کریم نے ملاحم کبری (قیامت کے قریب جا کر اور مسیح دجال کے ظاہر ہونے سے پہلے ہونے والی جنگ ہائے عظیم) کا تذکرہ کیا تو وہاں آپ نے ان گھوڑ سواروں کا ذکر کیا جو قسطنطنیہ (استنبول) کو فتح کریں گے اور اپنی تلواریں زیتون کے درختوں پہ لٹکائیں گے۔

چنانچہ حدیث نبوی کا اگر ظاہری مطلب لیا جائے تو وہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہونگے اور تلواریں اٹھا کر نکلیں گے اور اسی جیسے ہتھیاروں سے جنگ کریں گے۔

اس سے یہ مطلب نکل سکتا ہے، اگرچہ حقیقی مطلب اللہ ہی بہتر جانتا ہے، کہ یہ سائنسی اور ماحولیاتی ماہرین آج جس تمدنی تباہی کی توقع ظاہر کر رہے ہیں اور جس مغربی ترقی کے خاتمے کا امکان ظاہر کر رہے ہیں وہ عین ممکن اور متوقع ہے۔

اگرچہ اس قسم کی احادیث نبوی کی تحقیق کرنے والے بعض اہل علم حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ ان احادیث میں نبی نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں ضروری نہیں اس سے آپ کی مراد خاص تلواریں یا گھوڑے ہی ہوں بلکہ یہ الفاظ استعمال کرنے سے آپ کا مقصد ہتھیاروں یا سواریوں کیلئے محض وہ زبان استعمال کرنا ہے جو اس وقت آپ کے مخاطب با آسانی سمجھ سکتے تھے۔

رابعاً: مسلمان بلکہ دوسرے آسمانی مذاہب کے پیروکار بھی، قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ آنے والی ہے اور کوئی اور سبب ہو یا نہ ہو مگر وہ تو بہر حال دنیوی زندگی اور پورے دنیوی نظام کا خاتمہ ہوگی اور لوگوں کو کسی

دوسری دنیا میں لے جائے گی جو کہ جزاؤ حساب کی دنیا ہو گی۔ چنانچہ ان تہذیبوں اور تمدنی ترقی کی سب صورتوں کا خاتمہ قیامت کی صورت میں ہونا بہر حال یقینی ہے۔

خامساً: امریکہ عالمی منظرنامے پر ایک غیر معمولی سرعت سے ظہور پذیر ہوا ہے۔ بطور عالمی طاقت اور عالمی قیادت امریکہ صرف دوسری عالمی جنگ کے بعد جانا جانے لگا ہے۔ یعنی اس لحاظ سے اس کی عمر ابھی پچاس سال سے زیادہ نہیں بنتی جس کے دوران یہ عالمی پولیس مین بن بیٹھا ہے۔

اس دوران چونکہ مغرب بھی کمیونزم کے دہانے پر کھڑا تھا اور کمیونزم مشرقی یورپ کے بڑے حصے پر اپنا تسلط بھی جما چکا تھا اس لیے مغرب کو بھی امریکہ کے پیچھے پناہ لینی پڑی اور اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر دنیا میں اس کا طوطی بولنے لگا۔ مگر کمیونزم کے پیچھے چلے جانے کے بعد خود مغرب بھی امریکی برتری سے جان چھڑانے کیلئے اب پر تولنے لگا ہے۔ یورپ کا اتحاد قائم ہونا اور واضح طور پر امریکی مفادات سے ٹکراؤ اس کی ایک سادہ دلیل ہے۔ یورپی اتحاد کے علاوہ بھی ہر ایک ملک کی خاموش مفادات کی جنگ امریکہ سے چل ہی رہی ہے۔ اس سے نہ برطانیہ مستثنیٰ ہے نہ جرمنی اور فرانس اور نہ ہی چین، جاپان اور کئی اور ممالک۔

چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ امریکہ ایک غیر معمولی تیزی سے اوپر آیا ہے۔ اس لیے یہ حیرت انگیز نہ ہو گا کہ امریکہ نیچے بھی اسی تیزی سے جائے۔۔۔ جیسا کہ بعض تحقیقات اور تجزیے یہ امکان ظاہر کر بھی رہے ہیں۔

الغرض مغربی دنیا کے سقوط کی یہ بھی ایک صورت ہے جس کی توقع خود وہاں کے ماہرین بھی کر رہے ہیں۔ یہ سقوط جیسا کہ ظاہر ہے دیرینہ اور کڑی در کڑی اسباب کی بدولت ایک دم ہو سکتا ہے۔ اور سب کچھ دفعتاً تباہ و برباد ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں یہ تو یقینی ہے کہ سب کے سب تمدنی انتظامات اور سائنسی ایجادات سے دنیا محروم ہو رہے۔

ضروری وضاحت

مگر یہ واضح رہے کہ ہم جب سقوط مغرب کی بات کرتے ہیں تو اس سے ہماری مراد حقیقت میں ایسا سقوط نہیں کہ سب تمدنی ترقی بھی ختم ہو رہے۔ نہ ہم ایسے سقوط پر کوئی خوشی محسوس کر سکتے ہیں اور نہ دنیا کے ایسے سقوط کی ہمیں کوئی تمنا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ آج کی سائنسی اور تمدنی ترقی اکیلے مغرب کا کارنامہ ہرگز نہیں۔ آج کی یہ سائنسی ترقی دراصل مرحلہ در مرحلہ انسانی کوشش کا ارتقا ہے۔ اس میں بے شمار قوموں کی جان کھپی ہے اور اس کے عروج میں بے شمار تہذیبوں کا حصہ ہے جو منصۂ عالم پر یکے بعد دیگرے ظہور پذیر ہوتی رہیں۔ بلا شبہ اس میں مسلمان قومیں اور تہذیبیں بھی نمایاں طور پر ایک بہت بڑا حصہ ڈال چکی ہیں۔ اور پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ انسانیت کا یہ مشترکہ ورثہ ہے اور آج کی سب قوموں کا یہ ایک مشترکہ مفاد ہے جس کا باقی رہنا سب کیلئے بہتر ہے۔

دوسری صورت:

مغرب کو آپ اپنی پڑ جائے اور وہ خارجی دنیا سے اپنا ہاتھ روک لے

سقوط مغرب کی دوسری صورت، جس کا کہ مغرب میں بہت سے ماہرین سیاست خدشہ بھی ظاہر کر رہے ہیں، یہ ہے کہ عالم مغرب پر اپنی ہی افتاد آ پڑے، جس سے وہ اپنے اندر بند ہو جائے اور اسے اپنے ہی مسائل اور مشکلات حال سے بے حال کر دیں۔ جس سے مغرب کو باقی دنیا میں دخل اندازی کرنا بھول جائے۔

یہ خدشہ امریکی اہل سیاست میں باقاعدہ ایک فکر اور نظریے کی شکل دھارتا جا رہا ہے جس کی بناء پر وہاں یہ باقاعدہ آوازیں اٹھ رہی ہیں کہ دوسرے ملکوں کے داخلی معاملات میں دخل اندازی نہ کی جائے اور اپنی نبیڑ نے کیلئے زیادہ کوششیں صرف کی جائیں۔ اور یہ کہ اس وقت امریکہ کے دنیا سے تعلق کی جو نوعیت ہے اور جس کی وجہ سے ہر طرف دخل اندازی اور فوج کشی اور امدادوں کی فراہمی کی ضرورت پیش آ رہی ہے یہ ایک بڑی اقتصادی ابتری کا پیش خیمہ بن سکتی ہے اس لیے امریکہ کو بیرونی معاملات میں دخل اندازی کی روش میں کمی لانی چاہیے۔

اور تو اور مغربی ڈیموکریسی کی بعض اشکال ہی بعض ماہرین سیاست کو امریکہ کی سلامتی کے لیے ایک خطرہ بنتا دکھائی دے رہی ہیں۔ چنانچہ امریکہ کے قومی سلامتی کے ایک سابقہ مشیر برزنسکی نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے 'برتری کے دائرے سے باہر' برزنسکی اس کتاب میں لکھتا ہے:

''کمیونزم کے بعد وجود میں آنے والی دنیا ایک خطرناک دنیا ہے۔ یہ ایک پریشان اور کشیدہ دنیا ہے۔ ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ان خطرات کا ادراک کر لیں جو مغربی ڈیموکریسی سے جنم لے سکتے ہیں۔ کیونکہ امریکہ میں ایک طرح کی بے قید اور مادر پدر آزاد روش پیدا ہوگی۔ جہاں ہر بات جائز ہوگی اور ہر چیز کی اجازت۔ جس کے نتیجے میں افراد کے مفادات آپس میں ٹکرائیں گے اور یہ صورتحال شخصی انانیت میں بہت بڑے اضافے کا باعث بنے گی اور اس سے معاشرے میں ٹوٹ پھوٹ کا عمل بھی بڑھے گا اور ایک بڑے خطرے کی گنجائش بھی''

برزنسکی کے الفاظ میں یہ ایک ایسی دنیا ہے جو کمیونزم کے فلاپ ہو جانے کے بعد بری طرح جوش کھا رہی ہے۔

چنانچہ اس انداز کی سیاسی اور اقتصادی تحقیقات یہ توقع ظاہر کر رہی ہیں برطانیہ کی طرح امریکہ کو بھی عالمی بساط سے سمٹ آنا ہوگا۔ کیونکہ کچھ ہی دیر پہلے برطانیہ پر ایسا وقت ہو گزرا ہے جب لوگوں کے بقول اس پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ مگر کچھ عرصے میں اپنی سب کالونیاں اور اپنے زیرنگین ملکوں کو چھوڑ چھاڑ کر اپنے گھر آ بیٹھنا پڑا۔ اگرچہ برطانیہ اپنی سائنسی اور فوجی طاقت کو بچا رکھنے میں بڑی حد تک کامیاب ہی رہا، اور دنیا میں اپنی

سیاسی برتری بھی اس نے پوری طرح نہیں کھودی ۔ ایسا ہی امریکہ کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے اور فی الحال اتنا بھی کافی ہے ۔ کیونکہ اس سے مسلمانوں کو اپنے کارڈ کھیلنے کا موقعہ تو کم از کم مل سکتا ہے ۔ وہ اپنے معاملات کو ایک نئے سرے سے ترتیب دینے کا وقت پا سکتے ہیں ۔ اپنے مفادات کا تعین کر سکتے ہیں اور یہ بھی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ کس کے ساتھ کیسا معاملہ کریں تو ان کے استحکام کیلئے اور ان کی معاشی اور سماجی ترقی کیلئے بہتر رہ سکتا ہے ۔

تیسری صورت :

یہ کہ مغربی تہذیب تہذیبوں کی کشمکش میں ہار جائے

مغربی تہذیب کے خاتمہ کی بابت مغرب میں ہونے والی تحقیقات اور تجزیوں میں ایک تیسری روش بھی پائی جاتی ہے جسے تہذیبی کشمکش کے نظریے کا نام دیا جاتا ہے ۔ کبھی اسے تہذیبوں کی کشمکش کہا جاتا ہے اور کبھی تہذیبوں کی جنگ ۔ یہ کبھی کھل کر سامنے آتی ہے تو کبھی خفیہ انداز سے اور غیر اعلانیہ طور پر مختلف تہذیبوں کے مابین جاری رہتی ہے ۔ یہ نقطہ نظر مشہور زمانہ کتاب ''تہذیبوں کا تصادم'' مصنفہ سموئیل منگ ٹنگٹن میں پیش کیا گیا ہے ۔ اس کا مصنف اعتقاد رکھتا ہے کہ مختلف تہذیبوں میں عنقریب ایک کشمکش شدت اختیار کر جائے گی اور اس مقابلے کیلئے وہ مغربی تہذیب کے علاوہ دنیا کی چھ تہذیبوں کو نامزد کرتا ہے

۔کنفوشس (چینی) ۔ جاپانی ۔ اسلامی ۔ انڈین ۔ سلاوی آرتھوڈکس ۔ لاطینی امریکی

تہذیبوں کی اس جنگ کیلئے پھر ان تہذیبوں میں سے بھی مستقل قریب میں وہ پہلے نمبر پر اسلامی اور چینی تہذیب کو نامزد کرتا ہے چنانچہ وہ ان دو تہذیبوں کو مغربی تہذیب کیلئے سب سے بڑا خطرہ قرار دیتا ہے ۔

اپنے موقف کی تائید میں مولف نے دلائل اور شواہد کی بھرمار کی ہے اور یہ ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے کہ اب تہذیبی کشمکش کی باری ہے اور یہ کہ آج مغرب کی راہ میں عالمی طور پر سب سے بڑا خطرہ اسلامی تہذیب ہے یا چینی ۔

مصنف اس توقع کا اظہار بھی کرتا ہے کہ مسلمانوں اور چینیوں میں ایک طرح کا تعاون ہونا بھی ممکن ہے اور برملا کہتا ہے کہ یہ مغربی تہذیب ، مغربی اقدار اور مغربی مفادات کے لئے ایک کھلا خطرہ ہے ۔

چنانچہ یہ تحقیق (تہذیبوں کا تصادم) تہذیبوں کی کشمکش میں دین اور مذہب کو سب سے زیادہ اہمیت دیتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ مصنف عرب یہود کشمکش کو دو ادیان یعنی اسلام اور یہودیت کی جنگ قرار دیتا ہے ۔ اسی طرح وہ سوویت جمہوریاؤں کی کشمکش کو بھی دینی کشمکش قرار دیتا ہے ۔

الغرض تہذیبوں کی کشمکش بہرحال موجود ہے ۔ اس کشمکش کی ہزار شکلیں ہیں اور ہزار میدان ۔ کہیں فکری جنگ ہے ، کہیں دینی اور عقائدی ٹکراؤ ہے ، کہیں علمی جنگ ہے ، کہیں سیاسی تو کہیں معاشی ۔ اور یہ سب کچھ ایک ہمہ گیر قسم کی

تہذیبی کشمکش کی مختلف صورتیں ہیں ۔

تہذیبی جنگ کے ممکنہ نتائج

اس تہذیبی کشمکش کے نتیجے میں ہمارے سامنے جو ممکنہ یا مفروضہ صورتیں پیش آسکتی ہیں وہ یہ ہیں :

☆ ایک صورت یہ ہے کہ پوری دنیا میں مغربیانے کا عمل آخری حد تک کامیاب ہو جائے یعنی پوری دنیا مکمل پور پر مغرب کی ایک نقل ہو ۔ مغرب کے نظریات ، مغرب کے افکار ، مغرب کی اقدار ، مغرب کی اخلاقیات ، اور مغرب کا رہن سہن اور تمدن پوری دنیا کا اور دنیا کے ایک ایک شخص کا مسلک بن جائے ۔

☆ دوسری ممکنہ صورت یہ ہے کہ یہ تہذیبی کشمکش جاری رہے اور یہ تہذیبیں ایک دوسری کو نیچا دکھانے کیلئے اپنا زور صرف کرتی رہیں ۔ جیسا کہ مذکورہ مصنف کا خیال ہے ۔

☆ تیسری ممکنہ صورت یہ ہے کہ تہذیبی رواداری کی اقدار غالب آجائیں اور مختلف تہذیبوں اور ادیان میں مکالمہ اور افہام وتفہیم کی روش زور پکڑ جائے تہذیبیں آپس میں سر جوڑ کر بیٹھ جائیں اور ایسے مشترک اصولوں تک رسائی حاصل کریں جو تمام قوموں کیلئے ایک مشترک پلیٹ فارم کی صورت فراہم کرے ۔

اس بات کا امکان بھی مصنف کے نزدیک بہت ہی کم ہے ۔

چنانچہ مصنف اسی احتمال کو ترجیح دیتا ہے کہ تہذیبوں کی جنگ بہرحال ہوگی اور یہی وجہ ہے کہ وہ مغرب کو اپنائیت کے ساتھ مشورہ دیتے ہوئے کہتا ہے :

’’ یہ ناگزیر ہے کہ اسلامی چیلنج اور چینی چیلنج کے سامنے ہم اپنی صفیں مضبوط کرلیں ۔ یہ ضروری ہے کہ ہم امریکہ اور یورپ کے درمیان ایک طرح کی وحدت اور یگانگت پیدا کرلیں ۔ یہ تو کم از کم ضروری ہے کہ روس امریکہ تعلق اور جاپان امریکہ تعلق تعاون پر مبنی رہے ۔ یہ بھی ضروری ہے کہ مغرب کی فوجی اہلیت میں تخفیف کی بابت ہم ایک خاص حد سے آگے نہ بڑھیں ‘‘

ہوسکتا ہے یہ کتاب (تہذیبوں کا تصادم) ایک ردعمل ہو جسے پیدا کرنے کا سبب ایک عالمی بنیاد پرستی کی روش اور مسلمانوں اور دیگر اقوام میں دینی رجحانات ہوں ۔ گویا اب یہ کتاب امریکہ کو خبردار کررہی ہے کہ اسلام پر مضبوط قسم کا اعتقاد رکھنے والے لوگوں کے بالمقابل ، عنقریب ہونے والی ایک تہذیبی جنگ میں ، امریکہ اپنی امتیازی خصوصیات کو برقرار رکھنے کیلئے اپنی تہذیبی اقدار میں پناہ تلاش کرے ۔

اسی طرح یہ کتاب امریکہ اور دیگر مغربی قوتوں کے ہاں پائی جانے والی اس تشویش اور تنگی احساس کا پول بھی کھولتی ہے جو عالم عرب اور عالم اسلام میں ان آزادانہ رویوں کی بابت روا رکھی جارہی ہے جسے وہ ’ جمہوریت ‘ کا نام دیتے ہیں ۔

چنانچہ مصنف کا کہنا ہے کہ: باوجود اس بات کے کہ جمہوریت ہی وہ متبادل ہے جو مغرب دنیا میں پیش کرتا ہے۔ مغرب خود بھی اس کو اپنائے ہوئے ہے اور دنیا کو بھی سلطانی جمہور ہی کی نوید دیتا ہے، مگر دوسری طرف بلا شبہ یہی جمہوریت عالم اسلام میں ایک بڑا خطرہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر عالم اسلام میں حقیقی جمہوریت رائج ہو جاتی ہے تو وہ ان طاقتوں کو قوت فراہم کرے گی جو مغرب کی دشمن ہیں، جس کی ایک تازہ مثال وہ صورتحال ہے جو الجزائر میں پیدا ہوئی تھی۔ چنانچہ جمہوریت پر عملدر آمد کرانا وہاں بنیاد پرست رجحانات کے قوت پکڑنے کا پیش خیمہ ہوسکتا ہے جبکہ یہ بنیاد پرست رجحانات ہی اس وقت عرب اور اسلامی دنیا میں مقبولیت کے حامل ہیں۔ اس کے برعکس اگر عالم اسلام میں جمہوریت کو نہ آنے دیا جائے تو نتیجہ کے طور پر وہاں تنگی، گھٹن، کشیدگی اور سماجی و سیاسی ابتری ہی کا دور دورہ رہے گا یوں عالم اسلام میں منفیت، انتقام پرستی اور غصہ نکالنے کی ذہنیت بری طرح پھلتی پھولتی رہے گی۔

چنانچہ یہ نظریہ، یعنی یہ کہ تہذیبوں کی کشمکش زور پکڑنے والی ہے، ہمارے خیال میں بھی مجموعی طور پر ایک معقول نظریہ ہے۔ اگرچہ ہمارے ملکوں میں موجود لادین اور سیکولر عناصر کیلئے ضرور یہ پریشانی کا باعث ہوگا۔ کیونکہ اس نظریے کا لازمی تقاضا یہ ہوگا کہ ہم بھی اپنے دین ہی میں پناہ تلاش کریں۔ اس کشمکش کے نتیجے میں ہر قوم ہی کو اپنے دین اور عقیدے کی جانب لوٹنا ہوگا اور اپنے حقیقی ورثے کی تلاش کرنی ہوگی۔ اسی کی بدولت اب کوئی قوم کسی دوسری قوم کے مدمقابل آسکے گی جو اس سے ایک بالکل مختلف دین اور ایک بالکل مختلف عقیدہ ونظریہ رکھتی ہوگی اور اس کا فکری وتہذیبی ورثہ اور معاشرتی خصوصیات اس سے بالکل مختلف اور جدا ہونگی۔

یہی وجہ ہے کہ اب عقلیت پسند لوگوں تک کی جانب سے کہا جا رہا ہے کہ اگر تہذیبوں کی جنگ کا یہ نظریہ درست ہے تو پھر فتح اس روش کو حاصل ہونے کا زیادہ امکان ہے جو زیادہ شدت پسند ہوگی اور جس کے راستے دوسرے افکار ونظریات کے در آنے کیلئے زیادہ مسدود ہونگے۔ مثال کے طور پر مسلمانوں کے مابین فتح مندی کا زیادہ امکان ان رجحانات کیلئے ہوگا جنہیں اس وقت بنیاد پرستی کا نام دیا جاتا ہے اور جو کہ دین کی جانب مکمل طور پر پوری سچائی کے ساتھ لوٹ آنے اور ہر میدان کے اندر دین کے پہلو میں پناہ لینے کے داعی ہیں۔

ایسا ہی معاملہ دوسرے مذاہب کا بھی ہوگا۔ مثلاً عیسائیوں، یہودیوں اور ہندوؤں میں متشدد مذہبی طبقے کامیابی حاصل کرسکیں گے خصوصاً اگر یہ مذہبی گروہ عوامی طبقوں کو متاثر کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں۔

ہمارا کیا فرض بنتا ہے؟

جہاد

اس معاملے میں ہم پر کیا فرض عائد ہوتا ہے؟

کیا امریکہ کے سقوط کا مطلب ہماری فتح مندی ہے!؟۔۔ظاہر ہے کہ نہیں۔جب کوئی ایک بڑی طاقت گھٹنے ٹیکتی ہو تو پھر اس کی جگہ وہ قوت لے لیا کرتی ہے جو زیادہ بڑے قوت کے اسباب کی مالک ہوتی ہے۔اور جو کہ غلبہ و برتری کی زیادہ حق دار ہوا کرتی ہے۔چنانچہ اس وقت اگر امت اسلام ان اسباب کی مالک ہوئی اور یہ اہلیت رکھتی ہوئی تب تو ضرور دوسری قوموں سے آگے بڑھ سکے گی بصورت دیگر یہ برتری اور سروری کسی اور قوم ہی کے حصے میں آئے گی اور کون جانے وہ قوم اس سے بھی بڑھ کر سرکشی اور فساد پر اتر آنے والی ہو اور اس پوری دوڑ میں مسلمانوں کے ہاتھ کچھ آئے تو یہی کہ ایک درندے کے پنجہ استبداد سے نکل کر کسی اور درندے کے چنگل میں جا پھنسیں۔

جب ایسا ہے تو پھر امت اسلام کو اس وقت ایک ایسے معاملے میں سنجیدگی ضرورت ہے جس میں سستی اور بے ہمتی کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔

دنیا کے مسائل کا وہ حل جو کہ دراصل مسلمانوں کی راہ تک رہا ہے اسے ایک لفظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔۔۔یعنی 'جہاد'

'جہاد سے ہماری مراد کیا ہے؟

'جہاد' ظاہر ہے 'قتال' سے وسیع تر ایک لفظ ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جہاد کا ذکر قتال سے زیادہ ہوا ہے۔ بلکہ قرآن نے جہاد کا ذکر اسوقت کیا جب قتال ابھی فرض تک نہ ہوا تھا۔اس لیے یہ درست نہیں کہ ہم معاملے کو ایسی ہی سادگی اور سطحیت سے لیں اور یہ سمجھ بیٹھیں کہ ہمارا کام کسی ایک جنگی معرکے میں جیت کی صورت میں پورا ہو جانے والا ہے۔حتی کہ یہ بھی درست نہیں کہ ہم اپنی جیت مغرب کی ساتھ کسی خاصی بڑی جنگ سے وابستہ کر لیں۔اگرچہ ایسی کسی جنگ کا امکان بہرحال رد نہیں کیا جا سکتا۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ زندگی اپنے تمام تر شعبوں کے ساتھ ہمارے لئے کارزار معرکہ ہے اس میں کام آنے کیلئے ہتھیار محض بندوق یا توپ اور ٹینک یا طیارے ہی نہیں بلکہ فکر بھی ایک ہتھیار ہے،معیشت اور پیسہ بھی ایک ہتھیار ہے، ٹیکنالوجی ایک ہتھیار ہے،منصوبہ بندی باقاعدہ ہتھیار ہے،یکجہتی ایک بڑا ہتھیار ہے۔غرض اس جہاد میں کام آنے والے ہتھیاروں کی فہرست خاصی طویل ہے۔

جاپان نے ایک بار تباہ ہو جانے اور ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم کھا لینے کے بعد۔۔۔کیا ایک بار صفر سے

ابتدا نہیں کی ؟ کون نہیں جانتا کہ ایک بار ہتھیار ڈال دینے کے بعد جاپان نے بالکل صفر سے اپنے کام کا آغاز کیا تھا۔ ایٹم بم کی تباہی کے مناظر فرزندان جاپان کی نگاہوں سے کبھی اوجھل نہ ہونے دیئے گئے جو عبرت کا سامان بھی بنے اور جاپانی قوم کو تعمیر و ترقی کی دوڑ میں مہمیز کا کام بھی دیتے رہے۔

جاپان نے بنیاد سے کام شروع کیا۔ اپنے آپ کو دوبارہ تعمیر کیا۔ منصوبہ بندی کی۔ ترقی کا ڈیزائن بنایا، آگے بڑھنے کیلئے تگ و دو کی۔ یہاں تک جاپان آج وہاں پہنچ چکا ہے جہاں وہ امریکی معیشت کیلئے خطرے کی علامت بن چکا ہے۔ حکمت مومن کی میراث ہے۔ مسلمانوں کیلئے جاپانی تجربے میں حاصل کرنے کیلئے یقیناً بہت کچھ ہے۔

جہاد کی مطلوبہ شکلیں

جہاد کی ایک مطلوبہ شکل یہ ہے کہ مسلمان ملکوں میں لوگوں کو حقیقت اسلام کی جانب موڑ لانے کیلئے دعوت کا کام کیا جائے۔ تاکہ اسلام ہی ان کی اجتماعیت کی اساس ہو اور ان کے باہمی ربط کی بنیاد بھی صرف اسلام ہو اور ان کی رہنمائی کا واحد منبع بھی صرف اسلام ہو۔ ہماری مراد ہے توحید کی از سر نو دعوت، عبادت و بندگی میں اللہ کی واحدانیت کا قیام اور اس کے سب ہمسروں، شریکوں اور سب بتوں کی دریا بردگی۔ عالم اسلام میں پوجے جانے والے ان سب بتوں کا خاتمہ جو مسلمانوں کے کسی کام آسکے اور نہ کبھی ان کے کام آنے والے ہیں۔ جن کو اپنے معاشروں میں پوجا جاتے دیکھ کر اور ان پر خاموشی اختیار رکھ کر یا ان سے مداہنت اختیار کر کے مسلمان حقیقی مسلمان بھی قرار نہیں پا سکتے۔ عالم اسلام میں اللہ کی توحید کا قیام ناگزیر ہے۔ عبادت کی سب صورتوں کو اس کیلئے خاص کیا جانا ہے۔ نہ محبت اور چاہت اللہ کے سوا کسی اور کی۔ نہ ڈر کسی اور ہستی کا۔ نہ امید کسی اور سے اور نہ بندگی اور عاجزی اس کے سوا کسی اور کیلئے۔ بندگی اپنی سب شکلوں اور صورتوں کے ساتھ ایک اللہ وحدہ لا شریک کی ہو۔ یہ بندگی خواہ نماز کی صورت میں ہو خواہ دعا اور پکار ہو، ذبیحہ ہو، نذر اور چڑھاوا ہو، خواہ حکم و قانون اور دستور ہو۔ ہر ہر پہلو سے بندگی اور عبادت ایک اللہ کیلئے خاص کروائی جائے اور حکم و فیصلہ میں کوئی اس کے اختیارات میں شریک نہ رہے۔

ایک فرد جب ہر شکل میں اللہ کی بندگی اختیار کر لیتا ہے تو اس کی شخصیت اور اس کے عمل میں یکسوئی آتی ہے اور اسکے ذہن کو سکون حاصل ہوتا ہے۔ تب جا کر اس کی سوچ اور فکر میں غیر معمولی تعمیریت آتی ہے اور وہ زندگی میں اپنے گرد و پیش کو مثبت انداز میں متاثر کرنے کی صلاحیت سے لیس ہوتا ہے۔

یہ ناگزیر ہے کہ اللہ کی شریعت کو ہر ادارے اور ہر شعبے میں کلی اہمیت حاصل ہو۔ اور قانون و نظام سازی میں اس کے سوا کوئی ہدایت کا منبع نہ ہو۔ معاشرے میں ہر سطح پر شریعت کو ایسی ہی بالادستی ہو۔ خواہ وہ افراد کے باہمی رشتے ہوں، خواہ یہ حکمران اور رعایا کا رشتہ ہو، خواہ مزدور زن کا تعلق ہو اور خواہ یہ مسلمانوں کا دوسری اقوام

سے تعلق کا معاملہ ہو، ہر ہدایت کا سرچشمہ اللہ کی شریعت بنے۔
یہی نہیں شریعت کی بالادستی اقتصاد و معیشت کے معاملات میں بھی ہو اور نشر و اعلام (میڈیا) اور تعلیم و تربیت کے ہر معاملے میں بھی۔ سماجی تعلقات میں بھی شریعت ہی حرف آخر کا درجہ رکھتی ہو۔ ان سب پہلوؤں سے ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالی کے فرمانبردار رہیں۔
یا ایھا الذین امنو اادخلو افی السلم کافہ.
چنانچہ یہ ناگزیر ہے کہ آج مسلمان ملکوں میں انسانی زندگی کو اسلام کی بنیاد پر اٹھانے کا کام کیا جائے۔ خواہ وہ عقیدے کا میدان ہو یا شریعت کا۔ اگر ہمیں اس مشن پر چلنے میں یقین محکم اور عزم مصمم حاصل ہو جاتا ہے اور ہم اس منزل کی جانب پوری سنجیدگی اور سچائی سے جادہ پیما ہو جاتے ہیں تو سب کمیاں کوتاہیاں راستے میں خود بخود دور ہوتی رہیں گی۔
آج اگر ایسے مسلمان وجود میں آجاتے ہیں جو اپنے دین میں پورا رسوخ رکھتے ہوں اور اپنے روشن مستقبل کا پورا یقین رکھتے ہوں۔۔۔ ایسے مسلمان جو اس یقین سے سرشار ہوں کہ دنیا جس تباہی کے دھانے پر ایک عرصے سے آکھڑی ہے اس سے چھٹکارے کی صورت صرف اسلام بتا سکتا ہے۔۔۔ ایسے مسلمان جو اپنی تمام تر توانائیاں دنیا کو خالص اسلام کی جانب پھیر لانے کیلئے، کھپا دینے کیلئے تیار ہو چکے ہوں۔۔ ایسے باعزم اور پر یقین مسلمانوں کو صرف اس بات کا وثوق نہ ہوگا کہ وہ ان شا اللہ اسلام کی سرزمین اللہ کے دشمنوں سے آزاد کروالیں گے بلکہ وہ کفار کے ممالک پر بھی اسلام کے قدموں کی چاپ محسوس کرسکیں گے۔ ہرقل نے خود ہی ابوسفیان سے کہہ دیا تھا کہ ''اس نبی کے بارے میں تم جو بتا رہے ہو اگر سب سچ ہے تو یہ جگہ جہاں میں نے اس وقت پیر دھر رکھے ہیں اس کے ملک کا حصہ بننے والی ہے''۔
پھر غیر مسلموں کو بھی اسلام کی جانب دعوت دینا اس وقت ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ کیونکہ آج وہ سب عقلی چیستان اور فلسفیانہ الجھنیں جو دنیا کو پریشان کر چکی ہیں صرف اسلام کے ہاتھوں سلجھ سکتی ہیں۔ اور جس فساد، اخلاق باختگی، ذہنی انتشار اور انانیت کا آج مغرب شکار ہے اس کا بہترین متبادل اسلام ہی کے پاس ہے۔ وہ پیار و محبت اور اخوت و قربت جس کی مغربی معاشروں میں پیاس ہے اسلام ان کو پوری طرح فراہم کرسکتا ہے۔ آج کے انسان کو مادیت کی بھرمار اور مشینوں کی خدائی سے نکال کر خدا کی پہچان کرانا اور خدا سے اس کا رشتہ جوڑنا اسلام ہی کے بس میں ہے۔
پھر یہ بھی ضروری ہے کہ معیشت اور سیاست میں ان کو اسلام کی دی ہوئی راہ راست سے روشناس کرایا جائے اور تحقیقی و علمی اداروں کے ذریعے اسلام کے معاشرتی اور سماجی منہج سے انہیں آگاہ کیا جائے۔ کیونکہ اسلام کے

ہر پہلو میں ہی کوئی نہ کوئی جاذبیت ہے۔جس طرح اسلام عقیدے میں جاذبیت رکھتا ہے ویسے ہی اس کے اخلاق اور اقدار میں جاذبیت ہے۔ایسی ہی کشش اسلامی عبادات میں ہے اور ایسی ہی خوبصورتی اسلام کے معاشرتی منہج میں ہے۔ان سبھی پہلوؤں میں ہی اس وقت اسلام کی بابت مغربی معاشروں میں رہنے والے ایک فرد کی نظر درست کرنے کی ضرورت ہے۔

پھراس مجوزہ جہاد میں یہ بھی شامل ہے آج زمانے کی ترقی سے جو کچھ حاصل ہوا ہے اسے اسلام اور مسلمانوں کے فائدے کیلئے بھرپور طور پر استعمال کرنے کی صورت نکالی جائے۔خواہ وہ ٹیکنالوجی ہو۔خواہ وسائل نشرواشاعت ہوں۔خواہ وہ ذرائع مواصلات ہوں۔دنیا کے بڑے حصے میں بولی جانے والی زبانیں ہوں ان سب کے ذریعے ان اقوام تک اسلام کا پیغام پہنچایا جائے۔انہیں اسلام کی وضاحت کی جائے۔یہ ایک انتہائی حیران کن اور افسوسناک امر ہے امریکہ، برطانیہ اور ایسے دیگر ملکوں میں بہت بڑی بڑی لائبریریاں تو پائی جاتی ہیں مگر اسلام کے بارے میں بہت مستند قسم کی کتب نہ ہونے کے برابر ہیں بلکہ بسا اوقات اسلام پر کتابیں ملتی بھی ہیں تو وہ کسی بدعت ہی کی ترجمان ہوتی ہیں مثلاً رافضی اور قادیانی کتب اچھی خاصی مل جائیں گی۔آخر ہمارے وہ طالبعلم کہاں ہیں جو عالم اسلام سے جاکر مغرب میں تعلیم کیلئے مقیم ہیں یا جو ملازمت وغیرہ کیلئے بھی وہاں مقیم رہتے ہیں۔کیا انہوں نے وہاں اسلام کی مشعل اٹھائی ہے یا وہ اندرونی طور پر عقیدے اور تہذیب کے معاملے میں شکست خوردگی کا شکار ہیں بے شک زبان سے وہ کچھ بھی کہتے ہوں اور کیسا بھی دعوی رکھتے ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ بہت سے لوگ مغرب کے سامنے شکست خوردگی سے دوچار ہیں اور اسلام کو پورے زور سے پیش نہیں کرتے اور اپنے اخلاق وکردار اور اپنے عمل اور اپنے تعلقات میں جرات کے ساتھ اس کی ترجمانی کرنے سے قاصر ہیں۔

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا/ نَسِيَا حُوتَهُمَا/ فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا/ (٦١)

یا یہ ہے کہ میں چلتا جاؤں گا ...... پس جب وہ دونوں پہنچے ان دونوں دریاؤں کے سنگم پر ...... وہ دونوں بھول گئے وہاں اپنی مچھلی کو ...... پس راستہ بنایا مچھلی نے دریا میں سرنگ کر طرح

اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰؑ کو مطلع کردیا تھا کہ جہاں ان کو اس دانشخص سے ملاقات کرنی ہے وہ جگہ وہ ہوگی جہاں ایک مچھلی،ٹوکری سے پانی کی طرف چل پڑے گی۔(بخاری)

فَلَمَّا جَاوَزَا / قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَ نَاز / لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا / (٦٢)
جب وہ دونوں آگے چلے گئے ......تو انہوں نے کہا اپنے نوجوان ساتھی سے ...... لاؤ ہماری غذا ......ہمیں تو ملی ہے اس سفر میں بڑی تھکان

جب وہ دونوں (اس جگہ سے) آگے چلے گئے (جہاں مچھلی پانی میں غائب ہوگئی تھی اور حضرت موسیٰؑ کو علم نہ تھا) ......تو انہوں (موسیٰؑ) نے کہا اپنے نوجوان ساتھی سے ...... لاؤ ہماری غذا (ابھی) ......ہمیں تو ملی ہے اس سفر میں بڑی تھکان

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ / فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَط /وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗج / وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ قصلے / عَجَبًا (٦٣)
ان کے ساتھی نے کہا کہ آپ نے دیکھا جب کہ ہم دونوں نے کچھ دیر آرام کیا تھا ایک چٹان پر ......تو میں بیشک وہاں بھول گیا مچھلی کو ...... اور مجھے نہیں بھلایا مگر شیطان نے کہ میں اس کا ذکر کرتا ...... اور اس مچھلی نے راستہ بنایا اپنا دریا میں عجیب طریقے پر

کہیں شیطان بھی ہمیں نہ بھلا دے کہ ایک لمحہ ایسا آنے والا ہے جب ہم اللہ کے پاس جانے والے ہیں ۔ موت کسی وقت بھی آسکتی ہے اور دراصل یہی انسان کا المیہ ہے ۔ ہر ایک کو موت آنے والی ہے ۔ ایمان والوں کو معوذتین کو ورد یاد رکھنا چاہیئے ۔ اور ہر وقت اللہ کی پناہ میں آنے کے لئے اللہ سے دعا کرتے رہنا چاہیئے ۔

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِقصلے /فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا / (٦٤)
موسیٰ نے کہا وہی تو ہے جس کو ہم ڈھونڈ رہے ہیں ...... پس دونوں لوٹے اپنے قدموں کے نشان پر دیکھتے دیکھتے / ڈھونڈتے ڈھونڈتے

ایمان والوں کو جیسے ہی احساس ہوتا ہے کہ وہ صراطِ مستقیم سے ہٹ گئے ہیں وہ موسیٰؑ کی طرح فوراً پلٹ جاتے ہیں اور صراطِ مستقیم پر چلنے لگتے ہیں ۔

فَوَجَدَا عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَآ / اٰتَيۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا / وَعَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا / (٦٥)
تو ان دونوں نے پایا وہاں پر ایک بندہ ہمارے بندوں میں سے ......اسے ہم نے رحمت دی تھی اپنے پاس سے ......اور اسے ہم نے علم سکھایا تھا اپنے پاس والے علم میں سے

مفسرین کے یہاں اس علم والی شخصیت کا نام خضرؑ آتا ہے۔ تفصیلات سے بچتے ہوئے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے اور مزید آگے آرہا ہے کہ ضروری ہے کہ اہل ایمان، خصوصاً اس دجل کے دور میں، اپنی دونوں آنکھیں کھلی رکھیں۔ مثلاً اگر یہ زمانہ جدید اور ترقی یافتہ زمانہ ہے اور بڑے سڑک اور اونچی عمارتیں واقعی ترقی ہیں تو مندرجہ ذیل کیا ہیں۔

امریکہ اور یورپ کے اکثر ملکوں میں خاندانی زندگی تباہ و برباد ہو چکی ہے۔ خصوصاً برطانوی معاشرے کا حلیہ تیزی سے بگڑ رہا ہے۔ برطانیہ میں 20 ہزار افراد سے بات چیت کر کے بی بی سی نے جو جائزہ مرتب کیا اس کے مطابق وہاں ایک چوتھائی گھرانوں میں روایتی کنبے رہتے ہیں یعنی میاں بیوی اور بچے۔ دو تہائی بغیر شادی کے اکٹھے رہتے ہیں یا تنہا زندگی گزارتے ہیں (جنگ۔ لاہور 91-9-28) ☆ یورپی ملک سویڈن میں آبادی کا ایک بڑا حصہ کنوارے پن کی زندگی بسر کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ وائس آف جرمنی کے مطابق 1975ء میں سویڈن کی کل بالغ آبادی کا 16 فیصد مجرد زندگی تھا جبکہ 1995 میں یہ تعداد 25 فیصد سے تجاوز کر گئی ہے اور گزشتہ برسوں میں ایسے افراد کی تعداد مسلسل بڑھ رہی ہے اور آج 41 فیصد سے زائد گھر ایسے ہیں جن کے مکین اکیلے پن کی زندگی گذار رہے ہیں۔ دارالحکومت سٹاک ہوم میں ہر تین گھروں میں سے وہ گھر ایسے ہیں جن کا مکین ایک ایک تنہا فرد ہے۔ (جنگ 97-12-17) ☆ ٹوکیو (اف پ) 1998 کے دوران جاپانی طلاقیں دینے کے معاملے میں یورپ پر بھی بازی لے گئے۔ گزشتہ سال جاپان میں ہر دو منٹ بعد ایک جوڑے میں طلاق ہوئی۔ جاپان میں طلاق کی شرح بعض یورپی ممالک سے بڑھ گئی ہے جبکہ بعض کے برابر پہنچ گئی ہے۔ 1998 کے دوران جاپان میں دو لاکھ ۴۳ ہزار طلاقیں ہوئیں ہر ایک ہزاروں جوڑوں میں سے 194 میں طلاق ہوئی اور یہ شرح فرانس سے بھی زیادہ ہے (نوائے وقت 99-1-2) ☆ برازیل میں خواتین کے لئے طلاق لینا فیشن بن گیا ہے۔ طلاق کے آٹھ میں سے سات کیس خواتین کے کہنے پر ہوتے ہیں۔ برازیل کے اخبار میں شائع ہونے والے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق 1995ء سے 1998 کے درمیان طلاق لینے کے واقعات میں 70 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ طلاق زیادہ تر اس وقت لی جاتی ہے جب ازدواجی زندگی کی 10 سے 14 بہاریں دیکھ لی جاتی

ہیں ☆ امریکہ میں نوجوان شادی شدہ جوڑوں میں طلاق کی شرح میں کمی ہوگئی ہے، تاہم ان میں شادی کے بغیر ہی اکھٹے رہنے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ پیر کو نیو جرسی کی رولگر یونیورسٹی کے نیشنل میرج پروجیکٹ کی جاری کردہ رپورٹ کے مطابق امریکہ میں ایسے شادی شدہ جوڑے جن میں ایک مرتبہ علیحدگی ہوچکی ہے وہ دوبارہ شادی نہیں کرتے بلکہ ماضی کے برعکس اب وہ بغیر شادی کے ہی کسی دوسرے (مرد یا خاتون) کے ساتھ مل کر ازدواجی زندگی گزارتے ہیں اوران کے مابین شادی کے بغیر رہنے کا سلسلہ سالوں تک چلتا رہتا تھا۔ ☆ معصوم و نوخیز بچے پر جس قدر ظلم ترقی یافتہ اورامیر کبیر ملکوں میں ہورہا ہے وہ عہد حاضر کی تاریخ کا عجیب وغریب المیہ ہے۔ اندازہ کیجئے کہ امریکہ کے چالیس فیصد بچے والدین سے محروم ہیں اور ایسے بچوں کی تعداد کم از کم سوا تین کروڑ (32 ملین) ہے جن کا کوئی پرسان حال نہیں۔ بہ الفاظ دیگر یا تو یہ بچے حرامی ہیں یا ان کے والدین گھریلو جھگڑے اور منشیات کی وجہ سے انہیں چھوڑ چکے ہیں (جنگ، جمعہ میگزین یکم جنوری 1992ء) ☆ 1992ء میں امریکہ کے مختلف علاقوں میں 30 لاکھ بچے ایذا رسانی کا شکار ہوئے جن میں سے 2611 بچے جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ☆ بین الاقوامی منڈی میں اسمگلر ایک صحت مند بچے کو سات ہزار پاؤنڈ میں فروخت کرتے ہیں جبکہ گردے کی قیمت 25 ہزار پاؤنڈ اور دل کی قیمت 55 ہزار پاؤنڈ تک لگتی ہے۔ (جنگ، لاہور 27 اگست 1993ء) ☆ مادی دنیا کی واحد سپر پاور اور کرۂ ارض کے سب سے امیر ملک امریکہ میں کم از کم پچیس لاکھ بچے ہر سال بڑوں کی جنسی ہوس کی بھینٹ چڑھتے ہیں۔ ان بچوں کو مڈویسٹرن شہروں سے لایا جاتا ہے اور مختلف شہروں کے قحبہ خانوں، گلیوں اور بس اسٹاپوں پر یہ بچے مکروہ ترین دھندے میں لگا دئے جاتے ہیں۔ نیو یارک ان مظلوم بچوں کا سب سے بڑا مسکن ہے۔ (جنگ، لاہور، 17 نومبر 1995ء) ☆ اعداد شمار کے مطابق پورے امریکہ کی 28 فیصد لڑکیاں 14 برس کی عمر تک پہنچے پہلے ہی درندگی کا شکار ہوجاتی ہیں جبکہ 18 برس کی عمر سے پہلے 38 فیصد لڑکیاں ہوس کا نشانہ بنتی ہیں۔ ان اعداد وشمار کا مکروہ ترین پہلو یہ ہے کہ یہ بدنصیب بچے زیادہ تر اپنے رشتہ داروں کے ہاتھوں مجرمانہ حملوں کا نشانہ بنتے ہیں۔ حملوں کے مرتکبین کی مزید 20 فیصد تعداد سوتیلوں باتوں پر مشتمل ہوتی ہیں جبکہ 15 فیصد چچا ماموں اپنے بھائی اور بہنوں کی اولاد کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتے ہیں۔ ساڑھے چار فیصد تعداد ایسے والدوں کی ہے جو اپنی اولاد کی عصمت دری میں مصروف ہیں۔ ڈھائی فیصد سے زیادہ افراد اپنے چھوٹے بھائی بہنوں سے بدسلوکی کے مرتکب ہورہے ہیں۔ ☆ امریکہ میں 25 لاکھ نابالغ بچے جسم فروشی کررہے ہیں۔ ☆ واہیات فلمیں، لچر ٹی وی پروگرام، منشیات کی عام وبا معاشرے میں ہر طرح کی جنسی بے راہ روی کے کھلے مناظر اور اسکولوں میں جنسی تعلیم پر زور کے باعث مغربی مما لک میں بچے اپنی عمر سے پہلے ہی ایسی باتیں اسے آگاہ ہوجاتے ہیں جن سے اتنی چھوٹی عمر میں ان کے لئے ڈیل کرنا ناممکن ہے۔ بچوں کو اپنی ہوس

کا نشانہ بنانے والے افراد اور گروہ ایسی ہی فضاء میں پنپتے ہیں اور اپنی سیاہ کاریوں میں مصروف رہتے ہیں ۔☆ مغربی معاشروں میں پچھلی چار دہائیوں یعنی 1960ء سے جو جنسی انقلاب برپا ہوا اس سے روایتی خاندانی زندگی اپنی اہمیت کھو بیٹھی ہے ۔ وہ خاندان جس میں دونوں والدین ، ماں اور باپ شامل ہوتے ہیں آہستہ آہستہ فیشن سے باہر (out of fashion) ہوگیا ہے ۔سنگل ماؤں کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے ۔☆ ایک سروے کے مطابق امریکہ کی ساٹھ فیصد لڑکیوں نے بتایا کہ انہیں پہلا جنسی تجربہ باپ یا بھائی سے حاصل ہوا۔سترہ سال کی نوعمر لڑکی جب عملی زندگی میں داخل ہوتی ہے تو اسے روزگار کے ساتھ ساتھ کئی مردوں سے تعلقات استوار کرنے پڑتے ہیں مگر تحفظ یا سکون نامی کوئی چیز اسے حاصل نہیں ہوتی ۔☆ سویڈن میں ان گنت لڑکیاں شادیوں میں ناکامی ، مسلسل پریشانی اور مردوں کی بے وفائی اور تنہائی کی وجہ سے کینسر جیسے موذی مرض میں مبتلا ہو جاتی ہیں اور آٹھ گھنٹے لگاتار ڈیوٹی دے کر دفتروں سے گھر آتی ہیں تو تنہائی انھیں ڈسنے لگتی ہے اور آخر کار تنگ آ کر وہ شراب اور نشے میں سکون ڈھونڈنے کی کوشش کرتی ہیں ۔☆

بوڑھی عورتوں کی حالت سب سے بدتر ہے ۔ وہ ترستی رہتی ہیں کہ وہ اپنے بیٹے یا بیٹی کی رفاقت میں زندگی کہ دن پورے کریں اور ان کی منت سماجت کرتی ہیں کہ انھیں گھر کی ڈیوڑھی پر یا کسی برآمدے میں بستر جمانے کی اجازت دے دیں تاکہ وہ اپنے پوتوں ، پوتیوں ، نواسوں اور نواسیوں سے دل بہلاسکیں مگر بیچاریوں کی شنوائی نہیں ہوتی اور وہ "اولڈ ایج ہومز" میں نہایت کس مپرسی کی حالت میں دم توڑ جاتی ہیں ۔ برلن اور پراگ کو ملونے والی بارہ سوکلومیٹر طویل شاہراہ غالبا دنیا کا ارزاں ترین اور طویل ترین جنسی اڈہ ہے جہاں سے گذرنے والوں کو نہایت سستی عیاشی کے لئے نوخیز اور حسین وجمیل لڑکیاں مل جاتی ہیں (نوائے وقت ، لاہور 26 جون 1993ء)

15 ستمبر 1992ء کو سی این این نے ایک رپورٹ میں بتایا کہ امریکہ میں ہر دوسری عورت پر مجرمانہ حملہ ہوتا ہے ۔حالت یہ ہے کہ امریکہ کے ایک بڑے بارونق شہروں کے پارکوں میں آئے دن صبح کے وقت نوجوان لڑکیوں کے برہنہ لاش پڑی ہوئی ملتی ہے (تبلیغی جماعت کے ایک کارکن کا خطبہ مطبوعہ ماہنامہ "الرشید" 1991ء)☆

اور روس میں صنف نازک کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے اس کا اندازہ وزارت داخلہ کی رپورٹ سے کیا جا سکتا ہے جس کے اعداد وشمار کے مطابق 1994ء میں 15 ہزار عورتوں کو ان کے خاوندوں یا والدین نے قتل کر دیا تھا ۔ 14 ہزار عورتیں بے آبرو ہوئیں ۔انسانی حقوق کی تنظیموں کا کہنا ہے کہ بے آبرو ہونے والی عورتوں کی اکثریت اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی کا ذکر نہیں کرتی (خبریں ، 11 جولائی 1995ء) ☆☆ بحوالہ کتاب

اگر تو ترقی ہے تو کس کام کی ۔ اگر مرد، عورت ، بچہ، بچی ، وغیرہ کوئی بھی باقی نہ بچا۔

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا/(٦٦)
اس سے کہا موسیٰ نے ...... کیا میں آپ کی پیروی کروں ...... کہ آپ مجھے سکھائیں اس میں سے جو کہ آپ کو سکھایا گیا ہے ہدایت میں سے

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا/(٦٧)
انہوں نے کہا کہ بیشک آپ میرے ساتھ رہتے ہوئے صبر نہ کرسکیں گے
وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا/ (٦٨)
آپ کیسے صبر کریں گے ...... اس چیز پر کہ جس کے بارے میں آپ کو خبر نہیں ہے جس کی باتوں کا آپ احاطہ نہیں کر سکتے

قرآن وسنت کی روشنی کے ساتھ اس دنیا میں زندگی بسر کرنا گو کہ آج بہت مشکل ، بہت مشکل اور بہت مشکل ہے مگر کوئی اور راستہ نہیں ہے ۔ لازمی ہے کہ انتہا درجہ کی صبر کا راستہ اختیار کیا جائے ۔ ایسی شخصیتیں لازماً ہیں جو کہ قرآن وسنت کے مطابق نہ صرف خود بلکہ دوسروں کو بھی تعلیم دے رہی ہیں ۔ مگر اس دجلانہ رہشنی کے دور میں ایسی شخصیتوں کو ڈھونڈھنا مشکل ہوتا ہے مگر ناممکن نہیں ۔ ان کو پہچاننے کا طریقہ یہ کہ ان کی زندگی ٹھیٹ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے تعلیمات کے مطابق گزر رہی ہو ۔ رات کے راہب اور دن کے شہسوار ، مجاہد ، حرکت والے ۔ درِدِل رکھنے والے ۔ کسی معجزہ کیجا مل شاید نہیں مگر زندگی اور عمل سنت رسول ﷺ کے مطابق ۔

قَالَ سَتَجِدُنِیۡٓ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا وَّلَآ اَعۡصِیۡ لَکَ اَمۡرًا/ (٦٩)

موسیٰ نے فرمایا کہ آپ عنقریب مجھے پائیں گے اگر اللہ نے چاہا صبر کرنے والا ......اور میں آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا

سیکھنے کے لئے صبر، اطاعت، عاجزی، انکساری اور فرمانبرداری ضروری ہے۔ ساتھ ہی ہر وقت مستحضر رہے کہ بندہ اپنی جگہ محنت لازماً کرے، مگر فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔خصوصاً مادیت کے ایسے دور میں، جس کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی، ان شاء اللہ کا ورد شعور کے ساتھ ہر وقت ضروری ہے۔

اسلامی فکر و تہذیب	مغربی فکر و تہذیب
۱۔انسان اللہ کا عبد ہے اور اپنے خالق و مالک کی خوشنودی اور اس کی عبادت و اطاعت ہی اس کا آخری ہدف ہے۔	۱۔انسان اپنا خدا خود ہے اور جو فیصلے چاہے کرسکتا ہے
۲۔ ہر قیمت پر اخروی کامیابی ۔آخرت کو دنیا کی زندگی پر ترجیح	۲۔ ہر قیمت پر دنیاوی ترقی کہ دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے
۳۔دنیا کی محبت گناہوں کی جڑ ہے۔	۳۔مادہ پرستی اور دنیا سے محبت ترقی کی معراج۔
۴۔عفت وعصمت ،حیا ،نکاح اور خاندان کے اداروں کی حمایت	۴۔عورت کی مادر پدر آزادی اور خاندان کا خاتمہ
۵۔عورت اور مرد کا الگ دائرہ کار نیز متقی اور فاجر میں فرق	۵۔مساوات یعنی عورت اور مرد ہر لحاظ سے برابر اور ہر فرد کی رائے برابر
۶۔ یہ اختیار صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے، تاہم اس کے تحت قانون سازی کی اجازت۔	۶۔فرد اور اس کے نمائندوں یعنی ارکان پارلیمنٹ کو حلال وحرام کے تعین کا لامحدود حق (شراب ، زنا،سود، جوا وغیرہ حلال)
۷۔رزق حلال، سادگی، قناعت، انفاق اور صلہ رحمی	۷۔ ہر قیمت پر سرمائے کی بڑھوتری، خواہ سود، سٹہ کے ذریعے ہو۔

قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰٓی اُحْدِثَ لَکَ مِنْهُ ذِکْرًا/(۷۰)
تو انہوں نے کہا کہ اگر تم نے میری پیروی کرنی ہے ......تو تم مجھ سے کسی چیز کے بارے میں مت پوچھنا...... جب تک کہ میں خود ہی تمہارے سامنے اس کا ذکر نہ بیان کردو

قواعد وضوابط کی اہمیت پر زور ہے۔ سالک کو کچھ حاصل کرنے کے لئے یہاں ہدایات دی جارہی ہیں۔

فَانْطَلَقَا قف حَتّٰٓی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا طقَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ج لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا (۷۱)
پس وہ دونوں چلے ...... یہاں تک جب وہ دونوں سوار ہوئے ایک کشتی میں تو اس شخص نے اس کشتی کو پھاڑ ڈالا ......حضرت موسیٰؑ نے کہا تم نے اس کشتی میں شگاف ڈالا تا کہ تم اس کشتی والوں کو غرق کرو...... یہ تو تم نے بڑی نامناسب بات کی ہے

حضرت موسیٰؑ پر اس بات کا اتنا شدت سے اثر ہوا کہ وہ اپنے وعدہ پر قائم نہ رہ سکے۔
ہم بھی بظاہر ہمارے ذہنوں کے مطابق بہت سی باتوں کو بہت بڑا سمجھ کر (اور وہ بظاہر بڑی بھی ہوتی ہے) نہ صرف اپنے پوزیشن سے ہل جاتے ہیں بلکہ ایمان بھی متزلزل ہوجاتا ہے۔ اللہ ہی پر ایمان بہت ضروری ہے۔خصوصاً اس وقت جب کہ ہر دوسری گولی کا نشانہ مسلمان، ہر دوسری عزت لوٹنے کا معاملہ مسلمان خاتون کے ساتھ، ذلت ومسکنت مسلمانوں کے ساتھ۔انفرادی اور اجتماعی طور پر شیطان مسلمانوں کے خلاف اپنے تمام ہتھیاروں کے ساتھ کھل کر آ گیا ہے۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا (۷۲)
اس پر انہوں نے کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا...... کہ بے شک تم میرے ساتھ رہتے ہوئے صبر نہ کرسکو گے

اس دنیا میں بہت سی ایسی باتیں ایسی ہیں جو کہ بندے جانتے ہیں مگر انھیں اس کے وجوہات، اسرار اور مصلحت کا علم نہیں ہے اور بہت سی باتیں اس دنیا و کائنات کی ایسی ہیں جن کا بندوں کو نہ تو علم ہے نہ ہی اس کے اسراو

مصالحت۔ چنانچہ خاموشی از حد ضروری ہے، جتنا کچھ دنیا و آخرت کی کامیابی کے لئے ضروری ہے وہ قرآن و حدیث میں موجود ہے جو کہ نبی کریم ﷺ کے ذریعے اس امت کو حاصل ہو گیا ہے۔

قَالَ لَا تُؤَاخِذۡنِىۡ بِمَا نَسِيۡتُ / وَلَا تُرۡهِقۡنِىۡ مِنۡ اَمۡرِىۡ عُسۡرًا / (۷۳)
موسیٰؑ نے کہا میرا مواخذا نہ کیجئے اس پر جو کہ میں بھول گیا...... اور میرے معاملے میں مجھ پر مشکل نہ ڈالئے

انسانیت اور شیطنیت میں یہی بنیادی فرق ہے۔ خصوصاً راسخ فی العلم ہمیشہ عاجزی اختیار کرتے ہیں، علم والوں کی قدر کرتے ہیں، اور سیکھنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ پھلوں سے بھرا ہو درخت، جھکا ہی رہتا ہے۔ خالی ڈبا ہی شور زیادہ کرتا ہے۔ اس دور میں اس بات کا زور کہ ہم تاریخِ انسانی کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ دور میں ہیں، اور آج تک اہرامِ مصر کے اسرار نہیں نکال سکے۔

فَانۡطَلَقَاٜ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلۡتَ نَفۡسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيۡرِ نَفۡسٍ ؕ لَـقَدۡ جِئۡتَ شَيۡـئًـا نُّكۡرًا (۷۴)
پھر وہ دونوں چلے...... یہاں تک کہ دونوں ملے ایک لڑکے سے پس انہوں نے اسے قتل کر دیا...... موسیٰؑ نے کہا کیا آپ نے ایک پاکیزہ جان کو قتل کر دیا بغیر کسی جان کے بدلے میں...... یقیناً آپ نے بڑی نامناسب بات کی ہے / برا کام کیا ہے

قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا انہوں نے کہا...... (۷۵)
کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا...... کہ بے شک آپ میرے ساتھ رہتے ہوئے صبر نہ کر سکیں گے

وقت کے نبیؑ کے یہ حالات ہیں تو ہما شما کیا ہیں۔ یعنی بندہ، بندہ ہی رہتا ہے چاہے کتنا ہی اوپر کیوں نہ چلا جائے اور اللہ، اللہ ہی ہے چاہے کتنا ہی نیچے کیوں نہ آ جائے۔ جب کے وقت کے نبیؑ کو بہت سی باتوں کا علم نہیں اور غیب کے باتوں سے لاعلم ہیں تو ہم کیوں بزرگی کا معیار معجزات کو گردانیں۔ اسی طرح ضروری نہیں کہ بندہ کو سب ہی معاملات ہو۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ انسانی دائرے میں رہتے ہوئے خالف معمول باتوں کے بارے میں ردعمل نہیں ظاہر کیا جائے، خصوصاً جب خلاف شریعت کام ہو رہا ہو۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ضروری نہیں کہ جو کچھ

دیکھا جا رہا ہو، وہی اصل ہو۔ اپنے وقت کے نبیؐ کی مثال سامنے ہے۔

قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍمبَعْدَهَا / فَلَا تُصٰحِبْنِيْ / قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا / (۷۶)
موسیٰؑ نے عرض کی / موسیٰ نے کہا کہ اگر میں نے آپ سے پوچھا اس کے بعد کچھ ...... تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھئے گا ...... پہنچ چکا ہے آپ کو میری طرف سے عذر

فَانْطَلَقَاقف حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ نِاسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا / فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا / فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗط / قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا / (۷۷)
پس دونوں پھر چلے ...... یہاں تک کہ جب وہ دونوں آئے ایک بستی والوں کے ساتھ تو ان دونوں نے کھانا مانگا بستی والوں سے ...... تو بستی والوں نے انکار کیا کہ وہ ان دونوں کی ضیافت کریں / کھانا کھلائیں ...... تو پھر ان دونوں نے پایا وہاں پر ایک دیوار کو جو کہ گرا چاہتی تھی تو انہوں نے اس دیوار کو کھڑا کر دیا ...... اس پر حضرت موسیٰؑ نے کہا اگر آپ چاہتے تو لے لیتے اس کے اوپر کوئی مزدوری / اجر

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ج / سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْ وِيْلِ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا (۷۸)
تو انہوں نے کہا کہ یہ ہے جدائی میرے درمیان اور تمہارے درمیان ...... اب میں تمہیں بتا تا ان باتوں کی حقیقت جس پر تم صبر نہ کر سکے ......

ایک مفسر نے اس آیت سے یہ تفسیر کی کہ آخری دور کے مسلمانوں کو اس آیت سے یہ ہدایت ملتی ہے کہ وہ ان لوگوں پر محنت ترک کر دیں جو اندرونی بصارت سے محروم ہیں جو ہدایت پانے کے لئے ضروری ہے۔ مثلاً بنیادی اختلافات پر وہ ماننے کو تیار نہیں جیسے سود، شرک، حقوق نسواں وغیرہ۔

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِى الْبَحْرِ / فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا / وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ / يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا (۷۹)
یہاں تک کشتی کا معاملہ ہے وہ تھی محتاجوں کی جو کہ محنت کرتے تھے دریا میں ...... تو میں نے کہا کہ میں اس میں عیب ڈال دوں ...... اس لئے کہ ان کے پیچھے تھا ایک بادشاہ ...... جو ہر کشتی کو پکڑ رہا تھا چھینتے ہوئے

کشتی کو عیب دار کرنا دراصل کشتی والوں کے حق میں معاملہ کیا گیا۔ نہیں تو بادشاہ اس کشتی کو بیگار میں پکڑ لیتا۔

وَاَمَّا الۡغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤۡمِنَيۡنِ / فَخَشِيۡنَاۤ اَنۡ يُّرۡهِقَهُمَا طُغۡيَانًا وَّكُفۡرًا / (۸۰)
یہاں تک غلام/لڑکے کا معاملہ ہے ...... اس کے ماں باپ مومن تھے ...... پس ہم نے اندیشہ محسوس کیا ...... کہ وہ ان دونوں کو تنگ کرے گا سرکشی اور انکار کی وجہ سے/کفر کی وجہ سے

یہاں تک غلام/لڑکے کا معاملہ ہے ...... اس کے ماں باپ مومن تھے ...... پس ہم نے اندیشہ محسوس کیا ...... کہ وہ ان دونوں کو تنگ کرے گا سرکشی اور انکار کی وجہ سے (اور اس سے ان کے ایمان کو نقصان ہوتا اس کی) /کفر کی وجہ سے

فَاَرَدۡنَاۤ اَنۡ يُّبۡدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيۡرًا مِّنۡهُ زَكٰوةً / وَّاَقۡرَبَ رُحۡمًا / (۸۱)
(اس کی موت سے اور یوں اس کے ماں باپ کے ایمان کی حفاظت سے) پس ہم نے (دراصل یہ) چاہا کہ بدل دے ان کے لئے ان کا رب اس سے بہتر (لڑکا) پاکیزگی کے اعتبار سے بھی اور جو زیادہ قریب ہو شفقت/ادب کے اعتبار سے بھی

وَاَمَّا الۡجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيۡنِ يَتِيۡمَيۡنِ فِى الۡمَدِيۡنَةِ / وَكَانَ تَحۡتَهٗ كَنۡزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوۡهُمَا صَالِحًا ج فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنۡ يَّبۡلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا / وَيَسۡتَخۡرِجَا كَنۡزَهُمَاقصلے/رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَج/وَمَا فَعَلۡتُهٗ عَنۡ اَمۡرِىۡط/ذٰلِكَ تَاۡوِيۡلُ مَا لَمۡ تَسۡطِعۡ عَّلَيۡهِ صَبۡرًا (۸۲)
اور جہاں تک دیوار کا معاملہ ہے وہ تھی دو یتیم لڑکوں کے لئے جو کہ شہر میں تھے ...... اور اس دیوار کے نیچے ان دونوں کے لئے خزانہ تھا ...... اور ان دونوں کے والد نیک تھے ...... تو پھر ارادہ کیا آپ کے رب نے کہ وہ دونوں پہنچ جائیں اپنی پختگی کو/اپنی سمجھ کی عمر کو ...... اور وہ دونوں نکال لیں اپنے خزانے کو ...... یہ سب کا سب تھا اے نبیؐ آپ کے رب کی طرف سے رحمت ...... اور میں نے وہ سب کچھ نہیں کیا اپنے حکم سے ...... اپنی مرضی سے ...... اور یہ ہے حقیقت اس کی کہ جس پر اے موسیٰ آپ صبر نہیں کر سکے

اور جہاں تک دیوار کا معاملہ ہے وہ تھی دو یتیم لڑکوں کے لئے جو کہ شہر میں تھے ...... اور اس دیوار کے نیچے (دبا

ہوا) ان دونوں کے لئے خزانہ تھا ...... اور ان دونوں کے والد نیک تھے ...... تو پھر ارادہ کیا آپ کے رب نے کہ (میں دیوار کی دوبارہ تعمیر کردوں تاکہ خزانہ کی حفاظت ہو اور سامنے نظر نہ آسکے) وہ دونوں پہنچ جائیں اپنی پختگی کو/ اپنی سمجھ کی عمر کو ...... اور وہ دونوں نکال لیں اپنے خزانے کو ...... یہ سب کا سب تھا اے نبی آپ کے رب کی طرف سے رحمت ...... اور میں نے وہ سب کچھ نہیں کیا اپنے حکم سے ...... اپنی مرضی سے ...... اور یہ ہے حقیقت اس کی کہ جس پر اے موسیٰ آپ صبر نہیں کر سکے

ضروری نہیں کہ جو سامنے ہو وہی اصل ہو۔ حضرت موسیٰؑ کے تمام ردعمل ، بیرونی مشاہدہ کی وجہ سے تھیں ۔ اس دجالی دور میں ، جب کہ انسانی عقل ہی کُل قرار دے دی گئی ہے ،
(بحوالہ : اسلام اور تہذیبِ مغرب کی کشمکش ، ایک تجزیہ ، ایک مطالعہ ۔ ڈاکٹر محمد امین) آج کی غالب تہذیب ، مغربی تہذیب کے سارے بنیادی اصول الحاد پر مبنی ہیں ۔ کانٹ کہتا ہے کہ خدا مر چکا ہے ، سارتر کہتا ہے کہ خدا ایک عفریت ہے اور انسان خود قادر مطلق ہے اسے باہر کے کسی خدا کی ضرورت نہیں ۔ فرائیڈ کہتا ہے کہ اصل مسئلہ جنس ہے اور جو ہر قیمت پر اپنی جنسی خواہش پوری نہیں کرتا ، وہ ذہنی مریض ہے ۔ کارل مارکس کہتا ہے کہ اصل مسئلہ پیٹ ہے ، رہا مذہب تو وہ افیون ہے ۔ ڈارون کہتا ہے کہ انسان اصل میں حیوان ہے ۔ تو انتہائی اختصار کے ساتھ عرض ہے کہ جس تہذیب کے عالی قدر مفکرین کی آراء یہ ہوں اسلام سے اس کا کیا واسطہ؟ اور جو آدمی ایک پاؤں اسلامی تہذیب کی کشتی میں اور دوسرا پاؤں ایسی مغربی تہذیب کی کشتی میں رکھ کر سفر کرے تو اس کا انجام اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ وہ کفر کی ظلمتوں میں ڈوب جائے اور اس کے ایمانی وجود کی موت واقع ہو جائے ۔ فکری تحریکوں یعنی تحریک تنویر ، تحریک رومانویت اور تحریک جدیدیت نے مغرب میں مذہب کی بساط لپیٹ کر رکھ دی ۔ ان فکری تحریک نے ایک طرف تو مذہب کو فرد کا ذاتی اور نجی مسئلہ قرار دے کر اسے اجتماعی زندگی کے وسیع میدان سے دیس نکالا دیا (سیکولرزم) تو دوسری طرف فرد کو مکمل طور پر مادر پدر آزادی اور خود مختاری دے کر اسے خدا کے مقابلے میں مختار کل بنا دیا (ہیومنزم) اور دنیا ہی کی کامیابی کو اپنا ہدف و مطمح نظر اور ہر قسم کی انسانی سرگرمیوں اور اہداف کا مرکز قرار دے کر آخرت کے تصور کو بے معنی کر دا ای (میٹیریلزم) اور وحی کی برتری کا انکار کرتے ہوئے عقل ، حس اور تجربہ و مشاہدہ کو معیار حق و باطل قرار دیا (امپریلیزم) اور اسی طرح رسالت کے ادارے کو ملیا میٹ کر دیا اور آزادی کے دل فریب نعرے کی آڑ میں عورت کو مکمل آزادی دے کر جنسی اباحت ، عریانی ، فحاشی اور زنا کاری کو رواج دیا ۔ خاندانی نظام کو برباد کیا ، عورت کو متاع بازار بنایا ، اور یوں معاشرت کا ستیاناس کر دیا (لبرزم) ۔ فرائڈ نے جنسی جبلت کو مرکزی حیثیت دے کر اور ہر قیمت پر اس کی

تسکین کو ذہنی صحت کے لئے ضروری قرار دے کر مغربی فرد کو جنس زدہ حیوان بنا دیا (فرائڈ ازم) اور ڈارون نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئی کہ انسان بھی دوسرے جانداروں کی ایک حیوان ہی ہے، اس کے اشرف المخلوقات ہونے کے تصور کو دریا برد کر دای (ڈارونزم) مغرب کی سیاسی فکر کے مطابق آزادی کا تقاضا ہے کہ اس کے نمائندے پارلیمنٹ میں جو قانون چاہیں بنائیں یعنی جس چیز کو چاہیں حلال قرار دیں اور جس کو چاہیں حرام قرار دیں۔ چنانچہ مغربی ممالک کی اسمبلیاں شراب، زنا، جوئے، ہم جنس پر شادی وغیرہ کو حلال قرار دے چکی ہیں (ڈیموکریسی)۔ اسی طرح مغرب کے معاشی مفکرین کے مطابق جب دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے تو یہاں ہر قیمت پر خوشحالی آنی چاہیے اور پیسہ وافر ہونا چاہیئے تا کہ آسائشوں اور نعمتوں (بلکہ لامحدود عیاشیوں) کا سامان کیا جا سکے)۔ چنانچہ سرمائے کی بڑھوتری کے لئے سود، سٹہ اور ہر قسم کے (جائز و ناجائز) ذرائع اختیار کرنے کا مسلک اپنایا گیا (کیپٹل ازم)۔

گویا مغربی فکر و تہذیب کا خلاصہ یہ ہے:

انسان کو خدا اور مختار مطلق بنا دیا (یعنی اصل خدا کی چھٹی)

دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنا (گویا آخرت کی نفی)

تجربے اور مشاہدے کو معیار حق سمجھنا (یعنی وحی اور رسالت کا خاتمہ)

<u>اسلامی حوالے سے اس کا کیا مطلب ہے؟ توحید، رسالت اور آخرت کی نفی۔</u>

ان ہی فکری اساسات کی بنیاد پر مغربی علوم پروان چڑھے ہیں، سائنس اور ٹیکنالوجی کو ترقی ہوئی ہے، اجتماعی اور انفرادی رویوں کی تشکیل ہوئی ہے اور وہاں ایک مخصوص تہذیب و ثقافت نے جنم لیا ہے۔

(بحوالہ: اسلام اور اکیسویں صدی کا چیلنج، اسرار عالم) آج کے مغربی جاہلی نظام کی بنیاد ہے انکارِ اللہ، ذاتِ الٰہ اور صفاتِ الٰہ۔ یعنی کہ انکارِ توحید۔ اب لازماً اس کے دو نتیجے نکلتے ہیں: دو باتیں لازم ہوتی ہے۔ اور دو باتوں کا انکار ہوتا ہے۔ اول یہ کہ انسانی عقل، عقلِ کُل ہے اور دوم یہ کہ عقل کے استعمال کے لئے انسانی خواہش، حاکم اور فیصلہ کنندہ کا درجہ رکھتی ہے۔ ان دو باتوں کے اقرار سے دو باتوں کا انکار ہو جاتا ہے۔ اس بات کا انکار کہ اس زمین پر کوئی اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور یہ کہ انسان کی کاوشوں کی کوئی انتہا ہے۔ یعنی انکارِ رسالت اور انکارِ آخرت۔ ذاتِ صفات الٰہ کا انکار اور انسانی عقل کو عقلِ کُل ہونے اور خواہش کے حاکم اور فیصلہ کنندہ کا نتیجہ، توحید، رسالت اور آخرت سے انکار کے بعد، انسان مجبور ہے کہ وہ زندہ رہنے اور زندگی کے لئے جو طریقہ کار اختیار کرے وہ توحید، رسالت اور آخرت کے بندش سے آزاد ہوگا۔ اور یہی مغربی نظام ہے۔

اور یہی آج کا نظام ہے۔ کیا مغرب کیا مشرق، سب اس کے زلف کے اسیر ہیں۔
چناچہ اس نظام کے تحت وجود میں آنے والے ادارے اور اس کی علیت کے تحت انفرادی اور اجتماعی انسانی رویے بھی اس بے خدا اقدار کو ظاہر کرتے ہیں۔ مسلمانوں کا اس کو value neutral بے قدر سمجھنا اور یہ سمجھنا کہ اگر ان سب کے ساتھ توحید، رسالت اور آخرت کا جوڑ لگا دیا جائے تو یہ نظام اور ادارے اسلامی ہو جائیں گیں۔ اس بات کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت نے دجل کے اس نظام کو نہیں سمجھا ہے اور اسلام کے نظام کے روح تک شاید اس کی گہرائی کے ساتھ
رسائی نہیں ہوسکی، الا ما شاءاللہ۔
یہ نظام جن قدروں پر کھڑا ہے، وہ کسی صورت توحید، رسالت اور آخرت کو قبول کرنے اور ساتھ لے کر چلنے کو تیار نہ ہوگا۔ اس کا اپنا مخصوص طریقہ کار ہے یعنی

مفروضہ ---۔ مشاہدہ ---۔ تجربہ ---۔ استقراء یا استخراج Hypothesis Observation Experimentation Inference

انکارتوحید، رسالت اور آخرت کے نتیجے میں برپا ہونے والا منہاج ہی دراصل وہ طریقہ فکر ونظر اور طریقہ کار ہے جسے عصر جدیدہ میں سائنسی نقطہ نظر یا سائنسی طریقہ کار Scientific view or Scientific approach کہا جاتا ہے۔ اور یہی نقطہ نظر یعنی سائنسی طریقہ کار اس پورے نظام کی روح ہے۔
طبعیات، حیاتیات، عمرانیات، فنون لطیفہ، سیاسیات، غرض انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر جملہ شعبات اور پہلوؤں پر اپنی ہمہ گیر اور مضبوط بالا دستی قائم کررکھی ہے۔ یعنی عہد جدید کی جاہلیت خالصہ کی ہمہ گیری نہایت ہے اور اس نظام کی بنیاد میں توحید، رسالت اور آخرت کا انکار ہے۔ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انسان کا کیا انجام ہوگا۔ یا ہورہا ہے۔ کیونکہ تاریخ، اس بات پر شاہد ہے کہ انکارتوحید، رسالت اور آخرت، انسان کو کس قدر جری بنا سکتا ہے۔ اور دنیا کس قدر پر فساد ہوسکتی ہے۔ اللہ کا کلام، قرآن مجید میں پچھلی اقوام کے قصائص سے بھی ہمیں یہی معلوم چلتا ہے۔
غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ ہر انسان کا کوئی نہ کوئی نصب العین ہوتا ہے۔ یہ بلند بھی ہوسکتا ہے یا ذلیل بھی۔ مگر آج کے جاہلی نظام نے کیا نصب العین دیا ہے۔ اس نصب العین کی کیا حقیقت ہے۔
آج کا انسان کی چار حیثیت ہیں۔ ترقی یافتہ ملک کا فرد، ترقی پذیر ملک کا فرد، ترقی یافتہ ملکوں کی اجتماعیت اور ترقی پذیر ملکوں کی اجتماعیت۔ انفرادی رائے کا اظہار انسانوں کی انفرادی حیثیت سے ہوتا ہے۔ جب کہ حکومتی

سطح کے رویئے سے اجتماعی حیثیت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس جاہلی نظام نے دونوں حیثیت کو نصب العین دیا ہے۔ اور یہ نصب العین نہایت پرکشش اور دل فریب ہے۔ اور ہر خاص و عام، فرد، اجتماعیت، اسی نصب العین کے حصول میں سرگرداں ہے۔

انفرادی سطح پر اس نظام نے ''معیار رہائش میں بلندی High Standard of Living'' کا نصب العین دیا ہے۔ یہ ایک غیر معمولی اصطلاح ہے، جو بجائے خود نصب العین کی غیر معمولی حیثیت اور اس کی گہرائی اور ہمہ جہتی کا پتہ دیتی ہے۔ دراصل اس اصطلاح اور اس نصب العین کا مفہوم یہ ہے کہ ''(ترجمہ) فرد، خاندان یا لوگوں کے ایک گروہ کے حوالے سے اس کا مفہوم وہ حد ہے جہاں تک وہ اپنی ضرورتوں کی تکمیل کرسکیں۔ گویا اگر وہ صرف اپنی غذا، لباس، رہائش کی کم سے کم ضرورت پوری کر پاتے ہیں تو ان کا معیار رہائش نہایت گھٹیا ہے۔ اگر دوسری طرف کوئی اس لائق ہے کہ وہ غذا کی ڈھیر کی ساری قسموں سے لطف اندوز ہو پاتا ہے، جیسے لباس کے تعلق سے اچھے کپڑے کی فراہمی ہے، ایک آراستہ گھر میں رہتا ہے اور اس کے علاوہ اپنی ضرورتوں کی مختلف صورتوں کی تکمیل کے قابل ہے تو یقیناً ایسے لوگ اعلیٰ معیارِ رہائش والے ہیں۔ (A Dictionary of Economics and Commerce: MacDonald & Evans Ltd., London)

لہٰذا اس نظام نے انفرادی سطح پر ہر فرد کو یہ نصب العین دیا ہے کہ اس کا معیار رہائش بلند ہو جائے اور یہ بلندی مطلق نہیں بلکہ مبہم (نامعلوم)، تسابقی (آپس میں مسابقت کرتے ہوئے) اور اضافی (کوئی حد نہیں) ہے۔

اب جہاں تک 'معیار رہائش میں بلندی' کے نصب العین کا تعلق ہے تو ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ممالک کے افراد اپنی اپنی سطحوں سے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک کے افراد اس نصب العین کے حصول کی جدوجہد کرتے ہوئے اپنے معیار رہائش کو اس سطح تک بلند کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کا تذکرہ یوں ہے کہ ''(ترجمہ: آبادی کے بہت بڑے حصے کی حقیقی آمدنی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اور افلاس کے واقعی خاتمے کے بعد ایک گھڑی ایسی آجائے کہ لوگوں کی کثیر تعداد اپنی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کر لینے کے بعد بھی اس حالت میں رہے کہ اُن کے پاس پیسا بچ رہے کہ وہ دوسری اشیاء خرید سکیں۔ A Dictionary of Economics and Commerce: MacDonald & Evans Ltd., London)

یعنی ہر فرد، چاہے اس کا تعلق کسی ترقی یافتہ یا ترقہ پذیر ملک سے ہو وہ ایسی حالت میں رہنا چاہتا ہے جو کہ ہر وقت وافر مقدار میں دولت والی ہو۔ فرق صرف اس قدر رہے کہ ترقی یافتہ ممالک، جہاں مادی، مالی اور فنی وسائل نسبتاً زیادہ ہیں وہاں کے افراد اپنی موجودہ سطح سے اوپر کی طرف رخ کرتے ہیں اور ترقی پذیر ممالک، جہاں

مذکورہ وسائل نسبتاً کم ہیں یا ان پر ان کا اختیار اس درجے کا نہیں ہے جس درجے کا اختیار ترقی یافتہ ملکوں کے اندر پائے جانے والے وسائل پر متعلقہ ملکوں کا ہے۔ لہٰذا وہ اپنی سطح سے، ترقی یافتہ ملکوں کی سطح سے نیچی ہوتی ہے، وہاں کے افراد اُوپر کی طرف رخ کرتے ہیں۔

اجتماعیت کی سطح سے مراد ملکوں کی سطح یا حکومتی سطح ہے۔ اس جاہلی نظام نے انفرادی سطح کے نصب العین، معیار رہائش میں بلندی کو ہی نئے حدود اربعہ کے ساتھ اور مختلف شکل میں اجتماعیت کی سطح کا نصب العین قرار دیا ہے۔ اس کے تحت دنیا کے تمام ملکوں اور حکومتوں کا نصب العین یہ قرار دیا گیا کہ ایسی صورتحال برپا کی جائے اور قائم رکھی جائے جس میں '' پورے ملک کے اند بحیثیت مجموعی ایک جانب سرمایہ اور کارکن قوت میں اضافہ کی شرحوں کے مابین اور دوسری جانب آبادی میں اضافہ میں ایسا تعلق ہو کہ فی کس پیداوار بڑھ رہی ہو۔(ترجمہ: (Process of Economic Growth : W.W.Rostow, p. 84

ظاہر ہے اس نصب العین کے حصول کی کوشش ترقی یافتہ مما لک، جہان مادی، مالی اور فنی وسائل کی فراہمی اور ان پر اختیار زیادہ اور وسیع تر ہیں۔ اپنی سطح سے کریں گیں اور ترقی پذیر مما لک اپنی سطح سے۔

اس کے ساتھ ساتھ اس نظام نے اس نصب العین کے حصول اور اس کی برقراری کے لئے بعض چیزوں کو ضروری قرار دیا ہے اور ان کے حصول کے لئے اور حاصل ہو جانے کی صورت میں برتری اور فوقیت برقرار رکھنے کے لئے انتھک جدو جہد اور نہ ختم ہونے والی دوڑ لازمی قرار دی گئی ہے۔ ان میں شامل ہیں

Acculmation of Capital یعنی اجماع سرمایہ، جس کے تحت ملک کے حقیقی سرمایہ کے ذخیرہ میں اضافہ مقصود ہے یعنی stock of real capital

اور Technology کا ملک میں حصول، ارتقاء اور توافق قائم رکھنا

اور Entrepreneurial ability کا ملک میں حصول، ارتقاء اور توافق قائم رکھنا اور

طلب میں توسیع یعنی Expansion of Demand کا جاری رہونا اور رہنا

اور Social and Institutional Factors معاشرتی اور ادارہ جاتی عوامل کا حصول، قیام، ارتقا اور توافق۔

یوں ساری دنیا ان مندرجہ بالا امور کے لئے تکاثر اور تسابق کی ہلاکت خیز دوڑ میں بھاگ رہی ہے۔

غرض ترقی یافتہ اور ترقی پذیر، ہر دو قسم کے ملکوں میں انسان، انفرادی اور اجتماعی سطحوں پر اس نصب العین کے اختیار کر لینے کے بعد، ایک ایسا میکانیکی ذی روح ہو گیا ہے جو surivival of the fittest کی قیامت خیز اور تیز سے تیز تر ہوتی ہوئی جنگ لڑ رہا ہے۔ اور جنگ اسی زمین پر لڑی جاتی ہے نہ کہ خلا میں اور نہ تنہا۔ لہٰذا اس

نظام کے تحت لڑی جانے والی جنگ ہر معاشرے میں اور ہر سطح پر، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہر ایک سے لڑی جا رہی ہے۔ اور ہر قوی اپنے سے کمتر کی قیمت (cost) پر جنگ لڑ رہا ہے۔ ہر فرد دوسرے فرد کی قیمت اور ہر گروہ دوسرے گروہ کی قیمت پر اور ہر ملک دوسرے ملک کی قیمت پر ایک مجنونانہ جنگ میں مشغول ہے۔ یہ جنگ چار پانچ سو سالوں کے بعد اس قدر ہیبت ناک ہو چکی ہے کہ روئے ارض پر ہر ذی روح اور غیر ذی روح بری طرح متاثر ہو چکی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ قرآن نے ابتدائے آفرینش سے اب تک فی زمانہ انسانی معاشرہ میں پیدا ہونے والی ایسی صورتحال کا، جس کا آج کا انسان مشاہدہ کر رہا ہے اور جس کی ہیبتناکی کی پوری زد میں آ چکا ہے، یوں اظہار کیا ہے: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ ظاہر ہو گیا ہے/ پھیل گیا ہے فساد بحر و بر میں لوگوں کی ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے (الروم ۴۱)

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِط / قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا / (۸۳)

اور اے نبیؐ وہ آپ سے سوال کرتے ہیں ذوالقرنین کے بارے میں ...... اے نبی ﷺ ان کے کہئے کہ میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں ان کا کچھ ذکر

جناب ذوالقرنین کے بارے مختلف آراء ہیں۔ ان کو دو سینگوں والا کہا گیا کہ وہ دو سینگوں والا تاج پہنتے تھے، انہیں جناب ادریسؑ کی دوبارہ آمد کہا گیا، انھیں ایرانی سائرس کہا گیا، وغیرہ۔

ایک رائے یہ ہے کہ قرآن مجید میں قرن، زمانہ کے لئے آتا ہے، یعنی ذوالقرنین، دو زمانوں والا۔ سورہ کہف کے تناظر میں دو زمانے سامنے ہیں، ماضی اور مستقبل، مستقبل، آخری زمانہ، دجال اور یاجوج اور ماجوج کا زمانہ، جو بظاہر آج کا زمانہ نظر آتا ہے (واللہ اعلم)، اسی لئے سورہ کہف کی اس طرح کی تشریح اور بہت سی ایسی باتیں جو پچھلے بزرگوں کی تفاسیر اور کتب میں نہیں ہیں، آج ممکن ہے۔

اس واقعہ کا قرآن مجید میں تذکرہ کا موجب یہود ہیں۔ انھوں نے سوال کیا یا کروایا تھا اللہ کے رسول، حضرت محمد ﷺ سے کہ اس سفر کرنے والے کے متعلق بتایا جائے جنھوں نے زمین کے دونوں کونوں میں سفر کیا۔ یوں جناب ذوالقرنین کا تعلق یہود سے بنا اور آج بھی یہی معاملہ ہے۔

اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الۡاَرۡضِ / وَاٰتَیۡنٰهُ مِنۡ كُلِّ شَیۡءٍ سَبَبًا (۸۴)
ہم نے انہیں زمین میں بسایا تھا......اور ہم نے ان کو ہر طرح کا ساز و سامان دیا تھا

جناب ذوالقرنین صاحبِ ایمان تھے۔ ان کے پس سیسی اور عسکری طاقت تھی جس کے تحت انھوں نے زمین میں RIGHT WORLD ORDER کا قیام کیا تھا، دنیا کا ایسا نظام، جو کہ عدل پر مبنی تھا۔ آج کے عیسائی یہود یورپ ورلڈ آرڈر کے پہچاننے کے لئے ان آیات کا بغور مطالعہ ضروری ہے۔ کیا چیز سیاست اور اخلاقایت کو جوڑے رکھتی ہے، ایمان، اور کیا واقعی کوئی ایسا ورلڈ آرڈر ہوسکتا ہے، پنپ سکتا ہے اور دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک قائم رہ سکتا ہے، جس کی بنیاد ایمان باللہ پر ہو، اور اس نظام کے بنیادی خصوصیات کیا ہوتی ہیں، اور اس کے مخالف نظام (جو کہ آج پوری دنیا پر غالب ہے) کی کیا خصوصیات ہوتی ہیں۔
فَاَتۡبَعَ سَبَبًا (۸۵)
توانہوں نے پیروی کی کچھ اور ساز وسامان کے لئے / پس انہوں نے ارادہ کیا ایک اور مہم کا

مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت ذوالقرنین مغرب کی طرف چلے۔

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَغۡرِبَ الشَّمۡسِ / وَجَدَهَا تَغۡرُبُ فِیۡ عَیۡنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنۡدَهَا قَوۡمًا ؕ ط / قُلۡنَا یٰذَاالۡقَرۡنَیۡنِ / اِمَّاۤ اَنۡ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنۡ تَتَّخِذَ فِیۡهِمۡ حُسۡنًا / (۸٦)
یہاں تک کہ جب وہ پہنچے سورج کے غروب ہونے کی جگہ پر......انہوں نے اس سورج کو پایا کہ وہ غروب ہوتا ہے ایک دلدلی چشمے میں/ ایک دلدلی ندی میں ......اور وہاں انہوں نے پایا ایک قوم کو......تو ہم نے کہا اے ذوالقرنین ...... چاہو تو تم ان کو سزا دو......اور چاہو تو تم ان سے سلوک کرو اچھا

یہاں تک کہ جب وہ پہنچے سورج کے غروب ہونے کی (زمین کے خطے پر) جگہ پر......(اور چونکہ اس کے پار کوئی اور زمین نظر نہیں آ رہی تھی یوں لگا کہ یہ زمین کے آخری کونا ہے) انہوں نے اس سورج کو پایا کہ وہ غروب ہوتا ہے ایک دلدلی چشمے میں/ ایک دلدلی ندی میں ......اور وہاں انہوں نے پایا ایک قوم کو......تو ہم نے

کہا اے ذوالقرنین (تمھارے پاس اختیار ہے) ...... چاہو تو تم ان کو سزا دو ...... اور چاہو تو تم ان سے سلوک کرو اچھا

سیاست اور اخلاقیات کے درمیان ربط کا تعین، طاقت کے استعمال سے ہوتا ہے۔ جس کے پاس طاقت نہ ہو وہ باتیں اور دروس تو بڑے اچھے دے سکتا ہے کتابیں تو بڑی اچھی لک سکتا ہے مگر اس کی باتوں کا امتحان اسی وقت ہوتا ہے جب اس کے طاقت ہو۔ طاقت ہی استعمال ہوتی ہے سزا دینے میں اور انعامات دینے میں۔ اور یہیں عدل یا ظلم کا تعین ہوتا ہے۔ ایمان باللہ ہر قائم نظام عدل، the Right world order کے خدو خال اور خصوصیات سامنے آرہی ہیں۔

قَالَ اَمَّا مَنۡ ظَلَمَ / فَسَوۡفَ نُعَذِّبُهٗ / ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ / فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكۡرًا / (۸۷)
تو ذوالقرنین نے کہا کہ جو کوئی بھی ظلم / نافرمانی کرے گا اللہ کی ...... پس عنقریب ہم اس کو سزا دیں گے ...... اور پھر وہ لوٹے گا اپنے رب کی طرف ...... تو وہ اسے عذاب دے گا برا عذاب

جب طاقت کی بنیاد، ایمان باللہ پر ہو، تو اس طاقت کا اسی وقت استعمال ہوتا ہے جب واقعی سزا پانے والا مجرم ہو اور غیر معروف کے کرنے کا موجب ہو۔ ایک غیر عادل دنیا میں امن اور سلامتی ممکن نہیں ہے۔ عدل کے قیام کی وجہ سے، جناب ذوالقرنین نے دنیا میں امن اور سلامتی کا دور دورہ کیا تھا۔ اسی طرح یہ پوری دنیا کا معاملہ ہوگا اگر وہ نبی کریم ﷺ کے لائے تعلیمات کو مانے، اپنائے اور اس کے پیچھے پیچھے چلے۔ آج یہ قرآن کی تعلیمات کے تحت ہو سکتا ہے۔
جب آخری زمانہ آئے گا، دورِ فتنہ، دنیا نبی کریم ﷺ کو نہیں قبول کرے گی، اور اور حضرت ذوالقرنیں کے ورلڈ آرڈر کے مخالف ورلڈ آرڈر کو قبول کرلے گی۔ اس دور میں سیاست و طاقت کی بنیاد، لا خدائی ہوگی، جو کہ آج سیکولر نظام کہلاتا ہے، طاقت غیر عادلانہ استعمال ہوگی، نہ کہ مجرموں کے خلاف استعمال ہو۔ امن و سلامتی گئی گزری ہوئی بات ہوگی۔ کیا سورہ کہف آج کے زمانہ کی حقیقت تو نہیں بتا رہا؟

وَاَمَّا مَنۡ اٰمَنَ / وَعَمِلَ صَالِحًا / فَلَهٗ جَزَآءَ نِالۡحُسۡنٰیج /وَسَنَقُوۡلُ لَهٗ مِنۡ اَمۡرِنَا یُسۡرًا/ (۸۸)
اور جو کوئی بھی ایمان لائے گا......اور عمل کرے گا اچھا......تو اس کے لئے ہو گا بدلہ اچھا......اور ہم عنقریب اس کو حکم دیں گے آسان (۸۸)

ایمان پر استوار اقتدار ایمان والوں کے لئے انعام ہوتا ہے اور ایمان والوں کو ایسے قوت سے تقویت حاصل ہوتی ہے۔ایسا اقتدار پوری انسانیت کے لئے رحمت ہوتی ہے، انسانی استطاعت کے مطابق جتنا امن حاصل ہوسکتا ہے اور جتنا انصاف مل سکتا ہے ان سب کا دور دورہ ہوتا ہے۔
ایسا اتدار جب مجرموں کو سزا دیتا ہے اور ظالموں کے خلاف جہاد کرتا ہے تاکہ ایمان والے اپنے ایمان کی سلامتی کے ساتھ اس دنیا میں رہ سکیں، جناب ذوالقرنین نے اس بات کی طرف زور دیا ہے کہ زمین کے ورلڈ آرڈر اور آسمانی ورلڈ آرڈر کے درمیان ہم آہنگی ہو جاتی ہے ورنہ ظَهَرَ الۡفَسَادُ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ بِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِى النَّاسِ ظاہر ہو گیا ہے/ پھیل گیا ہے فساد بحر و بر میں لوگوں کی ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے (الروم ۴۱)۔آخری دور کے دجالی نظام، Dajjalic World Order، کی طرف سورہ کہف خبردار کرہی ہے۔جس کی بنیاد لادینیت پر استوار ہے۔اور ان تمام خصوصیات سے عاری ہوگی جو کہ Allahs World Order کی ہوتی ہیں۔اور اسی لاخدائی نظام کے اپنے اساسات، نظام حکومت، مابعد الطبعیات، تعلیم، سیاست، ایمانیات وغیرہ ہوتی ہیں جس کا لازمی نتیجہ ہے زمین و آسمان کے نظاموں کے درمیان لاہم آہنگی۔اس وقت، موجودہ نظام، یہی نظام ہے۔

ثُمَّ اَتۡبَعَ سَبَبًا (۸۹)
پھر انہوں نے پیروی کی کچھ اور ساز و سامان کی

(حضرت ذوالقرنین کے اختیارات کس طرح استعمال ہوتے تھے اور ان کے قوت کے ثمرات کیا تھے، وہ مشرق کی طرف چلے) پھر انہوں نے پیروی کی کچھ اور ساز و سامان کی

حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغَ مَطۡلِعَ الشَّمۡسِ / وَجَدَهَا تَطۡلُعُ عَلٰى قَوۡمٍ / لَّمۡ نَجۡعَلۡ لَّهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهَا سِتۡرًا / (۹۰)

اور یہاں تک کہ وہ پہنچے سورج کے طلوع ہونے کی جگہ ...... اورانہوں نے سورج کو پایا کہ وہ طلوع ہوتا ہے ایک ایسی قوم پر...... کہ ہم نے نہیں بنائی ان کے لئے اس سورج سے کوئی اوٹ

اور یہاں تک کہ وہ پہنچے سورج کے طلوع ہونے کی جگہ (مشرق کے انتہائی کونے پر، کہ اس کے بعد کوئی زمین نہیں تھی، اور یوں زمین کے مشرقی اختتام نظر آ رہی تھی) ...... اورانہوں نے سورج کو پایا کہ وہ طلوع ہوتا ہے ایک ایسی قوم پر...... کہ ہم نے نہیں بنائی ان کے لئے اس سورج سے کوئی اوٹ

كَذٰلِكَ ط وَقَدۡ اَحَطۡنَا بِمَا لَدَيۡهِ خُبۡرًا (۹۱)

اسی طرح سے ہوا...... اورہم نے احاطہ کر رکھا تھا جو کچھ بھی ان کے پاس تھا خبر کے اعتبار سے

اسی طرح سے ہوا (ہم نے اس قوم کو ایسے ہی بنیا تھا، اور حضرت ذوالقرنین نے ان کو ان کے قدرتی حالت میں ہی رہنے دیا اور مداخلت نہیں کی) ...... اورہم نے احاطہ کر رکھا تھا جو کچھ بھی ان کے پاس تھا خبر کے اعتبار سے

ایمان باللہ پر استوار اقتدار کا صلاح شعور ہوتا ہے، حکمت والے اقدامات ہوتے ہیں اور آخرت میں جوابدہی ہر اقدام میں جھلکتی ہے۔ اور اللہ کے بنائے گئے نظام میں مداخلت نہیں کرتے اور قدرت، جوالہ کے ماتحت وتی ہے، اس کے نہ تو اعراض کرتے ہیں نہ بگاڑتے ہیں۔ نہ یہ اقتدار کسی قوم کی آزادی کو غصب کرتے ہیں۔
لاخدا نظام اس کے بالکل الٹ ہوتی ہے۔ ترقی، جدیدیت، گلوبلائزیشن، خوشحالی اور آزادی کے نام پر ہر قوم کے معاملاتمیں مداخلت کرتی ہے۔ ''اگر تم ہمارے ساتھ نہ ہو تو تم ہمارے دشمن ہو'' یہ امریکہ کے صدر کا قول ہے۔ آج پورا افریقہ، استعماریوں کے ہاتھوں یرغمال ہے۔

ثُمَّ اَتۡبَعَ سَبَبًا / (۹۲)

پھرانہوں نے پیروی کی کچھ اور ساز و سامان کی

ؔ ایمان باا للہ پر استوار اقتدار کے طاقت کے استعمال کا ایک اور مظاہرہ آ رہا ہے۔

حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ / وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا لا / لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا / (۹۳)
اور یہاں تک کہ وہ پہنچے دو دیواروں کے درمیان / دو پہاڑی سلسلوں کے درمیان ...... اور وہاں ان نے ان دونوں کے علاوہ ایک اور قوم کو پایا ...... جو کہ بات کو سمجھتے ہوئے لگتے نہیں تھے (حضرت ذوالقرنین کے زبان کو نہیں سمجھتے تھے)

ایسے لوگ جو کہ اپنے وقت کے غالب اقتدار کی زبان نہیں سمجھتے وہ یقیناً سب سے الگ تھلگ رہتے ہوں گیں۔ نہ کسی کے ساتھ ان کے کاروباری تعلقات ہوں گیں نہ وہ کہیں سفر کرتے ہوں گیں۔ یوں اپنے زمانہ کے غالب تہذیب اور چمک دمک سے ان کی آشنائی نہ ہوگی۔

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ / اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ / فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا / (۹٤)
پھر انہوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین ...... بے شک یاجوج اور ماجوج فساد مچانے والے ہیں زمین میں ...... اگر ہم مقرر کردیں آپ کے لئے کوئی خیرات ...... اس بات پر کہ آپ بنا دیں ہمارے درمیان اور ان کے درمیان کوئی دیوار

(جب وہ قوم اور حضرت ذوالقرنین کے درمیان بات چیت ممکن ہوسکی تو) پھر انہوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین ...... بے شک یاجوج اور ماجوج فساد مچانے والے ہیں زمین میں ...... اگر ہم مقرر کردیں آپ کے لئے کوئی خیرات (کوئی معاوضہ) ...... اس بات پر کہ آپ بنا دیں ہمارے درمیان اور ان کے درمیان کوئی دیوار (تاکہ ہماری حفاظت ہوسکے)

نبی آخرالزماں ﷺ، کی آمد کے بعد، لازماً آخری دور آئے گا۔ اور اس کی بڑی نشانیوں میں ایک بڑی نشانی یاجوج اور ماجوج کا ظہور ہے۔ یہ کون ہیں۔ اس معاملے میں بہت سی مفسرین نے رائے زنی کی ہے۔ وہ اس وقت کہاں ہیں اور کون سے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ مسلم کی حدیث سے معلوم چلتا ہے کہ اللہ کی مخلوقات میں یاجوج ماجوج اس حد تک طاقتور ہیں کہ کوئی ان کو تباہ نہ کرسکے گا۔ تو یقیناً ان کے پاس بے حد طاقت ہوگی۔ یاجوج ماجوج اپنے طاقت کا استعمال، جناب ذوالقرنین کے طاقت کے استعمال کرنے کے برخلاف استعمال

کریں گیں ۔ انسان جس حد تک گر سکتا ہے وہ یاجوج ماجوج کے نظام کی خصوصیات ہوگی ۔ وہ پوری دنیا میں فساد برپا کریں گیں ۔ وہ اپنے تمام مخالفوں کے خلاف انتہائی حد تک ظلم کا راستہ اختیا کریں گیں ۔

قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ / فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ / اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا (۹۵)

تو حضرت ذوالقرنین نے کہا کہ جو کچھ مجھے دیا ہے میرے رب نے وہ بہتر ہے ...... پس تم میری مدد کرو افرادی قوت کے ذریعے سے ...... تاکہ میں بنادوں تمہارے درمیان اور ان کے درمیان ایک موٹی سے دیوار

حضرت ذوالقرنین نے دیوار قائم کر دی، خاتمہ نہیں کیا، یا تو ان کے پاس اتنی طاقت نہیں تھی یا اللہ رب العزت، یاجوج اور ماجوج اور ان کے قوم کو آخری دور کے لئے رکھنا چاہتے تھے ۔

اٰتُوْنِىْ زُبَرَالْحَدِيْدِط / حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ / قَالَ انْفُخُوْاط / حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًالا / قَالَ اٰتُوْنِىْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا (۹۶)

میرے پاس لاؤ لوہے کی چادریں ...... یہاں تک کہ جب انہوں نے برابر کر دیا پہاڑ کی دونوں پھانکوں کو ......تو انہوں نے کہا کہ اب اس کو آگ لگاؤ ...... یہاں تک جب انہوں نے اس کو کر دیا بالکل آگ ......تو انہوں نے کہا کہ اب لاؤ تاکہ میں اس پر ڈالوں پگھلا ہوا تانبا ......

میرے پاس لاؤ لوہے کی چادریں ...... یہاں تک کہ جب انہوں نے برابر کر دیا پہاڑ کی دونوں پھانکوں کو ......تو انہوں نے کہا کہ اب اس کو آگ لگاؤ ...... یہاں تک جب انہوں نے اس کو کر دیا بالکل آگ ......تو انہوں نے کہا کہ اب لاؤ تاکہ میں اس پر ڈالوں پگھلا ہوا تانبا ......

ہم یہاں یہ بحث نہیں کر رہے کہ لوہے کے ساتھ کیا گیا تھا وغیرہ وغیرہ ۔ مگر یہ بات تو سامنے کی ہے اس دور میں، جب کہ یاجوجیت ماجوجیت کا دور دورہ ہوگا (اور آج ہے) ایمان والوں کو انتہائی سخت اور مضبوط رکاوٹ کھڑی کرنی ہوگی اپنے ایمان کو ان کے شر سے بچانے کے لئے ۔

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ / وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا / (۹۷)

تاکہ وہ نہ اس دیوار کے اوپر چڑھ سکیں ...... اور نہ ہی اس میں وہ کوئی سوراخ کر سکیں

(وہ رکاوٹ تیار ہوگئی اور ایستادہ ہوگئی) تاکہ وہ (یاجوج اور ماجوج) نہ اس دیوار کے اوپر چڑھ سکیں ...... اور نہ ہی اس میں وہ کوئی سوراخ کرسکیں (اور یوں انسانیت، یاجوج اور ماجوج سے بچ سکیں)

جب تک کہ حضرت ذوالقرنین کی بنائی ہوئی رکاوٹ قائم رہی، انسانیت ان سے بچی رہی۔

قَالَ هٰذَا رَحۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّیۡج/ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ رَبِّیۡ جَعَلَهٗ دَكَّآءَج/ وَكَانَ وَعۡدُ رَبِّیۡ حَقًّا/ (۹۸)
ذوالقرنین نے کہا کہ یہ میرے رب کی طرف سے رحمت ہے ......تو جب میرے رب کے وعدے کا وقت آئے گا ...... وہ گرادے گا اس دیوار کو ...... اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے
ذوالقرنین نے کہا کہ یہ (ہمارے دیوار کی تعمیر کی کامیابی) میرے رب کی طرف سے رحمت ہے ......تو جب میرے رب کے وعدے کا وقت آئے گا (یعنی یوم قیامت یا آخری دور، واللہ اعلم، تو) ...... وہ گرادے گا اس دیوار کو ...... اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے

اللہ رب العزت بذات خود یاجوج اور ماجوج کی رکاوٹ کو ختم کریں گیں۔ اور دنیا میں یاجوج اور ماجوج آجائیں گیں۔ یوں یاجوج اور ماجوج ورلڈ آرڈر کا ظہور ہوگا، اس کی اساس لادینیت بلکہ لاخدا ہوگی۔ حضرت ذوالقرنین کے نظاک کے برخلاف ہوگی۔ظلم، زیادتی، ناانصافی، اور یوں اسلام کے خلاف ہر محاذ پر جنگ۔

وَتَرَكۡنَا بَعۡضَهُمۡ یَوۡمَئِذٍ یَّمُوۡجُ فِیۡ بَعۡضٍ/ وَّنُفِخَ فِی الصُّوۡرِ/ فَجَمَعۡنٰهُمۡ جَمۡعًا (۹۹)
اور ہم چھوڑ دیں گے کہ اس دن ان میں سے بعض بعض میں گھس جائیں گے ...... اور پھر پھونک ماری جائے گی صور میں ...... اور ہم سب کے سب کو جمع کریں گے

اور ہم چھوڑ دیں گے کہ اس دن ان میں سے بعض بعض میں گھس جائیں گے (ایک ایسا نظام قائم ہوگا جس میں پوری دنیا میں ایک ہی نظام ہوگا، دنیا سکڑ کر مختصر ہو جائی گی اور globolisation کا دور دورہ ہوگا۔ ایک عالمی سوسائٹی کے باوجود جنگ، قتل، فساد، ظلم، لسانیت، اسلام کے خلاف جنگ، انسانی تاریخ کی سب سے بدترین ہوگی) ...... اور پھر پھونک ماری جائے گی صور میں ...... اور ہم سب کے سب کو جمع کریں گے

وَّعَرَضۡنَا جَہَنَّمَ یَوۡمَئِذٍ لِّلۡکٰفِرِیۡنَ عَرۡضًا/ (۱۰۰)
اور ہم پیش کریں جہنم کو اس دن کافروں کے لئے بالکل سامنے/ ہم لے آئیں اس دن جہنم کو کافروں کے بالکل سامنے

یہ وہ وقت بھی ہوسکتا ہے) یعنی اس طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے کہ) ایک قت آئے گا جب یک عالمی معاشرہ one global society کا قیام عمل میں آجائے گا اور انسانیت پہلے سے زیادہ جنگ وجدل، قتل وغارت وفسادات و بدامنی کا مشاہدہ کرہی ہوگی، اور بھگت رہی ہوگی، اللہ رب العزت، کافروں کے لئے جہمن برپا کردیں گیں، تا کہ سب دیکھ لیں۔ یہ اشارہ بھی ہوسکتا ہے کہ آخری دور میں، یاجوج اور ماجوج اور دجال کے دور میں، لوگوں کے طرزِ زنگی، جھنمیوں کے باسیوں جیسی ہوجائے گی۔ ان کی life style اللہ رب العزت اوراس کے رسولﷺ کے تعلیمات کے برخلاف ہوں گیں۔
کیا وہ وقت آگیا ہے کہ یاجوج اور ماجوج کا ظہور ہوگیا ہے۔

بحوالہ: کتاب برائے ریفرنس: القدس اور اختتام وقت، قرآن کی روشنی میں، انگریزی: شیخ عمران نذر حسین، مترجم: محمد جاوید اقبال

یہ انتہائی حیرت ناک اور پراسرار امر ہے کہ ’یروشلم‘ کا نام قران کریم میں مذکور نہیں لیکن کئی پیش گوئیاں جو قرآن میں پائی جاتی ہیں ان کا تعلق یروشلم سے ہے۔ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے علاوہ جہاں اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبیﷺ کی قائم کردہ مسجدیں موجود ہیں‘ یروشلم واحد شہر ہے جہاں اللہ کے کسی نبی کی بنائی ہوئی عبادتگاہ پائی جاتی ہے۔ نہ صرف اس مسجد (مسجد اقصیٰ) کا ذکر قرآن میں ملتا ہے بلکہ وہاں سے نبی اکرمﷺ کا عالم بالا تک معجزاتی سفر بھی اس میں مذکور ہے۔ شاید اس پراسرار انداز کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی نکتہء نگاہ سے یروشلم کو تاریخ کے اختتام میں ایک اہم اور مرکزی کردار ادا کرنا ہے۔ اسی لئے ایک مقدس بادل سا اسے ڈھانپے رہا اور کسی کو اس کی موجودگی کا اندازہ نہ ہوسکا۔
حقیقت تو یہ ہے کہ اس موضوع پر کوئی قلم نہ اٹھا سکتا تھا جب تک اس کا وقت نہ آجاتا اور بادل نہ ہٹا لیا جاتا۔ (اور اب یہ) بادل ہٹا لیا گیا ہے۔

جب یہود نے حضرت عیسیٰؑ کو جھٹلایا اور انھیں مسیح تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور پھر یہ گھمنڈ کیا کہ انہوں نے انھیں قتل کر دیا (قرآن النساء: ۱۵۷) انہیں یہ یقین رہا کہ مسیحؑ موعود کی آمد اور ان کے سنہری دور کی واپسی ابھی باقی ہے۔ اس سنہری دور کی واپسی کے لئے:

ارض مقدس غیر یہودیوں سے چھڑا لی جائیگی۔ یہودی اپنی جلاوطنی سے ارض مقدس لوٹ آئینگے۔ اسرائیل کی ریاست بحال کر دی جائیگی۔

ہیکل کو ابراہیمؑ کے رب کی عبادت کے لئے تعمیر کر لیا جائیگا۔ اسرائیل دنیا کی حکمران ریاست بن جائیگا۔ اور یہ حکومت دائمی ہوگی۔

حضرت محمد ﷺ نے اعلان کیا تھا کہ قیامت کی بڑی نشانیوں میں ایک نشانی یہ ہوگی کہ اللہ سبحانہ وتعالی اخیر دور میں ایک جعلی مسیح (دجال) کو بھیجے گا تاکہ وہ یہودیوں کو یہ مغالطہ دے سکے کہ ان کا سنہرا دور آرہا ہے۔ لیکن درحقیقت دجال انہیں دھوکہ دے کر تاریخ کی بدترین سزا کا حقدار بنا دیگا' ایسی سزا جو ابتدائے آفرینش سے اب تک کسی مخلوق کو نہیں ملی ہوگی۔ اس دجال کو مسیحیت اینٹی کرائسٹ کے نام سے جانتی ہے۔ آیئے اب ان حقائق پر غور کریں۔

یہودیوں کے نکتۂ نگاہ سے ارض مقدس ترکی کی مسلمان حکومت سے برطانوی جنرل ایلن بی نے ۱۹۱۷ میں 'آزاد' کرایا تھا۔

اسرائیلی یہودی اب الوہی سزا کی دو ہزار سالہ مدت کاٹ کر ارض مقدس 'لوٹ' آئے ہیں۔ یہ بالکل قرآن مجید کے عین مطابق ہوا ہے۔

بقیہ کا سیکن یہودی بھی امریکہ وغیرہ سے جلد ہی وہاں پہنچ جائینگے۔

اسرائیل ۱۹۴۸ میں 'بحال' ہوا تھا اور اس کا دعویٰ ہے کہ وہ اسرائیل کی قدیم ریاست ہے۔

اسرائیل کیل کانٹے سے پوری طرح لیس ہے اور اس کے اسلحہ خانے میں نیوکلر اور تھرمو نیوکلر اسلحہ موجود ہے۔

معلوم ہوتا ہے اس جنگی برتری کا فائدہ اٹھا کر اور حماس کے کسی معمولی حملے کو بہانہ بنا کر اسرائیل نہایت تیزی کے ساتھ اپنی سرحدوں کو وسعت دیگا اور انھیں توریت میں بتائی گئی سرحدوں تک لے جائیگا۔ اس جنگی کامیابی کا سہارا لے کر اور ڈالر کی کمزور پوزیشن سے مدد لے کر اسرائیل دنیا کی حکمران ریاست کا مقام حاصل کر لیگا۔

تب (خاکم بدہن) مسجد اقصیٰ کی تباہی اور اس کی جگہ یہودی ھیکل سلیمانی کی تعمیر کا کام شروع ہوگا۔ نبی نتھان کی پیش گوئی (۱۵۔۱۱:۱۷) موجودہ مسجد کی تباہی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اسرائیل کی یہ کامیابیاں اسے یہ یقین

دلا رہی ہیں کہ ارض مقدس میں اس کی میراث یعنی ریاست اسرائیل بحال ہوگئی ہے اور اس کا سنہرا دور لوٹ آیا ہے جیسا سلیمانؑ کے دور میں تھا۔ لیکن ہم اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ یہ عارضی کامیابی صرف دجال کی مدد سے ممکن ہوگی۔ یہ تمام سلسلہ دجال کی دھوکے بازیوں پر مشتمل ہوگا۔ اسرائیل کی ریاست محض ایک جعلی دعویدار ہے اور اس ظلم پر مبنی ریاست کا انبیاءؑ کی قایم کردہ قدیم ریاست سے کوئی تعلق نہیں۔ لادینی ریاست میں مقصد کے حصول کے لئے ہر طریقہ جائز ہوتا ہے۔ چونکہ یاجوج ماجوج کی سیاست میں نتائج ذرائع کا جواز مہیا کرتے ہیں' ابراہیمی شریعت میں اعلیٰ مقاصد کے لئے ذرائع بھی اعلیٰ استعمال کرنے ہوتے ہیں۔ اس مصنف کو یقین ہوگیا ہے کہ وہ بادل جو خدائی راز کی حفاظت کر رہا تھا اب ہٹا لیا گیا ہے۔ آخری دور آ پہنچا ہے اور اب یہود کے لئے واپسی کا کوئی راستہ کھلا نہیں رہا۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کو لکھنا ممکن ہو سکا ہے۔

قرآن مجید میں یروشلم کا ذکر مخفی انداز میں کیا گیا ہے اور اس کا نام لئے بغیر اسے بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً یہود نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بتا دیا تھا کہ انہیں اس شرک کی نہایت سخت سزا ملے گی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ [۱۵۲] وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْم بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْم بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [۱۵۳]

——۔ 'جنہوں نے (سنہرے) بچھڑے کی پرستش کی اور شرک کا ارتکاب کیا (اور جو بھی شرک کرینگے) وہ اللہ کے غضب کا شکار رہوں گے۔ اور دنیا میں ان پر لعنت ہوگی اور ہم جھوٹ گھڑنے والوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جنھوں نے جرم کے ارتکاب کے بعد توبہ اور ایمان کی تجدید کر لی تو اس کے بعد ان کے رب نے ان کے گناہ معاف کر دیئے۔' (قرآن: الاعراف: ۳-۱۵۲)

قرآن اس واقعہ کا ذکر جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے۔

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ [۱۶۰]

'ہم نے ان میں بارہ قبیلے بنا دیئے۔ جب انھیں پیاس لگی تو ہم نے موسیٰؑ کو الہام کے ذریعے ہدایت کی کہ اپنا عصا چٹان پر مارو۔ تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے' پس ہر قبیلے نے اپنا مشرب جان لیا۔ ہم نے انہیں بادلوں کا

سایہ عطا کیا اور ان پر من وسلویٰ اتارا۔ کھاؤ ان پاک چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں۔ لیکن انھوں نے نافرمانی کی سوا اپنا ہی نقصان کر بیٹھے۔ اس کے بعد قرآن یروشلم کا ذکر محض 'بستی' کے نام سے کرتا ہے۔

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ [١٦١]

'اور یاد کرو جب ان سے کہا گیا کہ اس بستی میں رہو اور کھاؤ اور عاجزی کے ساتھ اس میں داخل ہو۔ ہم تمہارے گناہ معاف کر دینگے اور اچھا عمل کرنے والوں کو زیادہ اجر عطا کرینگے۔ (قرآن: الاعراف: ۱۶۱)

اس کے بعد قرآن میں یروشلم کا ذکر اس طرح ملتا ہے۔

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ [٩٥] حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ [٩٦]

'جس بستی کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کر دیا تھا ان پر ہم نے حرام کر دیا کہ وہ وہاں جاسکیں حتیٰ کہ یاجوج اور ماجوج کھل جائیں اور وہ تمام بلندیوں سے اترتے نظر آئینگے' (قرآن: الانبیاء: ۹۵)

ہم نے اس بستی کی شناخت معلوم کرنے کے لئے قرآن اور احادیث کا تمام لٹریچر کھنگال ڈالا اور دیکھا کہ جو واحد شہر یاجوج اور ماجوج کے ساتھ وابستہ ہے وہ یروشلم ہے۔ لہذا ہم نے نتیجہ اخذ کیا کہ وہ شہر یروشلم ہی ہے۔ یہودیوں کی یروشلم میں واپسی یہ ظاہر کرتی ہے کہ یاجوج اور ماجوج کھل چکے۔ آج دنیا میں ان کے دور کا آغاز ہو چکا ہے۔ یہ یاجوج اور ماجوج ہی تھے جنہوں نے اسرائیل کا وجود ممکن بنایا۔ اب ہمارے لئے یہ آسان ہو گیا ہے کہ اندازہ کرسکیں کہ دجال کی اسکیم کیا ہے جس کے ذریعے وہ یہودیوں کو یقین دلائیگا کہ وہ ان کا سنہرا دور واپس لا رہا ہے۔

انھوں نے یورپ کو ایک غیر مسیحی اور بے خدا معاشرے میں تبدیل کر دیا اور اپنے ناپاک عزائم کے حصول کے لئے اسباب و وسائل اکٹھے کر لئے۔ پھر اس نے صیہونی تحریک کا آغاز کیا۔ اس تحریک کے نتیجے میں اسرائیل قائم ہوا۔ اس پلان میں آخر کار مکمل ارض مقدس شامل ہو جائیگی۔ اسی طرح دجال کے لئے یہ ممکن ہوگا کہ یہودیوں کو یہ یقین دلا سکے کہ وہ ان کا سچا مسیحا ہے۔ اس ریاست کے اقتدار کا لازمی نتیجہ دولت اور پانی پر کنٹرول ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے دجال اور سود اور یاجوج اور ماجوج اور پانی کے درمیان تعلق کو واضح کیا ہے۔

اسرائیل میں یہودیوں کی واپسی ممکن نہ ہوسکتی اگر جدید مغربی تہذیب نے ان کی مدد نہ کی ہوتی۔

قرآن کریم میں یروشلم کے متعلق جو رازداری برتی گئی ہے وہ اس امر سے اور پیچیدہ ہو جاتی ہے کہ یروشلم کو کہیں کہیں ارض مقدس کے نام سے پکارا گیا ہے (مثلاً سورۃ انبیاء: ۶-۹۵) اور پھر اس کے متعلق ملفوف اطلاع دی گئی

ہے۔ مثال کے طور پر جب سورۃ بنی اسرائیل میں قرآن یہ اطلاع دیتا ہے بنی اسرائیل دو مرتبہ زمین میں فساد کرینگے تو اس نے ارض مقدس کے بجائے صرف 'ارض' کہنا کافی سمجھا ہے۔

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا [۴]

'اور ہم نے (صاف) بتا دیا تھا کہ تم زمین میں دو مرتبہ فساد کرو گے اور بڑے بننے کی کوشش کرو گے۔' (قرآن: سورۃ بنی اسرائیل: ۱۷:۴)

اور جب قرآن ارض مقدس کی وراثت کی نہایت اہم شرائط مقرر کرتا ہے تب بھی اسے صرف 'ارض' کہتا ہے اور یہاں بھی اسے ارض مقدس نہیں کہتا۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِى الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِىَ الصّٰلِحُوْنَ [۱۰۵]

'اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد (یہ قانون) لکھ دیا تھا کہ ارض (مقدس) کے وارث میرے نیک بندے ہونگے۔' (قرآن: الانبیاء: ۱۰۵)

آخر قرآن قرب قیامت کے اس وقت کا ذکر کرتا ہے جب دابۃ الارض پیدا ہوگا

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ [۸۲]

'اور جب ہونے والی بات ہوگی تو ہم ایک درندہ نکالینگے جو ان کے (بنی اسرائیل کے) سامنے ان سے ہمکلام ہوگا کیوں کہ وہ ہماری نشانیوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ (قرآن: النمل: ۸۲)

زمین کا یہ درندہ دجال اور یاجوج ماجوج کی طرح قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ زمین سے یہاں مراد ارض مقدس ہے کیونکہ پچھلی آیت (۲۷:۷۶) میں قرآن یہ بتا چکا ہے کہ موضوع گفتگو بنی اسرائیل ہیں۔

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝﴾

'یقیناً یہ قرآن بنی اسرائیل کو وہ واقعات بتاتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے تھے''

لٰہذا اللہ سبحانہ وتعالٰی یہودیوں کو سزا دینے کی تیاری کر چکے ہیں۔ حجت تمام ہو چکی۔ اسرائیل ایک درندے کی مانند جوع الارض میں مبتلا ہے اور تمام ضابطوں اور قوانین کی خلاف ورزی کر کے اپنی سرحدیں وسیع کرنے میں لگا ہوا ہے۔ بین الاقوامی برادری جو یاجوج ماجوج کے زیر اثر ہے اس کی وسعت پذیری کو ممکن بنا رہی ہے۔

حضرت حذیفہ ابن اسید غفاریؓ نے روایت کیا کہ: اللہ کے رسول ﷺ اچانک ہمارے پاس آئے جب ہم باتوں میں مصروف تھے اور پوچھا کہ ہم کیا باتیں کر رہے تھے۔ ہم نے بتایا کہ ہم قیامت کے متعلق بات کر رہے تھے۔ اس پر حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

'قیامت اس وقت تک نہیں آئیگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ دھواں' دجال' دابۃ الارض' سورج کا مغرب سے نکلنا' عیسیٰ بن مریمؑ کا نزول' یاجوج اور ماجوج' تین مقامات پر زمین کا دھنس جانا: ایک مشرق میں' ایک مغرب میں اور ایک جزیرۃ العرب میں جس کے بعد یمن سے آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر میدان حشر تک لے جائیگی۔' (صحیح مسلم)'

پس قیامت کی دس نشانیاں یہ ہیں: دجال یعنی جھوٹے مسیحا کا خروج۔ یاجوج اور ماجوج کا کھل جانا۔ حضرت عیسیٰؑ کی واپسی۔ دھویں کا ظہور۔ دابۃ الارض کا ظاہر ہونا۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ تین مقامات پر زمین کا خسف: مشرق' مغرب اور جزیرۃ العرب میں۔ یمن سے ایک آگ نمودار ہوگی جو لوگوں کو دھکیل کر مقام حشر تک لے جائیگی۔

براہ کرم نوٹ کریں کہ یہ نشانیاں تاریخ ظہور کے لحاظ سے نہیں درج کی گئیں۔

قرآن زور دیکر کہتا ہے کہ عیسیٰؑ کا آنا قیامت کی اہم علامت ہے:

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ [٦١]

'اور یقیناً اس (عیسیٰ) کا آنا ساعت (قیامت) کی نشانی ہے۔'

(قرآن: الزخرف: ٦١)

یسوعؑ نے خود علامات کی ایک فہرست بتائی جو ان کے آنے کے وقت کی نشاندہی کرینگی۔

ایسے لوگ پیدا ہونگے جو مسیحا ہونے کا دعویٰ کرینگے۔ اس دور میں جنگیں ہونگی اور جنگ کی افواہیں ہونگی۔ ایک عدیم النظیر قحط جو پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔

طاعون پھیل جائیگا۔ لاقانونیت کا دور دورہ ہوگا اور انسان کشی عام ہو جائیگی۔ زلزلوں کی تعداد اور قوت میں اضافہ۔

سیدنا محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کی واپسی سے قبل اللہ ایک جھوٹے مسیحا (مسیح الدجال) کو آخری دور میں رہا کریگا۔

یہودیوں کا دو ہزار برس سے سب سے بڑا خواب یہ ہے کہ وہ دنیا کے حکمران بن کر ارض مقدس لوٹیں۔ تاکہ وہ اسرائیل کی ریاست بحال کر کے اس پر حکومت کرسکیں، اس ریاست کی تجدید کرسکیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں قائم کی گئی تھی۔ اور خدائے ابراہیمؑ کی عبادت ہیکل سلیمانی میں دوبارہ شروع کرسکیں۔ یقیناً یہ ایک انتہائی قابل تعریف خواب ہے۔ اور جو لوگ اس خواب کی تعبیر حاصل کرنے کا عزم رکھتے ہیں یقیناً نہایت نیک اور خدا ترس لوگ ہونگے۔ اور روحانی ترقّی کی عروج پر پہنچ چکے ہونگے۔ وہ ایسے لوگ ہونگے جو آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے ہوں اور جن کی روحانی بصیرت یہ صلاحیت رکھتی ہوگی کہ اشیاء کے ظاہری خول سے اصل حقیقت معلوم کرلے۔ کم ازکم انہیں یہ احساس ہونا چاہئے کہ ایک خدا ناآشنا، سیکولر اسرائیلی ریاست اس خدا پرستانہ خواب کی تعبیر پانے میں ہرگز معاون ثابت نہیں ہوسکتی۔ اور نہ دہشت گردی، خون خرابہ اور جبر وستم کی حکومت خدائے رحمان کی خوشنودی کا باعث بن سکتی ہے۔ ارض مقدس میں یہ جبر واستحصال اور قہرمانیاں ۵۹ برسوں سے جاری ہیں اور اس طویل عرصے کے ہر سال کا دامن لہو آلودہ ہے۔ خدائے رحمان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وحشت و بربریت کا یہ ہولناک دور مزید ۵۹ برس جاری رہ سکیگا۔

(سڑکوں پر دوڑتے اسرائیلی ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں، ان پتھر پھینکنے والے نوعمر لڑکوں پر یوں گولیاں برساتے ہیں جیسے ازمنہ وسطیٰ میں زمیندار سوّروں کا شکار کیا کرتے تھے۔) یقیناً ایک ہولناک انجام ان ظالموں کا منتظر ہے۔

اسرائیلی یہود یقین رکھتے ہیں کہ ان کا عظیم خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا جب تک ان کا خاص رسول مسیحا نہیں آجاتا۔ وہ وقت کے اختتام پر نجات دہندہ بن کر آئیگا اور اس کے سر پر دنیا کے بادشاہ کا تاج رکھا جائیگا۔ مسیحا کا یہ عہد زرّیں تمام صحیفوں میں مذکور ہے۔ (اینوک :۳:۴۵، ۲:۵:۱۰۵، ۲۸:۲۹، ۱۳:۳۲-۳۵، ۱۴:۹)۔ یقیناً یوروپی یہودی جنہوں نے صہیونیت کی داغ بیل رکھی اس عقیدت میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے جو ان پیشن گوئیوں سے وابستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ جھوٹا مسیحا (المسیح الدجّال) یہودیوں کو دھوکے سے یہ تاثر دیگا کہ انکا عظیم خواب پورا ہوگیا یعنی ان کی مقدس سرزمین میں واپسی، ریاست اسرائیل کی بحالی، ان کے لئے ایک بادشاہ کا تقرر جو ان پر حکومت کرے: (ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرّر کر تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑسکیں۔ قرآن: البقرہ:۲۴۶) اور ہیکل سلیمانی کی بحالی۔ یہ حقیقت کہ وہ اسرائیل کی جعلی ریاست سے دھوکہ کھا چکے ہیں، ان کی روحانی بے بصیرتی کی نشاندہی کرتی ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍم بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ [۳۹]

'ان لوگوں کے اعمال جو اس (قرآن اور اسے لانے والے رسول ﷺ) پر ایمان نہیں رکھتے اس سراب کی مانند ہیں جسے پیاس کے مارے لوگ پانی سمجھ کر اس کی طرف دوڑتے ہیں لیکن جب وہاں پہنچتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہاں کچھ بھی نہیں مگر اللہ ہے جو انہیں ان کے اعمال کا حساب بتائے گا اور اللہ حساب کرنے میں بہت تیز ہے'

(قرآن: سورۃ النور: ۳۹)

اسرائیل کی ریاست اس سراب کے سوا کچھ بھی نہیں جسے پیاسا پانی سمجھ کر اس کے پیچھے لپکتا ہے اور نامراد ہو جاتا ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ [۷۶]

'بلا شبہ یہ قرآن بنی اسرائیل کے لئے ان امور کی وضاحت کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور جو ایمان لے آئیں ان کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔' (قرآن: سورۃ النمل: ۷۶۔۷۷)

آج سراب یہ ہے کہ عظیم ترین خواب تقریباً پورا ہو گیا ہے۔ یہود ارض مقدس میں لوٹ آئے ہیں یا آنے کے لئے آزاد ہیں' دنیا بھر میں جہاں سے آنا چاہیں۔ ریاست اسرائیل ۱۹۴۸ء میں قائم ہوئی تھی اور آج حقیقت بن چکی ہے۔ جو کچھ باقی رہ گیا ہے وہ بادشاہ کا تقرر ہے یا مسجد اقصیٰ کی بربادی تاکہ اس کی جگہ ہیکل سلیمانی تعمیر کیا جا سکے۔

'جب تم اس سرزمین میں آؤ گے جو تمہارا مالک' تمہارا خدا تمہیں دیگا اور اس پر تسلط پالو گے اور اس میں رہنے لگو گے تو کہو گے: 'میں اپنے لئے ایک بادشاہ مقرر کرونگا جیسا تمام قوموں کے بادشاہ ہیں جو میرے اردگرد رہتی ہیں'۔ تمہارا خدا تمہارے لئے ایک بادشاہ پسند کریگا جسے تم بادشاہ بنالو گے'۔ (اس میں یہ امر مضمر ہے کہ وہ داؤد (علیہ السلام) کے گھرانے سے ہوگا۔)

(کتاب استثناء: ۱۷: ۱۴۔۱۵)

اس کے علاوہ اسرائیل دنیا کی حکمران جماعت بن کر رہیگا اور اسرائیل کا بادشاہ تمام دنیا کا حکمران بن جائیگا۔ گویا مکمل طور پر قائل کرنے والا مضمر یہ ہے کہ یہ تمام ممکن نہ ہو سکتا تھا جب تک مسیحا کی مدد حاصل نہ ہوتی۔ یہ محض فریب نظر ہے۔ حقیقت کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے دجّال (جھوٹے مسیحا) نے یہود کو یقین دلایا ہے کہ خدا کے کرم نے انہیں اپنے دیرینہ خواب کی تعبیر سے اس قدر قریب کر دیا ہے۔ 'حقیقت یہ ہے کہ ان کی روحانی بے بصیرتی انہیں ایک خدائی پھندے میں گرفتار کر چکی ہے جس سے فرار ممکن نہیں ہے۔ وہ جبر و استحصال کی مخالفت کرتے ہیں لیکن اپنے لئے اسے جائز قرار دیتے

ہیں ۔ وہ یہ ظلم اس یقین کے ساتھ کرتے ہیں کہ انہیں خداوند عالم کی نظروں میں ایک بلند مقام حاصل ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ارض مقدس ان کی ملکیت ہے اس لئے وہ اسے ان لوگوں سے چھین سکتے ہیں جو صدیوں سے وہاں رہتے آئے ہیں ۔ مقاصد ذرائع کو جائز بناتے ہیں ۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ دجّال نے انہیں مکمل طور پر گمراہ کر کے ان سے ایسے انسانیت سوز جرائم کرائے ہیں کہ انسانیت ماتم کناں ہے ۔

سورۃ الکہف سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین نے لوگوں اور ان مفسدوں کے درمیان ایک ناقابل عبور رکاوٹ کھڑی کی تھی ۔ انہوں نے لوہے کے بلاک اور پگھلا ہوا تانبہ استعمال کر کے ان کا سدباب کیا تھا ۔ انہوں نے کہا تھا کہ یہ خدا کی رحمت ہے ۔ اور جب اللہ کے وعدے (یعنی قیامت) کا وقت آئیگا تو اللہ اسے گرا کر یاجوج ماجوج کو کھول دیگا:

قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا [۹۸]

’اس نے کہا: ’یہ ایک رحمت ہے میرے رب کی طرف سے لیکن جب تنبیہ کا وقت آئیگا تو وہ اسے مٹی بنا دیگا اور میرے مالک کا وعدہ سچّا ہے ۔‘ (قرآن: الکہف: ۹۸)

وہ کس تنبیہ کا ذکر کر رہے تھے؟ اس کا جواب اس مشہور حدیث میں ملتا ہے جس میں رسول اکرم ﷺ نے قیامت کی دس بڑی نشانیاں بیان فرمائی ہیں ۔ ان میں ایک نشانی یاجوج ماجوج کی رہائی ہے ۔

حذیفہ ابن اسید غفریؓ سے روایت ہے:

’اللہ کے رسول ہمارے پاس آئے اور پوچھا کہ ہم کیا باتیں کر رہے تھے ۔ ہم نے جواب دیا ’آخری قیامت کے بارے میں‘ ۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ’قیامت اس وقت تک نہیں آئیگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو ۔ دھواں‘ دجّال‘ دابۃ الارض‘ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا‘ عیسیٰ ابن مریم کا نزول‘ یاجوج و ماجوج‘ تین مقامات پر خسف الارض‘ ایک مشرق‘ ایک مغرب اور ایک جزیرۃ العرب میں جس کے بعد یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر ان کے اجتماع کی جگہ لے جائیگی ۔ (صحیح مسلم)

بہ الفاظ دیگر جب سد یاجوج ماجوج ٹوٹی اور وہ رہا ہوئے تو قیامت کی ایک عظیم نشانی رونما ہوئی اور نوع انسان اپنے وجود کے آخری دور میں داخل ہوئی ۔ سوال یہ اٹھتا ہے کہ ہمیں کیسے معلوم ہو کہ وہ دیوار ٹوٹ گئی ہے اور یاجوج ماجوج کی رہائی شروع ہوگئی ہے ۔ آیئے ہم ان ۱۸ احادیث کا مطالعہ کریں جو تمام صحیح بخاری سے لی گئی ہیں ۔ ان احادیث میں بار بار کسی بات کے آنے سے قاری کو پریشان نہیں ہونا چاہیئے ۔ دراصل یہ ایک ہی حدیث ہے

جس کے راوی مختلف ہیں۔ لہذا یہ ایک متواتر حدیث ہے جس سے اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

حضرت 'ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

ایک دن اللہ کے نبی ﷺ ہمارے پاس خوف کے عالم میں آئے اور کہا: 'عربوں پر آفت آگئی ہے کیونکہ آج یاجوج ماجوج کے بند میں ایک سوراخ ہو گیا ہے' پھر آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے ایک حلقہ بنا کر دکھایا۔ (صحیح بخاری)'

'زینب بنت جحشؓ روایت کرتی ہیں:

ایک دن اللہ کے رسول ان کے گھر خوف کے عالم میں داخل ہوئے اور ارشاد فرمایا: 'اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔ آج یاجوج ماجوج کے بند میں سوراخ ہو گیا ہے'۔ پھر آپ ﷺ نے انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر دکھایا۔ حضرت زینبؓ نے پوچھا: 'اے اللہ کے رسول کیا ہم تباہ ہو جائینگے جب کہ ہم میں راست رو لوگ موجود ہوں؟' رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: 'ہاں اگر گناہ گاروں کی تعداد بڑھ جائے۔' (صحیح بخاری)

'زینب بنت جحشؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ان کے پاس خوف کی حالت میں آئے اور کہا: 'اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ عربوں پر آفت قریب آگئی ہے ایک فتنے کی وجہ سے۔ آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں ایک سوراخ ہو گیا ہے۔' زینبؓ نے کہا 'یارسول اللہ ﷺ کیا ہم تباہ کر دیئے جائینگے حالانکہ ہم میں نیک بندے بھی موجود ہیں؟' انہوں نے کہا: 'ہاں اگر برائی بڑھ جائے۔' (صحیح بخاری)

'زینب بنت جحشؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ خوف زدگی کے عالم میں میرے پاس آئے اور فرمایا: 'اللہ کے سوا کسی کو عبادت روا نہیں۔ ایک خطرے کے سبب' آفت عربوں کے قریب آگئی ہے۔ یاجوج اور ماجوج کی دیوار میں ایک سوراخ ہو گیا ہے۔' آپ ﷺ نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے ایک دائرہ بنا کر دکھایا۔ زینب بنت جحش نے پوچھا: 'کیا ہم تباہ کر یئے جائینگے جبکہ ہم میں نیک بندے موجود ہیں'۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا؛ 'ہاں اگر برے لوگ بڑھ جائیں'۔ (صحیح بخاری)

'ام سلمیٰؓ سے روایت ہے:

نبی صلعم نیند سے بیدار ہوئے اور فرمایا: 'پاک ہے اللہ۔ کتنے خزانے نازل کئے گئے اور کتنی آفتیں اتاری گئیں'۔ (صحیح بخاری)

'ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: نبی کریم ﷺ نے کہا: 'اللہ نے یاجوج اور ماجوج کی دیوار میں ایک شگاف ڈال دیا ہے'۔ پھر آپ ﷺ نے اشارے سے بتایا۔ (صحیح بخاری)

’ابن عبّاسؓ نے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسولﷺ نے طواف کیا اور آپ اونٹ پر سوار تھے۔ جب بھی آپ حجر اسود کے قریب آتے آپ اس کی طرف اشارہ کرتے اور کہتے: اللہ اکبر۔ زینب نے کہا؛ رسول اللہﷺ نے فرمایا یاجوج و ماجوج کی دیوار میں ایک سوراخ ہو گیا ہے۔ اور آپﷺ نے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے ۹۰ کا ہندسہ بنا کر دکھایا۔ (صحیح بخاری)

صحیح بخاری کی یہ آٹھ احادیث جو چار مختلف ذرائع سے ملی ہیں۔ ابو ہریرہؓ، زینب بنت جحشؓ، ام سلمیٰؓ اور عبداللہ ابن عباسؓ نہایت صراحت سے یاجوج ماجوج کی رہائی سے متعلق بتاتی ہیں کہ وہ نبی کریمﷺ کی حیات مبارک ہی میں عمل میں آگئی تھی۔ آپﷺ نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ آج رہا ہو گئے۔ لہذا آخری دور یا دورِ فتن آپؐ کی زندگی ہی میں شروع ہو چکا تھا۔ اور یہ تشریح ہے اس مشہور ارشاد کی جو آخری ساعت سے آپﷺ کے تعلق کو واضح کرتی ہے:

’سہلؓ بن سعد کہتے ہیں: ’میں نے رسول اللہﷺ کو اپنی درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی کے ذریعے یہ دکھاتے اور یہ کہتے سنا کہ: ’میری آمد اور عظیم فتنہ (یعنی دورِ فتن) اس طرح ہیں۔ عظیم فتنہ ہر شے پر محیط ہو گا۔‘ (صحیح بخاری)

قرآن کریم نے ایک نمایاں نشانی بتائی ہے جس سے نہ صرف یاجوج اور ماجوج کی رہائی کا علم ہو جائیگا بلکہ یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ دنیا اس وقت یاجوج ماجوج کے کنٹرول میں ہے۔ اس طرح مومن جان لینگے کہ دنیا یاجوج اور ماجوج کے زیرِ تسلط ہے۔ یاجوج و ماجوج سے متعلق یہ انکشاف سورۃ الانبیاء میں آیا ہے:

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ [۹۵] حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ [۹۶]

’جس بستی کو ہم نے تباہ کر دیا تھا اس کے باشندوں پر پابندی ہے کہ وہ وہاں نہیں جا سکتے جب تک یاجوج و ماجوج نہ کھل جائیں اور وہ تمام بلندیوں سے اترتے نظر آئینگے (یا ہر سمت میں بڑھتے نظر آئینگے)۔‘ (قرآن: سورۃ الانبیاء: ۹۵۔۹۶)

جب یاجوج ماجوج رہا ہو جائینگے اور ہر سمت میں چھا جائیں گے تو وہ لوگ جو عذاب سے تباہ کئے گئے تھے دوبارہ لا کر اس بستی میں بسائے جائینگے۔ اور ایسی بستی صرف ایک ہے جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تباہ کر دیا تھا اور جو یاجوج ماجوج کے ساتھ احادیث میں مذکور ہے اور وہ ہے یروشلم۔

’نواس ابن سمعانؓ سے روایت ہے: ’ان حالات میں اللہ عیسیٰؑ سے کہیگا: ’میں نے ایسے بندے تمہارے پاس بھیجے ہیں جن کا کوئی مقابلہ نہ کر سکیگا۔ تم انہیں حفاظت سے طور لے جاؤ۔‘ پھر اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ تمام بلندیوں سے اترتے نظر آئینگے۔ جب ان میں سے پہلا طبریاس کی جھیل سے گذریگا تو اس میں سے پانی پیئے

گا۔ اور جب ان کا آخری آدمی گذریگا تو کہیگا : ’یہاں کبھی پانی ہوا کرتا تھا‘۔ عیسیٰ علیہ السلام طور میں محصور ہو جائینگے اور (خوراک کی کمی کے سبب) ایک بیل کی قیمت سو دینار سے زیادہ ہو جائیگی۔ (صحیح مسلم)

جب یاجوج ماجوج گیلیلی کے سمندر سے گذریں گے تو وہ طور پہاڑ کی طرف جائینگے۔ یہ یروشلم کا ایک پہاڑ ہے۔ (صحیح مسلم)

’یاجوج ماجوج چلتے جائینگے حتیٰ کہ الخمر پہاڑ پہنچ جائینگے جو بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے۔ کیونکہ یروشلم کے سوا کوئی شہر یا قریہ ایسا نہیں جو عذاب الٰہی سے تباہ ہوا ہو اور اس کا ذکر یاجوج ماجوج سے متعلق احادیث میں ملتا ہو اس لئے ہم نے نتیجہ اخذ کیا کہ سورۃ الانبیاء (آیات ۹۶۔۹۵) میں جو بستی مذکور ہے وہ یروشلم کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتی۔

اس نتیجے سے اور یروشلم کی شناخت واضح ہو جانے سے‘ یہودیوں کی ارض مقدس میں واپسی جو فی الواقع ہو چکی ہے‘ یہ بات ڈرامائی طور پر اور یقینی طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ یاجوج ماجوج کا بند اللہ تعالیٰ نے توڑ دیا ہے اور ہم یاجوج ماجوج کے دور میں سانس لے رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہودیوں کی یروشلم واپسی اور اسرائیلی ریاست کا قیام ان کا وہ مشن مکمل کرتے ہیں جس کا ذکر سورۃ الانبیاء (۹۶:۲۱) میں کیا گیا ہے۔ وہ ہر بلندی سے اترتے نظر آئے ہیں یا ہر طرف چھا گئے ہیں۔ جس عالمی نظام نے یہودیوں کو ارض مقدس میں تمکن عطا کیا ہے یقیناً یاجوج ماجوج کا بنایا ہوا ہے۔ وہ کون ہیں؟

ارض مقدس اور اسرائیل ریاست کا سیاسی شرک

وَاٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ وَجَعَلۡنٰہُ ھُدًی لِّبَنِیۡ اِسۡرَآءِیۡلَ اَلَّا تَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِیۡ وَکِیۡلًا [۲]

’اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ سمجھنا‘۔ (قرآن: سورۃ بنی اسرائیل :۲)

(خدائے ابراہیمؑ کے ساتھ قوت واقتدار اور کارسازی میں کسی اور کو شریک سمجھنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پرستش میں غلط تصورات شامل کرنا بھی شرک ہے۔ ایمان کو رد کرنا کفر ہے)۔

اسرائیل ایک جدید سیکولر ریاست ہے جو ارض مقدس میں واقع ہے۔ اس کا سیاسی نظام سیکولر سیاست پر مبنی ہے۔ اس بے خدا نظام کی مذہبی حیثیت کیا ہے؟ دین ابراہیمؑ کی رو سے اس لادینیت کا جواز کیا ہے؟ اور ایسی ریاست کا قیام کیا ارض مقدس کی وراثت کی شرائط کے مطابق ہے یا اس کی خلاف ورزی؟ یہ باب ان سوالات کا جواب تلاش کرتا ہے۔

آج کا عالمی نظام

یہ ایک عجیب بات ہے کہ آج کی دنیا کئی تہذیبوں کا مجموعہ ہے جو کئی ہزار سالوں سے چلی آرہی ہیں لیکن ان کا تسلط کسی علاقے پر نہیں۔ ہر جگہ بنی نوع انسان یورپی تہذیب کی گرفت میں ہے۔ یہ تاریخ عالم کا ایک نادر واقعہ ہے۔ یہ پراسرار اور حیرت انگیز بھی ہے۔

یورپ کے اس نظام نے پہلے لیگ آف نیشنز بنائی جس نے بعد میں اقوام متحدہ کے نام سے جنم لیا۔ اس نام ہی میں نئے عالمی نظام کا تصور پنہاں تھا۔ اس کا ہدف دنیا کو ایک نئے عالمی نظام میں متحد کرنا تھا جو یورپ کے زیر اثر ہو تاکہ آخر کار یورپ عالمی ریاست کی سربراہی کر سکے۔

(آج) یورپ اپنے اس ہدف کے نہایت قریب پہنچ چکا ہے۔ تمام غیر یورپی ممالک خود کو اس یورپی گرفت سے چھڑانے سے قاصر نظر آتے ہیں۔

معروف برطانوی مورخ آرنلڈ ٹائن بی نے اس سوال کا جواب یہ کہہ کر دینے کی کوشش کی ہے کہ یورپی تہذیب کے سوا تمام تہذیبیں مر کر نیست و نابود ہو چکی ہیں۔ اور یہ ضروری نہیں ہے کہ برطانوی تہذیب کا مقدر بھی وہی ہو جو ان تہذیبوں کا ہوا۔ ('تہذیب کا امتحان' آکسفرڈ یونیورسٹی پریس۔ ۱۹۵۷۔ صفحہ ۳۸)

'مغربی تہذیب کی کوشش تو بس یہی ہے کہ تمام بنی نوع انسان کو واحد عظیم معاشرے میں تبدیل کر دیا جائے۔' (ایضاً۔ صفحہ ۱۶۶)

لیکن یورپ کا اصل مقصد یہود کی ارض مقدس واپسی کی راہ ہموار کرنا تھا تاکہ وہ یروشلم سے ساری دنیا پر حکومت کر سکیں۔ یہ کتاب اس ناقابل یقین حقیقت سے نقاب اٹھاتی ہے۔

قرآن پاک نے غیر مبہم الفاظ میں بتا دیا ہے کہ جب یاجوج اور ماجوج رہا ہونگے تو وہ ہر سمت میں پھیل جائینگے (سورۃ الانبیاء۔ ۹۶)۔ اس کے نتیجے میں ایک بستی کے لوگوں پر جو پابندی تھی کہ وہ وہاں نہیں لوٹ سکتے ختم ہو جائیگی۔ اس کتاب میں یہ دلیل دی گئی ہے کہ وہ بستی یروشلم ہے۔ جب یاجوج و ماجوج ہر سمت میں پھیل جائینگے تو بقیہ انسانیت کے لئے ناممکن ہو جائیگا کہ ان کا مقابلہ کر سکیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں یہ اطلاع ملتی ہے:

'میں اپنے بندوں میں سے ایسے لوگوں کو لایا ہوں جن سے کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تم ان لوگوں کو حفاظت سے طور پر لے جاؤ۔ اور پھر اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر سمت پھیل جائینگے۔' (صحیح بخاری)

اس طرح یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یورپی تہذیب ہی یاجوج ماجوج کی تہذیب ہے۔

اس کتاب میں دجال کی حقیقت بھی واضح کی گئی ہے۔ دجال اور یاجوج ماجوج قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہیں۔ کیونکہ دجال کا کام مصنوعی مسیحا بن کر یہود کو دھوکا دینا ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ بھی یروشلم ہی سے دنیا پر

حکومت کرے۔۔۔یورپ کا اصل مقصد یہود کی بیت المقدس واپسی ہی نہ تھا بلکہ وہاں سے عالمی حکومت کی راہ ہموار کرنا بھی تھا۔اس لئے یورپی سیکولر ریاست کا مقصد یہود کی ارض مقدس واپسی اور وہاں کے اقتدار پر قبضہ کرنا تھا۔

بحوالہ: سورہ کہف کی تناظر میں دجالی فتنہ کے نمایاں خدوخال' مناظر احسن گیلانی ؒ

دو مختلف سورتوں کی مختلف آیتوں''یاجوج ماجوج''کے ان الفاظ کو پاکر اکثر علماء اس بات میں مبتلا ہو گئے ذوالقرنین کی حکومت کی طرف سے دونوں پہاڑوں کے بیچ میں یہ دیوار جو بنائی گئی تھی اسی دیوار کو توڑ کر یاجوج ماجوج نکل پڑیں گے۔

قرآن میں یہ کہیں نہیں ہے کہ یاجوج ماجوج کے خروج کا واقعہ دیوار کے ڈھ جانے کے ساتھ ہی پیش آئے گا بلکہ دیوار کے ڈھ جانے صرف وعدہ (سورہ کہف) والی آیت میں کیا گیا ہے اور دیوار حسب وعدہ ڈھ گئی، لیکن یہ کہ دیوار کے ڈھ جانے کے ساتھ ہی اسی وقت بغیر کسی وقفہ کے یاجوج ماجوج نکل پڑیں گے قرآن میں کوئی حرف ایسا نہیں پایا جاتا جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سورۃ کہف کی آیت جس میں ذوالقرنین نے یہ کہتے ہوئے کہ''دیوار کی تعمیر میں کامیابی یہ صرف میرے رب کی مہربانی ہے پھر جب میرے رب کا وعدہ آجائیگا تو اس وقت وہی میرا رب اس کو ریزہ ریزہ کر دیگا''۔یعنی (ھذا رحمۃ من ربی فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکاء) اس آیت کا جو ترجمہ اور حاصل ہے خواد ہی اس پر غور کیجئے اور دیکھئے اس میں ایسا کون سا لفظ ہے جس سے یہ ثابت کیا جا سکتا ہو کہ دیوار کے گرانے اور توڑنے کے بعد یاجوج ماجوج نکل پڑیں گے۔

مگر کیا کیجئے کہ عوام یہی مشہور ہو گیا ہے کہ بند ہونے کے بعد یاجوج ماجوج کی قوم روزانہ اس کے توڑنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہے اور آخر میں کسی نہ کسی دن اس کے توڑتے میں وہ کامیاب ہو جائیگی حالاں کہ اسی موقع پر اسی آیت سے پہلے قرآن ہی میں فما اسطاعوآ ان یظھروہ وما استطاعوا لہ نقباً (پس وہ (یعنی یاجوج ماجوج والے) نی اس دیوار پر چڑھنے ہی کی قدرت رکھتے تھے اور نہ ان کے بس میں یہ تھا کہ اس دیوار میں نقب لگائیں، یونی سوراخ کریں) کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔

بھلا نقب لگانا بھی جس دیوار میں ان کے بس کی بات نہ رہی تھی قرآن کی واضح اور صاف خبر کے بعد باور کرنا کہ وہی یاجوج وماجوج والے اسی دیوار کا دکاء یعنی ڈھا ڈھو کر برابر کر دیں گے یا انہوں نے برابر کر دیا قرآنی

بیان سے لا پروائی کے سوائے اور کیا کہا جا سکتا ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ''جعلہ دکاء ''(بنا دے گا میرا رب اس دیوار کو ریزہ ریزہ) کی قرآنی اطلاع سے بھی ان کو چشم پوشی ہی کرنی پڑتی ہو جو اس خبر کے مقابلہ میں کہتے ہی کہ رب نہیں بلکہ یاجوج و ماجوج والے اس کو دکاء (ریزہ ریزہ) کر دیں گے۔

یہ صحیح ہے کہ تفسیری روایتوں میں بھی بعض ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں جن سے اسی عام پھیلے ہوئے خیال کی تائید ہوتی ہے شاید اس عام پھیلے ہوئے خیال کا منشاء ممکن ہے تفسیری کتابوں کی یہی روایتیں ہوں لیکن حضرت مولانا انور شاہ کشمیری جیسے ناقد علامہ اسی مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے جب فرماتے تھے کہ۔

یعنی (یاجوج و ماجوج کا خروج دیوار توڑ کر ہوگا) اس مسئلہ کو ہم نہ قرآن ہی میں پاتے ہیں (فیض الباری شرح بخاری) جلد۴ صہ۲۳) اور نہ کسی صحیح حدیث میں۔

تو اسی سے ان روایتوں کا حال معلوم ہو جاتا ہے حضرت شاہ صاحب نے اس سلسلہ میں ترمذی کی اس روایت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جس میں ہے کہ

''یاجوج و ماجوج والے روزانہ دیوار کھود دیتے ہیں، پھر جب کچھ حصہ باقی رہ جاتا ہے تو گھروں کو یہ کہتے ہوئے پلٹ جاتے ہیں کہ کل ہم باقی کام کو پورا کر دیں گے مگر ان شاء اللہ تعالیٰ نہیں کہتے پس جب دوسرے دن واپس ہوتے تو کھودی ہوئی دیوار کو اسی حال میں پاتے ہیں'' یعنی کھودنے سے پہلے جیسی تھی ویسا ہی اس کو پائیں گے 'یوں ہی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ تا اینکہ ایک دن ان شاء اللہ ان میں سے کسی کی زبان سے نکل جائے گا تب صبح کو جب آئیں گے تو دیوار کھدی ہوئی حالت میں ملے گی اسی کے بعد اس دیوار کو ڈھائیں گے اور زمین میں فساد پھیلانے کے لئے نکل پڑیں گے۔

مگر تفسیری روایت کے سب سے بڑے مشہور ناقد ابن کثیر کے نزدیک اس روایت کی سند میں غیر معمولی الجھنیں ہیں خود حضرت شاہ صاحب کا ذاتی فیصلہ تو یہ ہے کہ مشہور نو مسلم یہودی عالم کعب احبار کا قول ہے اور اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہے (تفصیل کے لئے شرح بخاری۔ جلد۴۔۲۴) اور جب آپ دیکھ رہے ہیں کہ قرآنی الفاظ ہی نے ان روایتوں کی تصحیح کی گنجائش باقی نہیں رکھی ہے قرآن خبر دے رہا ہے کہ دیوار میں نقب زنی بھی ان کے بس کی بات نہ تھی تو پھر اسی دیوار کے متعلق یہ باور کرنا کہ یاجوج و ماجوج والے اس میں صرف نقب لگانے ہی میں کامیاب نہ ہوئے بلکہ اس کا ''دکاء'' (یعنی ریزہ ریزہ) کر کے رکھ دیا، یہ کچھ سمجھ میں آنے کی بات ہے؟

خلاصہ یہ ہے کہ دیوار کا حق تعالیٰ کے مقرر کردہ وقت پر منہدم ہو جانا، یہ بجائے خود ایک الگ واقع ہے جس کی اطلاع سورۃ کہف میں دی گئی ہے اور یاجوج و ماجوج کا کھول دیا جانا ان کا خروج جس کی پیشن گوئی سورۃ الانبیاء میں کی گئی ہے یہ دوسرا مستقل واقعہ ہے اسی لئے ان دونوں واقعات کا ذکر بھی دو مختلف صورتوں میں کیا گیا ہے

یہ صحیح ہے کہ سرسری طور پر قرآنی آیات سے گزرنے والوں کو بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قرآن نے ''یاجوج و ماجوج'' کے ذکر میں حد سے زیادہ اجمال سے کام لیا ہے لیکن آپ اگر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ بو وجود اجمال کے پھر بھی قرآن نے اس قوم کے حال کو چار مختلف ادوار، پیریڈز میں گویا تقسیم کر کے بیان کیا ہے۔

یاجوج و ماجوج کی خصوصیات:

اس سلسلہ میں قرآن سب سے پہلے انکے جس حال سے روشناس کرتا ہے وہ اسی سورۃ کہف کی آیت:

ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض

''یاجوج و ماجوج زمین میں بگاڑ پیدا کرنے والے لوگ ہیں''

کے الفاظ سے سمجھا جاتا ہے ذوالقرنین پہاڑوں کے بیچ میں رہنے والی قوم میں جب پہنچے تو اس قوم نے ان ہی الفاظ میں ''یاجوج و ماجوج'' والوں کے متعلق ان کے یعنی ذولقرنین کے دربار میں رپورٹ پیش کی یہ واقعہ دنیا کے کس خطہ کا ہے؟ اور کس زمانہ کا ہے؟ عرض کر چکا ہوں اس کا پتا چلانا آسان نہیں ہے لیکن واقعہ کہیں کا ہوا اور جس زمانہ میں بھی پیش آیا ہو، اتنا تو بہرحال رپورٹ کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں فساد پیدا کرنا یہی اس قوم کی سب سے بڑی خصوصیت تھی۔ وہی اس فساد یعنی پیدا کرنا پیدا کرنے کے تفصیلات تو ظاہر ہے کہ افساد عربی زبان کے لفظ اصلاح کا مدمقابل ہے۔ بنی آدم کے مختلف افراد میں تعلقات کے سلجھانے اور ان کے امن و امان کے ساتھ رہنے کی کوشش کا نام اصلاح ہے اسی کے بالمقابل اس قسم کے حرکات جن سے باہم لوگوں میں پھوٹ اور نفاق، لاگ، ڈانٹ، عداوت وبغض کی چنگاریاں بھڑک اٹھیں اور ملک کے آبادکاروں میں باہم ایک دوسرے پر اعتماد باقی نہ رہے۔ ایک دوسرے کی فکر میں لگ جائے، جان و مال، عزت و آبرو لوگوں کی خطرے میں پڑ جائے یہی شکلیں جن کی تعبیر صلاح کے مقابلہ میں فساد کے لفظ سے کی جاتی ہے۔

بہرحال یاجوج و ماجوج کی یہ پہلی قومی خصوصیت ہے قرآن نے ان کی قومی زندگی کے پہلے دور میں اسی خصوصیت یعنی (زمین میں بگاڑ پیدا کرنے) کی نشاندہی کی ہے۔

دوسرا دور (period) وہ ہے جب ذوالقرنین نے اپنی سائنٹیفک دیوار قائم کر کے دوسری قوموں تک ان کی رسائی کی راہ بند کر دی تھی قرآن نے اس دور کے حال کی تعبیر

وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض ''اور چھوڑ دیا ہم نے بعض ان کے بعض کے ساتھ موج مارنے لگے''

کے الفاظ سے کی ہے جس کا مطلب یہی ہوا کہ غیر قوموں کے مقابلے میں تو فساد فی الارض (زمین میں بگاڑ

پیدا کرنے کی) کاروائیوں کو وہ اختیار کرتے تھے لیکن غیروں سے رخ جب ان کا دیوار بن جانے کی وجہ سے پھر گیا تو آپس ہی میں باہم ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنے لگے جیسے قرآن نے خاص الفاظ یعنی **بعضھم یموج فی بعض** کے ذریعہ ادا کیا ہے۔

فقیر (مناثر احسن گیلانی) کا ذہن تو یہی پاتا ہے کہ غیروں سے ہٹ جانے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کے اس دور میں یاجوج و ماجوج کی قوم کی زندگی صرف اضطراب اور بے قرار ہنگامہ اور لرزش وجنبش بن کر رہ گئی تھی ایسے مشاغل میں وہ مبتلا تھے جن میں صبح شام، شب وروز تگ ودو، دوڑ دھوپ، آمدورفت، چلنے پھرنے دوڑنے بھاگنے کے ہنگامے ہی برپا رہتے ہیں۔

یہ تو ان کی عام زندگی کا غالبا نقشہ تھا اور باہم اس قوم کی مختلف ٹولیاں ایک دوسرے کے ساتھ الجھی بھی رہتی تھیں لیکن اسی کے ساتھ ان میں کوئی ٹولی دوسری ٹولی کو کلیۃ ختم کرنے کا بھی فیصلہ اس لئے نہیں کرسکتی تھی کہ اس میں خود اپنے وجود کے اختتام کا خطرہ اس کو محسوس ہوتا تھا، کچھ حالات ہی اس قوم کے ایسے تھے کہ نہ ایک دوسرے سے کلیۃ الگ ہی ہوسکتے تھے اور نہ ان میں کوئی دوسرے سے سے ٹوٹ کر دیا جدا ہوکر فنا ہونے ہی کے لئے تیار تھا گویا ان میں ہی وہی تعلقات قائم تھے جو باہم دریا کی موجوں میں ہوتے ہیں بایں طور کہ باہم ایک دوسرے کو دھکیلتے بھی رہتے تھے لیکن اسی کشمکش میں ارادی یا غیر طور پر ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے مدد بھی مسلسل ملتی چلی جاتی تھی۔

''ترکنا'' (چھوڑ دیا ہم نے) کا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کے اس دور میں جب وہ سراپا اضطراب اور ہمہ تن حرکت وگردش بن کر رہ گئے تھے۔قدرت نے بھی ان کو چھوڑ دیا تھا اور آسمانی رہنمائی نے ان کی دستگیری نہیں کی۔اسی لئے ان کی تاریخ کا یہ عہد نبوات ورسالات اوران کے آثار سے بالکل خالی ہوگیا اور ایسی قوم یا امت جو آسمانی رہنمائی کی روشنی سے محروم ہو مجبور ہے کہ اپنی شخصی، خاندانی، قومی عام انسانی تعلقات کے لحاظ سے اپنے آپ ہی قوانین بنائی قدرت کی چھوڑی ہوئی یا متروک اللہ قوم، خود سوچئے کہ اس کے سوا اور کر ہی کیا سکتی ہے۔

دوسرے دور میں بتایا گیا ہے کہ ''باہم ایک دوسرے میں موج زن رہے'' گویا غیر قوموں سے اس دور میں ان کا رشتہ منقطع ہوگیا تھا، لیکن سورۃ کہف میں تو نہیں، بلکہ سورۃ الانبیاء کی اس مشہور آیت یعنی

حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون

یا اینکہ کھول دئے گئے یاجوج ماجوج اور وہ ہر حدب سے تیزی کے ساتھ چل نکلے۔

سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر قوموں سے منقطع اور بے تعلق ہو جانے کے بعد، پھر ان کو موقع غیر قوموں کی طرف رخ کرنے کا دیا جائے گا اور اسی کو میں یا جوج و ما جوج والوں کی قومی زندگی کا تیسرا دور قرآن کے رو سے خیال کرتا ہوں۔
چوتھے دور کے متعلق جس کا تذکرہ سورہ کہف میں کیا گیا ہے اسے پڑھ لیجئے۔
یہ چوتھا دور، ان کا، میرے خیال میں ہے کہ جسے ہم سورۃ کہف کی اس آیت میں پاتے ہیں۔ یعنی
ونفخ فی الصور فجمعنھم جمعا اور پھونک دیا جائے سورۃ پھر ہم (یا جوج و ما جوج) کو اچھی طرح سمیٹ کر سمیٹ لینگے۔
مطلب وہی ہوا کہ نفخ صور کے بعد جیسے ساری انسانی نسلیں، ان کے اگلے پچھلے، بڑے چھوٹے مرد و عورت سب ہی دوبارہ جمع کئے جائیں گے ''یا جوج و ما جوج'' بھی اس چوتھے دور میں اپنے آپ کو پائیں گے کہ ایک ایک کر کے اول سے آخر تک سب اکھٹے کر لئے گئے ہیں۔

یا جوج و ما جوج کا خروج زمانہ
اس چوتھے اور تیسرے دور میں فرق یہ ہے کہ چوتھے دور کا ظہور تو قرآن کے رو سے نفخ صور یعنی قیامت کے وقت ہوگا۔ برخلاف اس کے غیر قوموں سے منقطع اور بے تعلق ہو جانے کے بعد یا جوج و ما جوج والوں کو پھر ان کی طرف جس زمانہ میں کھولا جائے گا، قرآن ہی کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ صورت حال قیامت کے قائم ہونے سے پہلے پیش آئے گی۔

آخر خود سوچئے یا جوج و ما جوج کے کھلنے کے بعد ارشاد ہوا:
واقترب الوعد الحق فاذا ھی شاخصۃ ابصار الذین کفروا، یویلنا قد کنا فی غفلۃ (الانبیاء)
سا اور سچا پکا وعدہ (قیامت کا) بہت زیادہ نزدیک ہو گیا پس اچانک ان لوگوں کی نگاہیں جنھوں نے انکار کی راہ اختیار کی اوپر کی طرف اٹھ جائے گی (وہ کہیں گے) کہ ہم افسوس! ہم غفلت میں تھے۔
حاصل جس کا یہی ہے کہ یا جوج ما جوج کے کھل پڑنے کے بعد بھی جب اس سچے اور پکے وعدے یعنی قیام قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی، نہیں قریب آجانے کی خبر دی جا رہی ہے تو یقیناً یا جوج و ما جوج کے کھلنے کے اس زمانے کو قیامت کے قائم ہونے سے پہلے بدرجہ اولی ماننا پڑے گا، بلکہ انکار کرنے والوں کی طرف اسی آیت میں اپنے

غافل رہ جانے کا اعتراف خود بتا رہا ہے کہ اس وقت یک قیامت کی ہیبت نا کیاں بے نقاب ہوکران کے سامنے نہیں آگئی تھی، ورنہ غافل رہنے کا مطلب ہی کیا ہوگا؟

بہر حال قرآنی الفاظ سے یہی معلوم ہورہا ہے کہ یاجوج وماجوج والوں کی! قومی زندگی کا یہ تیسرا دور یعنی منقطع ہونے کے بعد پھرغیر قوموں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا موقع ان کو قیام قیامت سے پہلے دیا جائے گا۔ان کی قومی زندگی کے اسی دور کی تعبیر یاجوج وماجوج یا خروج یاجوج وماجوج کے الفاظ سے کی جاتی ہے۔

اور جیسا کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ آثار واخبار جو سرمایہ ہماری کتابوں میں پایا جاتا ہے، اس کے بڑے حصے سے ارباب تنقید وتحقیق مطمئن نہیں ہیں، لیکن ایک روایتیں اس سلسلہ کی بخاری جیسی معتبر کتابوں میں جوملتی ہیں ،ان سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ یاجوج وماجوج کے زمانہ میں کاروبار کے لحاظ سے دنیا کے عام تمدنی و عمرانی مشاغل میں کسی قسم کا کوئی خاص تغیر وانقلاب! رونما نہ ہوگا،آخرحضرت ابوسعید خذری صحابی کی یہ مشہور روایت کہ رسول اللہﷺ فرماتے تھے:

لوگ بیت اللہ (کعبہ) کا حج بھی یاجوج وماجوج کے نکل پڑنے کے بعد کرتے رہیں گے اور عمرہ بھی۔(بخاری)

کا مطلب یا مزید اضافہ کے ساتھ یہی روایت کے سوا دوسری کتابوں میں پائی جاتی ہے۔یعنی۔

لوگ یاجوج وماجوج کے نکل پڑنے بعد حج بھی کرتے رہیں گے اور عمرہ بھی ،اورنخلستان (باغ) بھی لگاتے رہیں گے۔(فتح الباری)

بتایا جائے کہ اس سے اور کیا سمجھا جائے۔

یقیناً حج وعمرہ یا غرس نخل (نخلستان لگانا) ان کا ذکر بطور مثال فرمایا گیا ہے،مقصد بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حج وعمرہ عبادات جن کے لئے طویل وطویل مسافتوں کو طے کر کے لوگوں کو مکہ معظّمہ پہنچنا پڑتا ہے اورنخلستان جن کے لگانے کا ارادہ ہی کرسکتے ہیں جن کے سامنے پر امید مستقبل ہو، ورنہ قیامت کی رست خیزیوں میں جب:

''لکل امرء منهم یومئذ شان یغنیه''

کی کیفیت دماغوں پر مسلط ہوگی، بھلا باغ داغ کی گنجائش ہی کیا رہ جائے گی۔

اور سچ تو یہ ہے کہ نیند سے بیدار ہوکر ایسی حالت میں رسول اللہﷺ کا چہرہ تمتمایا ہوا تھا، بخاری میں ہے کہ آپﷺ فرمارہے تھے:

یاجوج وماجوج والے بند میں اس کے ایسا سوراخ آج کھول دیا گیا۔

آپﷺ نے سمجھایا تھا'' مطلب یہ تھا کہ بہت ہی باریک سوراخ گویا اس بند میں آپ کو دکھایا گیا تھا۔

بہر حال اس مشہور روایت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپﷺ گویا اس کی اطلاع دے چکے تھے کہ یاجوج

وماجوج کی قومی زندگی کے تیسرے دور کے ظہور کے امکانات آپ ہی کے زمانے میں قریب آچکے تھے، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر کوئی کہنا چاہے تو کہہ سکتا ہے کہ ظہور کے آغاز کی کرن گویا عہد نبوت میں پھوٹ چکی تھی۔
پس عام طور پر ''یاجوج وماجوج'' کے خروج کو قیامت کے علامات میں جو شمار کیا جاتا ہے تو زیادہ سے زیادہ اس کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ یہ اسی قسم کی علامت ہے، جیسے خود آپ ﷺ کی بعثت کو بھی قیامت کے اشراط علامات میں شمار کیا جاتا ہے اور سچ پوچھیئے تو یاجوج وماجوج کا خروج کے بعد آخری انجام جو ہوگا جن روایتوں میں اس دردناک انجام کی تفصیل کی گئی ہے لوگوں نے ان خروج سے متعلق کر دیا۔
یاجوجیت ماجوجیت:
اسی نقطہ نظر سے آپ پھر سورہ کہف اٹھا لیجئے اس کا تذکرہ کرنے کے بعد جب صور پھونک دیا جائے گا تو ''یاجوج وماجوج'' کو ہم اکٹھا کریں گے یعنی فرمایا گیا ہے **ونفخ فی الصور فجمعنھم جمعا** اسکے بعد آخر سورہ تک جو آیتیں پائی جاتی ہیں ان کو پڑھتے جائیے۔ میں بالترتیب ان آیتوں وترجمہ کے ساتھ اور جو کچھ اپنے ناقص خیال میں آیتوں سے سمجھ آیا ہے اسے پیش کر دیتا ہوں۔ پہلی آیت اس سلسلے کی یہ ہے، یعنی یہ فرماتے ہوئے کہ **و عرضنا جھنم یومئذ للکافرین عرضا** اس دن یعنی نفخ صور سے اکھٹے ہونے کے بعد) جہنم ان ہی کافروں پر ہم پیش کریں گے۔ خاص طور پر پیش کرنے کی شکل میں''۔
اللہ کا نام تک گوارا نہیں
آگے ان ہی الکافرین کے صفات کا اظہار ان الفاظ میں کیا گیا ہے. **الذین کانت اعینھم فی غطاء عن ذکری و کانو الا یستطیعون سمعا**'' یعنی وہ لوگ جن کی آنکھیں میری یاد سے غافل ہیں اور وہ سننا بھی (میرے ذکر کا) برداشت نہیں کر سکتے تھے''۔
ظاہر ہے کہ پہلا جز یعنی جہنم کے پیش ہونے کی کیا صورت ہوگی، اس حقیقت کا انکشاف تو اسی دن ہوگا اور انہی کو جن پر جہنم اپنے خاص رنگ میں پیش ہوگی لیکن دوسرے جز کے لئے قیامت کے قائم ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی دنیا کی بات ہے۔ ڈھونڈھئے اس بات کو کہ کن قوموں میں یہ صفات اور خصوصیات پائے جاتے ہیں مشرکین اور بت پرست یا ان کے سوا مختلف ملل اور ادیان کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے والی قوموں کے لئے مفید ہو یا غیر مفید لیکن خالق کے ذکر سے قطعا بے تعلق رہنے کا دعوی ان کے متعلق نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دوسرے معبودوں ہی کے ساتھ سہی لیکن بہر حال عالم کے خالق کی یاد سے کوئی قوم نظر نہیں آتی۔ پھر اسی اطلاع کا یہ حصہ یعنی اور وہ سننا بھی (میرے ذکر کا) برداشت نہیں کر سکتے''۔
دیکھ لیجئے کہ ذکر اللہ کے سننے کو بھی آج جو برداشت نہیں کر سکتے وہ کون لوگ ہیں؟ ان کی تقریروں میں تحریروں

میں تلاش کیجئے ہر چیز کے ذکر کے ساتھ جس کے ذکر سے وہ خالی نظر آئیں گی یہ اپنے حدود تک کن لوگوں میں پہنچ چکا ہے؟ کیا اس کے لئے کسی ریسرچ اور جستجو کی ضرورت ہے۔

کہ اکبر ذکر کرتا ہے خدا کا اس زمانے میں ۔ رپٹ لکھوائی ہے یاروں نے جا جا کر یہ تھانے میں

اکبر مرحوم کا یہ شعر آج جو زبان زد عوام ہوا ہے کیا یہ کوئی اتفاقی بات ہے یا ان کی اس ظرافت میں کوئی حقیقت پوشیدہ نہیں ہے؟

خدا کے بجائے بندوں پر اعتماد

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

''کیا وہی لوگ جنہوں نے انکار کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ بنالیں میرے بندوں کو میرے سوا اپنے پشت پناہ۔ ہم نے تیار کر رکھی ہے جہنم ان کی مہمان نوازی کے لئے''۔

مطلب یہ ہوا اپنے پیدا کرنے والے خالق کی عائد کی ہوئی آئینی ذمہ داریوں سے بچ نکلنے یا نکل بھاگنے کا زندگی کو موجودہ ابتلائی وعبوری دور میں یہ ایک آسان طریقہ ہے کہ خالق سے اپنا رشتہ توڑ لیا جائے اور ''خدا کو کیا پڑی، میرے تمہارے درمیان کیوں ہو'' کہتے ہوئے جو جی میں آئے آدمی کرتا چلا جائے۔

دنیوی حیات ہی کے لئے ساری دوڑ دھوپ اور اس پر فخر

تیسری آیت جو ان تمام آیتوں میں سب سے زیادہ توجہ طلب ہونے کے ساتھ ہی مطلب کے لحاظ سے یا کم ازکم میرے نقطہ نظر سے بہت زیادہ واضح ہے وہ یہ ہے۔

ارشاد ہوا ہے۔

''کہدو کہ کیا ہم آگاہ کریں ان لوگوں سے جو اپنے کاروبار کے حساب سے بدترین خسارے کے شکار ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کی سعی اور کوشش کھوگئی اسی حیات دنیا (پست زندگی) میں اور وہ یہ خیال پکار رہے ہیں کہ کارستانی کے لحاظ سے وہ بہت اچھا کر رہے ہیں''۔

''**ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا**''[3] (کھوگئی کوشش ان کی اسی حیات دنیا (پست زندگی) میں۔۔۔سب سے زیادہ فکر وتامل کی دعوت اس آیت کا یہی جز و دے رہا ہے دیکھ لیا جائے کہ ''**الاخرۃ**'' کی ابدی زندگی

سے اپنی توانائیوں کے سارے ذخیرے کوموڑ کرقطعی طور پرموڑ کراسی ''الحیوۃ الدنیا'' پست زندگی میں کون گم کرر ہے ہیں اورگم کرنے پر اصرار کرر ہے ہیں۔ سب کچھ کر کے اور کو چھوڑ چھوڑ کہ اس دنیا سے ان میں کا ہرایک بایں طور روانہ ہورہا ہے کہ پانے والے جو کچھ بھی پاتے ہیں کچھ بھی اپنے ساتھ نہیں لے جاتے ہیں اور نہ لے جاسکتے ہیں یوں اپنی ساری توانائیاں اوران کے نتائج کو دن کی کھلی روشنی میں ہرایک کے سامنے مسلسل ہرایک کھوتا چلا جارہا ہے مگر بایں ہمہ اپنی کوششوں کی ان ہی ناکامیوں کے ساتھ مطمئن بھی ہیں اوراسی کوصحیح اور کامیاب زندگی قرار دینے پران کی خودستائیوں کا سلسلہ اس حدتک پہنچا ہوا ہے کہ بنی آدم کے اکثر وبیشتر افراد پر اپنی اسی عجیب وغریب ناکام ونامراد زندگی کی پر چھائیوں کو ڈال کرعمومیت کوتقریبا اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ الاخرۃ کا خیال اوراس کا خیال دباؤ دماغوں سے نکل چکا ہے یا نکل جانے کے قریب پہنچ چکا ہے۔ وہ خیال پکار رہے ہیں کہ کارستانی کے لحاظ سے ہم بہت اچھا کرر ہے ہیں یعنی ''وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا'' کے الفاظ جوترجمہ ہے آج کون ہے جس کے کان کواس جذا بے زار godless تمدن کی خود ستائیوں سے بہرا نہیں بنا دیا گیا ہے۔ سچ پوچھئے تو ''یاجوجیت وماجوجیت'' کی حقیقی روح ان ہی الفاظ میں پوشیدہ ہے اور یہ ان کی رونمائی کا ایسا آئینہ ہے جسے دیکھ کر ہر دیکھنے والی آنکھ ان کو پہنچان سکتی ہے۔

انکار آیات اللہ ولقاء اللہ

جو کچھ کمایا جارہا ہے سب کو کھویا چلا جارہا ہے ہرشخص کے سامنے واقعہ اپنی اس کھلی ہوئی واضح خصوصیت کے ساتھ موجود ہے مگراسی ناکام ونامراد بے نتیجہ قطعی لا حاصل عبث اور سدوی زندگی کے ساتھ تقریباً انسانیت مطمئن ہو چکی ہے اس عجیب وغریب ذہنیت کا استیلا اپنے دائرے کو روز بروز بڑھاتا چلا جارہا ہے۔ آدمی جانور نہیں جو نتیجے سے بے تعلق ہوکر زندگی بسر کرے پھر عقل وتمیز کے ساتھ اسی ذہنیت کا دباؤ کیوں بڑھ رہا ہے؟ اسی سوال کے جواب کو جہاں تک میرا خیال ہے ہم آگے کی اس آیت میں پا سکتے ہیں، فرمایا گیا ہے۔

''یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے پانے والے کی نشانیوں کے بھی منکر ہو گئے ہیں، اوراس کا بھی انکار کر دیا ہے کہ اپنے اسی رب سے ان کی ملاقات ہوگی''۔

یعنی کمالات رب کی ان کھلی ہوئی نشانیوں سے انہوں نے طے کرلیا ہے کہ ہم خود بھی خدا کو نہ پائیں گے اور نہ مانیں گے اور نہ دوسروں کو پانے اور ماننے دیں گے اوراسی بنیاد پرانہوں نے یہ بھی فیصلہ کرلیا ہے کہ آئندہ زندگی میں خالق کائنات کی ملاقات کا خیال بھی صرف خیال ہی سے یہی خود بھی باور کئے بیٹھے ہیں اور دوسروں میں بھی چاہتے ہیں کہ اپنی اسی بے بنیاد فیصلہ کومنتقل کردیں۔ اسی رجحان کے پھیلانے اورعام کرنے میں وہ سرگرم

ہیں۔

الغرض خدائی آئین کی ذمہ داریوں سے بچنے کے لئے زبردستی کا یہ غیر فلسفہ انہوں نے تراش لیا اور اپنی زندگی اور زندگی کے سارے کاروبار پر سے خدا کے عقیدے کا دباؤ خود بھی اٹھا لیا ہے اور چاہتے ہیں کہ دوسروں سے بھی یہ دباؤ جس حد تک اٹھایا جاسکتا ہو اٹھا یا دیا جائے حتی کہ ان کاموں میں بھی جن کو جانتے ہیں کہ خدا ان سے خوش ہوتا ہے ان کو بھی وہ یہ سوچ کر کرتے ہیں کہ ہم خدا کے لئے انہیں نہیں کرتے بہرحال ان کا جو قدم بھی اٹھتا ہے خدا کے لئے نہیں اٹھتا اور نہ خدا کے لئے وہ کوئی قدم اٹھانا چاہتے ہیں۔

ان سے مسحور و متاثر ہونے والوں تک کی ذہنیت جب یہ ہو چکی تھی پہلے ایک دوسرے موقع پر ذکر آ چکا ہے کہ ''ہم اس دن خوش ہوں گے جب ہماری قوم نہ خدا کے واسطے نہ اپنے ثواب کے لئے بلکہ صرف اپنی قوم کے لئے کوشش کریگی اور کہے گی کہ اپنے ہاتھ پاؤں اپنی جان، اپنی محنت سے اپنے روپے کے بدلے نہ خدا کو خریدنا چاہتا ہوں نہ بہشت کو (تہذیب الاخلاق ج ۲ ص ۱۲۵)

کائنات کو اس پیدا کرنے والے خالق قیوم کی آیات اور نشانیوں کی حیثیت سے استعمال کرنے کے نقطہ نظر سے محرومی کا یہی آخری انجام اور انتہائی بلکہ شدید لازمی نتیجہ، ایسا لازمی نتیجہ کہ مرنے سے اسی زندگی میں پھوٹ پھوٹ کر اس کی گندگی اور عفونت ان سے بہ نکلتی ہے ہر گلی کوچے میں اسی کو بدبو سے وہ پہچانے جاتے ہیں بلکہ اسی کی بھبھک اور بھپھارے سے اپنی شناخت وہ خود ہی کراتے پھرتے ہیں۔ یہی استہزاان کی منطق اور یہی تمسخر ان کا فلسفہ بن جاتا ہے انکی تقریروں، تحریروں، رسالوں اور اخباروں قصوں اور کہانیوں حتی کہ تھیٹروں اور سینماؤں تک کا لازمی جزو یتی استہزا کا یہی سنڈ اس بنا ہوا ہے اور یہ ان کی آخری علامت اور امتیازی خصوصیت ہے جس پر ان کے متعلقہ قرآنی اشارے ختم ہو جاتے ہیں۔

چاہئے کہ قرآن کے بتائے ہوئے ان ہی نشانات اور علامتوں سے ہم ان لوگوں کو پہنچائیں جن کو ''یاجوج وماجوج'' یا قریب قریب کچھ اسی قسم کے ملتے جلتے ناموں سے موسوم کر کے مذاہب وادیان میں چوکنا اور ہوشیار رہنے کا مطالبہ کیا گیا ہے اور ذات سے زیادہ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں ان لوگوں کے خاص امتیازی صفات ہی کو زیادہ اہمیت دینی چاہئے، جنہیں دین نے برے فتنوں میں غیر معمولی بڑا فتنہ رسالات و نبوات کے وثائق میں قرار دیا گیا ہے۔ کم از کم قرآن کو خدا کی کتاب ماننے والی امت کے لئے تو حجت تمام ہو چکی ہے، قرآن کے مذکورہ بالا بنیات و تصریحات میں جو کچھ پایا جا رہا ہے اس کو پانے کے بعد کوئی نہیں کہہ سکتا کہ انسانی توانائیوں کی قدر و قیمت ان فکری آندھیوں اور ذہنی جھگڑوں کے گرد و غبار میں مجھ سے اوجھل ہو کر رہ گئی'' جنہیں یاجوجیت و

ماجوجیت‘‘ کے فتنے نے اٹھایا تھا، یقیناً اس عذر کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی ہے۔

فسادفی الارض کا ایک رخ یہ بھی ہے: بحوالہ کتاب (ترجمہ) نئے عالمی حکمران، جان پلگر، وسیم شیخ

میں بغداد کے ایک کلینک میں بیٹھا ہوا تھا۔ والدین اپنے بچوں کولیکر ڈاکٹروں کے پاس آرہے تھے۔ ان میں سے بہت سے بچوں کی جلد سرمئی ہوگئی تھی، بال اڑ گئے تھیاوران میں سے بعض دوسرے یا تیسرے معائنہ کے بعد مر رہے تھے۔ رسولیوں سے متعلق بیماریوں کے ماہرنوجوان ڈاکٹر لیکا عذیر نے اس موقع پر مجھے بتایا کہ دوضروری ادویات دستیاب نہیں ہیں۔ ہم نے متعدد مرتبہ دوائیں فراہم کرنے کے لئے لکھا ہے لیکن مہیا نہیں کی گئی۔ (دوسری خلیج کی جنگ سے پہلے)

ڈینس ہیلی نے اقوام متحدہ میں ۳۴ برس خدمات انجام دیں۔ وہ اسٹنٹ سیکٹری جنرل کے عہدے سے مستعفی ہوئے۔ انہوں نے اپنے استعفے میں عراق پر پابندیوں کو بالکل غلط قرار دیا اور لکھا ہے کہ ہم سوسائٹی کو تباہ کرنے کے عمل سے گزر رہے ہیں۔ بڑی سادہ سی بات ہے کہ ہر پانچ ہزار بچے ان پابندیوں کی نذر ہورہے ہیں۔ (دوسری خلیج کی جنگ سے پہلے)

اس نے بتایا کہ مجھے ایک ایسی پالیسی پر عمل درآمد کی ہدایت کی گئی جو ’’نسل کشی‘‘ کی تعریف پر پوری اترتی ہے۔ (دوسری خلیج کی جنگ سے پہلے)

یہ ایک ایسی پالیسی ہے جس کا مقصد ۱۰ لاکھ سے زیادہ افراد کو ہلاک کرنا ہے درحقیقت ان پابندیوں کی قیمت صدام حکومت نہیں بلکہ عراق کے عوام چکارہے ہیں غریب لوگ اپنے بچوں اور بچے اپنے والدین سے محروم ہیں۔ (دوسری خلیج کی جنگ سے پہلے)

۱۹۹۰ء سے قبل عراق ان ممالک میں شامل تھا جہاں شیرخوار بچوں کی شرح اموات سے سب سے کم تھی۔ اب یہ شرح یہاں سب زیادہ ہے۔ کولمبیا یونیورسٹی میں وبائی امراض کے ماہر رچرڈ گارفیلڈ (richard garfield) کے مطابق عراق میں بچوں کی شرح اموات میں تین گنا اضافہ منفرد بات ہے اور جدید دنیا میں یا پانچ سال سے کم عمر بچوں کی ہلاکت کی شرح میں اس تیزی سے اضافہ کی کوئی مثال نہیں ہے۔ (دوسری خلیج کی جنگ سے پہلے)

اس وقت ایک ’’نیاورلڈ آرڈر‘‘ تشکیل پارہا ہے تاہم لارڈ کرزن کے الفاظ، اہداف ومقاصد آج بھی وہی ہیں۔ (سابق وائسرائے ہند لارڈ کرزن نے ۱۹۸۹ء میں کہا تھا کہ مختلف ممالک شطرنج کے خانے ہیں جن پر دنیا کی

بالادستی کا کھیل جاری ہے۔
۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد برطانیہ کے وزیراعظم ٹونی بلئیر نے انتھونی ایڈن کے بعد پہلی مرتبہ واضح طور پر اپنا مقصد بیان کیا۔ لیبر پارٹی کی ایک کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ استعماریت کی واپسی کا سفر شروع ہوگیا ہے۔ بلئیر نے ۱۹۹۷ء میں برسراقتدار آنے کے بعد چار ممالک میں اپنی فوجیں بھیجیں جن میں عراق، یوگوسلاویہ، سیرالیون اور افغانستان شامل ہیں۔ اس لئے اپنی ان کاروائیوں کا جواز پیش کرنا ان کی اخلاقی ذمہ داری بن گئی تھی۔ ''اخلاقیات'' ان کا پسندیدہ لفظ ہے۔ ایک مرتبہ ایک کانفرنس میں انہوں نے یہ لفظ گیارہ مرتبہ استعمال کیا۔ مثلاً یوگوسلاویہ پر بمباری اخلاقی صلیبی جنگ تھی۔ ناٹو کا مشن مکمل طور پر اخلاقی تھا، وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح بمباری کرنے والے عیسائی ہوابازوں کے سامنے ایک منظر تھا کہ وہ بہتر دنیا کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ وہ اس بات سے ناواقف تھے کہ شمالی افریقہ کے صحرا کی پٹی اور افغانستان کے پہاڑوں تک بسنے والے افراد کیا چاہتے ہیں؟
یہ بمبار طیارے افغان خواتین اور بچوں تک خوراک کی فراہمی بھی روک رہے تھے۔ ۱۶اکتوبر کے نیویارک ٹائمز نے اپنی ایک رپورٹ میں بتایا کہ امریکہ نے سڑکوں کے قافلے ختم کرنے کو کہا ہے۔ ان سڑکوں پر افغان عوام کو خوراک اور دیگر اشیاء فراہم کی جارہی تھیں۔ اسی طرح ٹونی بلئیر نے عالمی امدادی اداروں کی بمباری میں توقف کی اپیل بھی مسترد کردی۔
غریب ترین ممالک کے عوام یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اب ایک نظام کے تحت اس امر کا فیصلہ کیا جاتا ہے کہ انہیں اور ان کے اہل خانہ کو زندہ رہنا چاہیئے یا موت کی نیند سو جانا چاہئے۔ یہ نظام جنگ کے دنوں میں موثر ہوتا ہے، جب مختلف زخمیوں کو دیکھنے کے بعد صرف ان کا علاج کیا جاتا ہے جن کے بچنے کا امکان ہو باقی کو مرنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جب آئی ایم ایف کی ہدایت پر مختلف اشیاء پر محصول اور خوراک وغیرہ پر زرتلافی ختم کردیا جائے گا تو چھوٹے کاشتکار اور بے زمین کسان یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ انہیں قابل استعمال شے سمجھ لیا گیا ہے۔ اس وقت دنیا بھر میں ۵۷ کروڑ افراد بے روزگار رہیں یا اپنی اہلیت سے کم معاوضہ لے رہے ہیں۔ ورلڈ ریسورسز انسٹی ٹیوٹ کے مطابق ہر سال ۱۳ تا ۱۸ ملین بچے ہلاک ہوجاتے ہیں جبکہ پانچ سال سے کم عمر میں مرنے والے بچوں کی تعداد ۱۲ ملین ہے۔
عالمی تجارتی تنظیم (w.t.o) کے ارکان کی تعداد ۱۴۳ ہے لیکن اس کے ۲۱ امیرترین ممالک کو پالیسی کا مسودتحریر کرنے کی اجازت دی گئی۔ اس کا بیشتر کام صرف چار ممالک امریکہ، یورپ، کینیڈا اور جاپان نے انجام دیا۔ یہ امیرترین ممالک ''لبرلائزیشن کے خواہاں ہیں۔ اس کا مطلب ہے، غریب ممالک کی معیشت میں مداخلت کرنا

تا کہ ان سے نجکاری کا مطالبہ کر کے پبلک سروسز تباہ کر دی جائیں ۔ انہیں صرف اپنی زراعت اور مقامی صنعت برقرار رکھنے اور ان کی پیداوار ارزاں نرخوں پر برآمد کرنے کا حق ہے ۔

اسی طرح ملیریا پر منعقد ہونے والی ایک ایسی کانفرنس بھی ہوئی جس میں ''مچھر'' پر سرے سے کوئی گفتگو ہی نہیں کی ۔ ایک افریقی مندوب نے کہا کہ اگر میں کافی مضبوط اور موثر انداز میں اپنا موقف بیان کرتا تو امریکہ میرے وزیر کو فون کرتا اور کہتا ''میں امریکہ کو مشکل میں ڈال رہا ہوں'' ۔ اس نے کہا کہ میری حکومت یہ دریافت کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتی کہ میں نے کیا کہا ہے ۔ بس وہ اگلے دن میرا ٹکٹ بھیج دیتے ۔ اس لئے میں نے اپنے آقاؤں کو پریشان نہ کرنے میں ہی عافیت سمجھی ۔ بیٹی اور جمہوریہ ٹومنگی کو دھمکی دے گئی کہ اگر اس نے آزادانہ تجارت کے لئے راؤنڈ پر اعتراض کیا تو انہیں دی گئی خصوصی تجارتی ترجیح کی رعایت واپس لے لی جائے گی ۔

امریکہ کے خلاف دہشت گردی کی دستاویزات کافی ضخیم ہیں ۔ ان حقائق کو منطق اور دلائل سے جھٹلانا ناممکن ہے ۔ اس لئے جو لوگ یہ حقائق بیان کرتے ہیں ، انہیں اکثر امریکہ مخالف قرار دیا جاتا ہے ۔ یہ کہتے وقت اس بات کا خیال بھی نہیں رکھا جات کہ وہ امریکی بھی ہیں یا نہیں ۔

امریکہ کے صدر بل کلنٹن نے ۱۹۹۸ ئمیں سوڈان میں واقع الشفا فارماسیوٹیکل پلانٹ پر میزائل داغنے کا حکم دیا ۔ ان کا دعوی تھا کہ اس میں کیمیائی ہتھیار تیار کرنے کی سہولت ہے ۔ دنیا کے ہر قانون کی رو سے امریکہ کا یہ اقدام دہشت گردی کے زمرہ میں آتا ہے ۔ یہ پلانٹ ایک غریب ملک کی بنیادادویات کی نوے فیصد سے زائد ضرورت پوری کرنے کا واحد ذریعہ تھا ۔ اس فیکٹری میں کلوروکوئن (chloroquine) تیار کی جاتی تھی جو تپ دق اور ملیریا کے خلاف موثر دوا ہے ۔ اس طرح یہاں سے ہر ماہ ایک لاکھ مریضوں کے لئے دوا بنتی تھی ۔ سوڈان پر امریکی بمباری کے بعد کتنے سوڈانی ہلاک ہوئے ؟ سوڈان میں جرمنی کے سفیر کا کہنا تھا کہ ایک محتاط اندازے کے مطابق ان افراد کی تعداد ہزاروں میں ۔ اس ضمن میں جب سوڈان نے اقوام متحدہ سے ضروری تحقیق و تفتیش کی درخواست کی لیکن امریکہ نے اس کی راہ روک دی ۔

اسی طرح فلسطین بھی امریکی غنڈہ گردی کا شکار ہے ۔ ۳۵ برسوں سے اہل فلسطین کو ان کے گھر واپس جانے کا حق نہیں دیا جا رہا ہے ۔ اس کے لئے منظور ہونے والی اقوام متحدہ کی قراردادوں اور بین الاقوامی قوانین کی واضح خلاف ورزی کی جا رہی ہے ۔

مغربی ذرائع ابلاغ میں جب فلسطین کے واقعات کی رپورٹنگ کی جاتی ہے تو اسے دو متحارب اقوام کی لڑائی کے طور پر پیش کیا جاتا ہے ۔ ان واقعات کا ذکر ایک غیر قانونی قابض قوم کی کاروائی کے طور پر نہیں کیا جاتا اور نہ ہی فلسطینی عوام کی جدوجہد کو مزاحمت کے طور پر بیان کیا جاتا ہے ۔ اسرائیل کی حکومت بھی انٹرنیشنل نیوز ایجنڈے پر

کار بند ہے۔ جب کوئی اسرائیلی مرتا ہے تو کہا جاتا ہے دہشت گردوں نے مار دیا لیکن کوئی فلسطینی جاں بحق ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے سیکورٹی فورسز سے مقابلے کے دوران مارا گیا۔ایک جانب جوہری اسلحہ سے لیس فوج ہے جس کے پاس ٹینک ، جیٹ طیارے اور ہیلی کاپٹر ہیں تو دوسری جانب نوجوانوں کا ہجوم ہے جن کے پاس غلیلیں ہیں لیکن خبرنگاری کے وقت اس میں بہت کم امتیاز کیا جاتا ہے۔ بی بی سی بھی ہدف بنا کر ہلاک کرنے کے واقعات کے لئے اسرائیلی ترجمان کے نسبتا نرم الفاظ استعمال کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ یہ بہت کم رپورٹ ہوا کہ دوسری انتفاضہ کے دوران جو سینکڑوں افراد ہلاک اور ہزاروں زخمی ہوئے ان میں ۹۰ فیصد عام فلسطینی شہری تھے اور ۴۵ فیصد کی عمر ۱۸ برس سے کم بھی تھی۔ ۶۰ فیصد کو اس وقت موت کے منہ میں دھکیلا گیا جب وہ اپنے گھر ،سکول یا کام کی جگہ پر تھے۔ خلیج کی جنگ کے بعد اوسلو میں ایک خفیہ ڈیل کے نتیجہ میں فلسطینی اتھارٹی قائم کی گئی اور فلسطینیوں کو ان کی اپنی زمین پر بے یارومددگار چھوڑ دیا گیا۔ اس ڈیل کو تمام ذرائع ابلاغ میں ایک مثبت کاوش اور امن کوشش کے طور پر رپورٹ کیا گیا اور دنیا کے سامنے معاہدے کی وضاحت نہیں کی گئی۔

دنیا بھر میں ہائی جیکنگ کو سب سے بڑا جرم سمجھا جاتا ہے خصوصا ۱۱ستمبر کے بعد اسے بہت سنگین قرار دیا جارہا ہے ۔تاہم روگ اسٹیٹ (roque state) میں ولیم بیلم نے اس امر کی نشاندہی کی ہے کہ گذشتہ برسوں میں کیوبا کے طیارے اور کشتیاں اغوا کرنے کے متعدد واقعات ہوئے جو امریکہ لے جائے گئے۔ یہ واقعات بندوق سے چاقو تک کی نوک پر ہوئے جن میں کم از کم ایک قتل بھی شامل ہے لیکن امریکہ نے ایک کے سوا کسی ہائی جیکر کے خلاف اس جرم میں کاروائی نہیں کی کیونکہ تمام ہائی جیکرز کاسترو کے مخالف تھے۔

ہیٹی کے آمر مطلق جنرل پرسپر ایوارل (general prosper avril) اپنے تشدد سے زخمی ہونے والے لہولہان افراد کو ٹی وی پر دکھانا پسند کرتے تھے۔ جب ان کی حکومت کا تختہ الٹا گیا تو انہیں حکومت امریکہ فلوریڈا لائی۔ اسی طرح ہیٹی کے بدنام زمانہ ڈیتھ اسکواڈ کا قائد ایمانوئل کونسٹینٹ (emanuel constant) نیویارک میں رہائش پذیر ہے۔اس ٹھگوں کا ٹولہ کے اعضا کاٹ دیا کرتا تھا۔ چلی کے حکمران سلواڈور ایلنڈے (saivador allende) کی حکومت ختم کرنے کے بعد ان پر تشدد اور قتل کی ذمہ دار ملٹری اسکواڈ کے ایک رکن ارمانڈو فرنانڈس لاریوز (amando fernandez laios) بھی میامی میں مقیم ہیں۔

افغانستان میں واقع القاعدہ کے تربیتی کیمپوں کے بارے میں بہت کچھ کہا جاتا ہے لیکن یہ جارجیا میں چلنے والی دہشت گردی کی بین الاقوامی یونیورسٹی فورٹ بیننگ (fort benning) کے مقابلے میں کنڈر گارٹن (k.g) ہے۔ امریکی اسکول کے نام سے معروف اس ادارے میں اب تک لاطینی امریکہ کے تقریبا ۶۰

ہزار فوجیوں، پولیسوں، ارکان اسمبلی، سراغ رساں اداروں کے ایجنٹوں کو تربیت دی جا چکی ہے گوئٹے مالا میں لیوکا گارشیا، یوس مونٹ اور مہجیا وکٹرز کی نسل کش حکومتوں کے چالیس فیصد وزراء اسی ادارے سے فارغ التحصیل تھے۔

انڈونیشیا کے دارلحکومت جکارتہ پر پرواز کے دوران مجھے اس حقیقت کا ادراک کرنے میں بلکل دقت نہیں ہوئی کہ یہ اسی ملک کا شہر ہے جس پر عالمی بینک کا نسخہ آزمایا جارہا ہے۔ یہ ملک بھی دنیا بھر میں جاری درس'' گلوبلا ئیزیشن'' کا مثالی طالب علم ہے۔ پانچ برس قبل اسے عالمی بینک نے یہ نسخہ عطا کیا تھا۔ اس کے چند ہفتوں بعد ہی دنیا بھر سے قلیل المدت سرمایہ نے اس ملک کا رخ کیا۔ سٹاک مارکیٹ اور کرنسی مارکیٹ کریش ہوگئی اور غریبوں کی تعداد ۷۰ ملین (۷ کروڑ) تک پہنچ گئی۔ اگلے برس یعنی ۱۹۹۸ء میں جنرل سوہارتو کو مستعفی ہونے پر مجبور کردیا گیا۔ وہ تقریباً پندرہ ارب ڈالر اپنے ساتھ لے گئے۔ یہ رقم انڈونیشیا پر واجب الادا قرضوں کا ۱۳ فیصد تھی۔ جس کا بیشتر حصہ عالمی بینک سے لیا گیا تھا۔

جکارتہ شہر کو چاروں طرف سے نہایت جدید ایکسپورٹ پروسیسنگ زونوں (epzs) نے گھیرا ہوا تھا۔ ان میں سینکڑوں کمپنیاں قائم تھیں جن میں غیر ملکی کمپنیوں کے لئے اشیا تیار کی جارہی تھیں۔ ان کمپنیوں میں تیار ہونے والے کپڑے برطانیہ کی گلیوں میں ایک سو پونڈ فی جوڑا کے نرخ پر فروخت ہوتے ہیں۔ آسٹریلیا اور امریکہ وغیرہ کے تجارتی مراکز میں بھی ان کی قیمیں ایسی ہی ہیں لیکن ان فیکٹریوں میں کام کرنے والے کارکنان کو صرف ۷۲ پنس یومیہ مشاہرہ ملتا ہے جو تقریباً ایک امریکی ڈالر کے مساوی ہے۔ یہ انڈونیشیا میں کم سے کم سرکاری اجرت ہے۔ حکام کے مطابقہ یہ رقم کسی فرد کی زندگی گزارنے کے لئے درکار رکم سے کم رقم کا بھی نصف ہے۔ کارکنان کو جوتے کے خوردہ نرخ کا تقریباً ۴ فیصد ملتا ہے جس سے جوتے کے تسمے بھی نہیں خریدے جا سکتے۔

اس تمام صورتحال کے باوجود کارکن خود کو نہایت خوش قسمت سمجھتے ہیں کہ انڈونیشیا میں روزگار میسر ہے۔ مجھے لندن کا خریدار سمجھتے ہوئے ایک فیکٹری کا دورہ کرا گیا۔ اس

فیکٹری میں امریکہ اور برطانیہ کے صارفین کے لئے کپڑے تیار کئے جارہے تھے۔ تقریباً ایک ہزار نوجوان خواتین سخت گرمی اور نہایت تیز روشنی میں مشینوں کی طرح کام میں مصروف تھیں صرف بالائی منزل پر ائیر کنڈیشنر چل رہا تھا جہاں تائیوانی مالکان موجود تھے۔ وہاں پر جس چیز نے مجھے انجانے خوف سے دوچار کیا وہ ان خواتین کارکنان کی سخت محنت و مشقت تھی۔ ہر ایک کو زیادہ پیداوار کا جنون تھا اور ہر طرف اداسی چھائی ہوئی تھی۔ ہر چہرے پر خاموشی تھی۔ نگاہیں نیچی اور ہونٹ کسی روبوٹ کی طرح ہل رہے تھے۔ خواتین کو اوقات کار کے انتخاب کی آزادی نہیں ہے۔ انہیں مسلسل ۳۶ گھنٹے بھی کام کرنا پڑتا ہے۔ اس دوران مجھے یقین دہانی کرائی کہ اگر

میں آخری میں آخری لمحہ بھی خریداری کا آرڈرردوں گا تو وہ پورا کردیا جائے گا۔اس مقصد کے لئے کارکنان کو روک لیا جائے گا۔ بعدازاں میں خوفیہ طور پر ان کارکنان سے ملا۔انہوں نے مجھے بتایا کہ اگرآپ کو بیت الخلاء جانے کا موقع مل جائے تو یہ بھی بہت بڑی خوش قسمتی کی بات ہوتی ہے۔ہم سے جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا ہے اورایک لفظ بھی بولنے کی اجازت نہیں ہے۔ میں نے اس دوران انہیں بتایا کہ یہ کمپنی دعوی کرتی ہے کہ اس نے ایک ضابطہ اخلاق بنارکھا ہے جو کارکنان کے حقوق کا تحفظ کرتا ہےتو انہوں نے کہا کہ ہم نے کبھی ایسا کوئی ضابطہ اخلاق نہیں دیکھا۔ بیرون ملک سے آنے والے افرادصرف کوالٹی کنٹرول اور پیداوار میں دلچسپی کا اظہارکرتے ہیں۔انہوں نے حالات کار کے بارے میں کبھی دریافت نہیں کیا۔حتی کہ کبھی ہماری طرف دیکھنے کی زحمت بھی گوارانہیں کی۔

ِ الَّذِیۡنَ کَانَتۡ اَعۡیُنُھُمۡ فِیۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِکۡرِیۡ/ وَکَانُوۡا لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَمۡعًا (۱۰۱)
وہ کہ جن کی آنکھیں پردے میں تھی میری یاد سے ......اوروہ سن بھی نہیں سکتے تھے

وہ کہ جن (آج کے چلتے ہوئے mainstream society کا شعوری حصہ ہیں اوراسی میں پھیل پھول رہے ہیں اوردراصل جہنم والوں کے جیسا طرززندگی life style گزاررہیں ہیں، ان کی) آنکھیں پردے میں تھی میری یاد سے ......اوروہ سن بھی نہیں سکتے تھے(حق کی صدا)

دنیا کی حقیقت آنکھیں رکھتے ہوئے نہ دیکھنے والے، کان رکھتے ہوئے حق کی صدا نہ سننے والے،قلب رکھتے ہوئے اس کو گناہوں سے زنگ آلود کرنے والے، اس دنیا خصوصاً آکری دجالی دور کی چکاچوند والے۔ جیسے بکرے بکریوں کا ریوڑ۔جیسے سورۃ الاعراف میں آیا ہے وَلَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَهَنَّمَ کَثِیۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ ز صلے/ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا یَفۡقَهُوۡنَ بِهَا ز/ وَلَهُمۡ اَعۡیُنٌ لَّا یُبۡصِرُوۡنَ بِهَا ز/ وَلَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا یَسۡمَعُوۡنَ بِهَا ط/ اُولٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ ط/ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ/ اوریقیناً ہم نے پھیلا دیئے ہیں دنیا کے لیے جن اورانسانوں میں سے ......ان کے دل ہیں لیکن وہ ان سے سمجھتے نہیں ہیں ......ان کی آنکھیں ہیں لیکن وہ ان سے دیکھتے نہیں ہیں ......ان کے کان ہیں لیکن وہ ان سے سنتے نہیں ہیں ...... یہ لوگ چوپایوں کی مانند ہیں ...... بلکہ ان سے گئے گزرے ہیں ...... یہی وہ لوگ ہیں جو کہ غفلت میں ہے (۱۷۹) المیہ یہ ہے کہ علمائے سوءاوررہنمائے امت اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔اوران کے تعلقات ہیں دشمنوں سے۔

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِىْ مِنْ دُوْنِىْٓ اَوْلِيَآءَط/اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا / (۱۰۲)

تو کیا سمجھا ہے ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا ...... کیا وہ بنا لیں گے میرے بندوں کو میرے مقابلے میں حمایتی ...... بے شک ہم نے جہنم کو تیار کر دیا کافروں کے لئے بطور مہمانی

تو کیا سمجھا ہے ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا (جنہوں نے وحی کو جھٹلایا، قرآن واحادیث کو) ...... کیا وہ بنا لیں گے میرے بندوں کو میرے مقابلے میں حمایتی ...... بے شک ہم نے جہنم کو تیار کر دیا کافروں کے لئے بطور مہمانی (اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلے میں وہ کافروں کو ساتھی بناتے ہیں)

جب یہود اور عیسائی اتحاد دنیا پر قابض ہو جائیں گیں، اپنا نظام غالب کر دیں گیں، جو کہ دراصل یاجوج اور ماجوج اور دالی نظام ہے اور اپنی طاقت استعمال کرتے ہوئے پوری دنیا کے اطراف اور اجتماعی اور انفرادی زندگیوں میں دھوکہ ہی دھوکہ پھیلا دیا ہے تا کہ مسلمانوں کو ایمان سے بھٹکا دیں اور صراطِ مستقیم سے منحرف کر دیں۔ اور ایمان والے لازماً مقابلہ کریں گیں۔ کیوں کہ

(بحوالہ اسلام اور تہذیبِ مغرب کی کشمکش، ایک تجزیہ، ایک مطالعہ۔ ڈاکٹر محمد امین) مسلمانوں کا ایک دین ہے ،مخصوص عقائد ہیں اور ایک خاص ورلڈ ویو world view (تصور انسان، تصور کائنات اور تصور الہ) ہے جو انہیں ایک امتیازی نظریہ حیات عطا کرتا ہے۔ ان مخصوص فکری اساسات کی بنیاد پر ان کا ایک خاص طرز زندگی تشکیل پاتا ہے اور ان کی اجتماعیت اور تہذیب وثقافت کی عظیم الشان عمارت وجود میں آئی ہے۔ اس ئے وہ دوسرے افراد اور قوموں سے الگ اپنا منفرد مقام اور مخصوص وجود اور پہچان رکھتے ہیں۔ وہ نہ تو کسی دوسرے ایسے معاشرے میں ضم ہو سکتے ہیں اور نہ اس کے زیر تسلط رہ سکتے ہیں جس کا دین، جس کی فکر جس کا ورلڈ ویو اور جس کی تہذیب وثقافت ان کے دین اور ان کی تہذیب کے متضاد ہو۔

یہی وہ فکری اور عملی اساس ہے جس کا اظہار اس حقیقت کی صورت میں ہوا کہ جاہلی معاشرے میں قیادت کی پیشکش ٹھکراتے ہوئے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھی اور مدینے کی اسلامی ریاست کی تشکیل کی۔

مسلمان اپنے عقیدے کی بنیاد پر ایک قوم ہیں اور مغرب کا نظریہ قومیت جو علاقے، زبان، رنگ اور نسل کی اساس پر قومیت کی تشکیل کرتا ہے، اس کا اطلاق مسلمانوں پر نہیں ہوتا۔ اور اسی وجہ سے اسلام میں ہجرت کا تصور

دیا گیا ہے کہ اگر مسلمان کسی جگہ کفار کے تسلط اور جبر کی وجہ سے اپنے عقائد وافکار کے مطابق زندگی نہ گذار سکیں تو یہ علاقہ چھوڑ کر کسی ایسی جگہ چلے جائیں جہاں وہ اپنے عقائد وافکار کے مطابق زندگی بسر کر سکیں خصوصا اگر کوئی مسلم ریاست ایسی ہو جہاں انہیں یہ آسانی میسر ہو تو ان پر واجب ہے کہ وہ اس کی طرف ہجرت کریں۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے ان مسلمانوں کے ایمان کی نفی کی جنہوں نے مدینے کا اسلامی مرکز قائم ہو جانے کے بعد اس کی طرف ہجرت نہ کی اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان فقہا کسی شدید مجبوری یا کسی ضروری دینی مصلحت کے بغیر اسلامی معاشرے (دارالاسلام) کو چھوڑ کر غیر اسلامی معاشرے (دارالکفر) میں جا کر بسنے کی ممانعت کرتے ہیں مبادا کہ ان کا وجود اور ان کی پہچان (identify) خطرے میں پڑ جائے یا اپنے معتقدات پر عمل کرنے میں انہیں وقت پیش آئے۔

اور یہ بات بھی واضح ہے کہ مسلمانوں کا دین انہیں دنیا وآخرت دونوں میں کامیابی کی ضمانت دیتا ہے۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ اسلام کا مقصود ومنتہا آخرت میں اللہ کی خوشنودی ہے۔ انسان اللہ کا عبد بندہ یعنی اور غلام ہے۔ اور اس کا کام یہ ہے کہ دنیا کی زندگی اللہ کے احکام کے مطابق گزارے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو آخرت میں اللہ کی خوشنودی اور اس کی نعمتوں سے متمتع ہوگا اور اگر دنیا کی زندگی اللہ کے احکام کی خلاف ورزی میں گزارے گا تو اس کی ناراضی مول لے گا اور سزا کا مستحق ٹھرے گا۔

اسی طرح قرآن وسنت کی تعلیمات مسلمانوں کو یہ یقین دہانی بھی کراتی ہیں کہ اگر وہ بحثیت قوم اور معاشرہ اس دنیا میں اللہ کے راستے پر چلیں تو دنیا وی کامیابی ان کے قدم چومے گا اور انہیں دنیا میں بھی عزت وقار، کامیابیا ورخوشحالی ملے گی۔ جب کہ اللہ کی اطاعت کے نتیجے میں آخرت کی کامیابی تو حتمی ہے ہی۔

قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُمۡ بِالۡاَخۡسَرِيۡنَ اَعۡمَالًا / (۱۰۳)

اے نبی ﷺ ان سے کہئے کہ ہم تمہیں بتائیں کہ وہ کون ہیں جو سب سے زیادہ خسارے میں ہے اپنے عمل کے اعتبار سے

اَلَّذِيۡنَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا / وَهُمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ يُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا / (۱۰۴)

وہ لوگ یہ بھٹک گئی جن کی محنتیں دنیا ہی کی زندگی میں ...... جبکہ وہ سمجھتے یہ ہیں ...... کہ وہ بہت ہی عمدہ کام کر رہے ہیں کاریگری کے اعتبار سے

کیوں کہ انھوں نے اپنی پوری زندگی، اپنی تمام محنت سراب پر لگا لی اور اس بات کا زعم بھی رہا کہ ان سے بڑا عقلمند کوئی نہیں ہے۔

پوری دنیا میں یک چشمی گوری مغربی تہذیب اور اس کے رنگدار غلام نے فساد مچا کر رکھا ہے۔ انھوں نے پچھلی تمام تہذیبوں کو ختم کر دیا ہے، ہزاریوں زبانیں مفقود ہوگئی ہیں۔ اور اسلام کے پیچھے اب پڑے ہوئے ہیں، مخالف تو پہلے سے تھے مگر اب متحدہ یک مقصدی ایجنڈہ ہے۔ انھوں نے صدیوں کی تہذیبیں اور زبانیں ختم کر دی ہیں۔ نوملین سے زائد ریڈ انڈ ینز کو قتل کیا ہے۔ ۵۰ لاکھ سے زاید افریقی مسلمانوں کو ختم کیا ہے۔ محض پانچ سالوں میں ۱۵ لاکھ سے زاید عراق مے رہنے والے مسلمانوں کو شہید کیا ہے۔ افغانستان کی زمین زہر آلود کر دی ہے۔
مثلاً: فساد فی لارض کا ایک رخ اور ایک فاعل، www.ummat.net گلوبل پالیسی فورم
امریکہ 1797ء سے جارحیت کر رہا ہے۔ گلوبل پالیسی فورم
پالیسی فورم کے نام سے ایک تحقیقی رپورٹ گزشتہ دنوں شائع ہوئی جس میں 1797 سے لے کر اب تک امریکہ کی جانب سے بیرونی ممالک پر فوجی یا خفیہ حملوں کی تفصیل درج کی گئی ہے۔ امریکہ نے عراق کو 90 کی دہائی میں اس بنا پر روندا کہ عراق نے بیرونی مداخلت کا ارتکاب کرتے ہوئے کویت کو نشانہ بنایا۔ اسی طرح 11 ستمبر کے واقعات کو بنیاد بنا کر افغانستان پر امریکہ اس لئے حملہ آور ہوا کہ گویا القاعدہ نے افغانستان کو نہ صرف یرغمال بنایا ہوا تھا بلکہ ''ٹوئن ٹاورز'' سمیت دیگر حملوں کی ذمے دار بھی القاعدہ ہے۔ زیرنظر رپورٹ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض ممالک کو دیگر ممالک کے اندر مداخلت کرنے کی بنا پر سبق سکھانے والا امریکہ خود اب تک کتنے ممالک میں مداخلت اور جارحیت کا مرتکب ہے۔ اگر چہ مذکورہ تحقیقی رپورٹ انتہائی طویل ہے تاہم اس میں جنگ اول اور دوئم کے دوران امریکی کارروائیوں کی تفصیل درج نہیں ہے۔
گلوبل پالیسی فورم کی رپورٹ کے مطابق 1797 سے 1800 عیسوی کے دوران فرانس کے خلاف غیر اعلانیہ امریکی جنگ، جس کے دوران امریکی بحری فوج پورٹو پلاٹا میں داخل ہوگئی تھی۔ 1801 سے 1805ء کے دوران ٹریپولی (موجودہ لیبیا) کے ساتھ جنگ ہوئی۔ جسے بربریت پر مبنی پہلی جنگ قرار دیا جاتا ہے۔ 1806ء کے دوران ہسپانی میکسیکو میں امریکی فوجی دریائے ریوگرانڈ میں داخل ہو گئے۔ 1806ء سے 1810ء کے دوران ہسپانوی اور فرانسیسی کریبین میں امریکی سمندری جنگی کشتیوں نے ہسپانیہ اور فرانسیسی تجارتی کشتیوں پر حملے کئے۔ 1810ء کے دوران امریکی فوج نے مغربی فلوریڈا پر قبضہ کیا جو کہ ہسپانیہ کا علاقہ تھا۔ 1812ء میں مشرق فلوریڈا ہسپانیہ میں امریکی فوج نے جزیرہ امیلیا کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ 1812ء

میں برطانیہ کے خلاف امریکہ کی جانب سے بحری اور زمینی کاروائیاں کی گئیں۔ 1813ء کے دوران جزیرہ مار کوٹیس میں امریکی فوج نے داخل ہوکر کا ہیوا کے علاقے کو اپنے قبضے میں لے کر پیسیفک میں اپنا پہلا بحری اڈا قائم کرلیا۔ 1814ء کے دوران امریکی فوجیوں نے مشرق فلوریڈا میں موجود پینسا کولا پر گرفت مضبوط کی ۔ 1814ء سے 1825ء کے دوران امریکی فوجیوں نے فرانس، برطانیہ اور اسپین کے کیرابین میں ان ممالک کے خلاف بحری جنگ لڑی اور ان کی کشتیوں پر حملے کرتے رہے۔ 1815ء کے دوران امریکی فوج نے کیپٹن اسٹیفن ڈیکیٹر کی زیر قیادت شمالی افریقہ میں الجزائر اور تریپولی کے مقام پر دوسری بڑی جنگ لڑی ۔ 1816ء سے 1819ء کے دوران امریکی فوج نے اسپین کے نیکولیسکلا اور جزیرہ ''امیلیا سمیت دیگر اسٹر یٹجک مقامات کو نشانہ بنایا۔ 1822ء سے 1825ء کے دوران ہسپانوی کیوبا اور پورٹو ریکو کے مختلف شہروں پر امریکی بحری فوجیوں نے حملے کئے۔ 1827ء کے دوران یونان کے ارجنٹائر، میلو کی اور اندراس لے جزیروں پر امریکی فوج نے جارحیت کی۔ 1831ء کو امریکی فوج نے جنوبی اٹلینٹک کے فاکلینڈ اور ملونیس کے جزیروں پر حملے کئے۔ 1832ء کے دوران امریکی فوج نے ہالینڈ کے ایسٹ انڈیز اور سوماترا پر حملے کئے ۔ 1833ء کو امریکی فوج نے ارجنٹائن کے بنیس آئرلیس میں گھس کر مقامی جنگجوؤں کے خلاف جنگ کی ۔ 1835ء سے 1836ء کے دوران امریکی فوج مقامی شورش کو دبانے کے لئے دوبارہ پیرو میں داخل ہوگئی ۔ 1836ء میں میکسیکو میں ٹیکساس جنگ جنگ کے خلاف آزادی کیلئے امریکی فوج نے مدد کی۔ 1837ء میں کینیڈین سرحد پر سمندری حادثے کے نتیجے میں جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی۔ 1838ء میں امریکی فوج ہالینڈ کے ایس انڈیز میں سوماترا کے مقام پر داخل ہوگئی۔ 1840 سے 1841ء تک امریکی فوج اور بحری دستے فجی میں موجود رہے۔ 1841ء کو امریکی فوج ساموا میں داخل ہوگئی اور اپنی بحری فوج کو بھی تعینات کردیا ۔ 1842ء کو امریکی فوج نے کچھ عرصے کے لئے میکسیکو کے مونٹری اور سینڈیا کے شہروں پر قبضہ جمائے رکھا ۔ 1843ء میں امریکی بحری فوج نے چین کے کینٹون پر چڑھائی کی۔ 1843ء کے دوران آئیوری کوسٹ میں امریکہ نے اپنے فوجیوں کو داخل کردیا۔ 1846 سے 1848ء کے دوران میکسیکو کے خلاف فیصلہ کن جنگ چھڑ گئی جس کے بعد مکسیکو نے اپنی زمین کا آدھا حصہ معاہدہ گاڈلوپ ہیڈلگو کے تحت امریکہ کے حوالے کردیا ۔ 1849ء کو امریکی بحری فوج سلطنت عباسی (ترکی) کے علاقے سمیرنا کی جانب روانہ کردی گئی۔ 1852ء سے 1853ء میں امریکی بحریہ ارجنٹائن کے بونیس میں موجود رہی۔ سن 1854ء کو امریکی فوج نے نیکاراگوا کے شہرسین ژوان ڈیل نارٹ پر بمباری کی جبکہ اپنے بحری دستے کو یہاں پر تعینات کرنے کے بعد اس شہر کو جلادیا ۔ 1854ء کو امریکی بحری دستہ جاپان کے یوکوہاما میں متعین کردیا گیا۔ 1855ء میں امریکی بحریہ یوروگوائی

کے مونٹ ویڈیو کے مقام میں داخل ہوگئی۔ 1856ء کو امریکی بغریہ کولمبیا (پاناما کے علاقے) میں بغاوت کو کچلنے کی غرض سے داخل ہوگئی۔ 1856ء کو امریکی بحریہ چین کے علاقے کانٹو میں داخل ہوگئی۔ 1856ء میں امریکی بحریہ نے ہاوائی کے تین چھوٹے جزیروں جارو، اور ہاولینڈ پر قبضہ جمالیا۔ 1857ء میں نیکاراگوا میں امریکہ نے اپنی بحری فوج داخل کی۔ 1859ء میں پاراگوائی میں امریکی فوج کثیر تعداد میں داخل ہوگئی ۔ 1859ء میں امریکی فوج چین کے شنگھائی میں داخل ہوگئی۔ 1859ء میں امریکی فوج مکسیکو کے شمالی علاقے میں بھی داخل ہوئی۔ 1860ء میں امریکی فوج مغربی افریقا میں پرتگال کے علاقے کیسیمبو میں داخل ہوگئی ۔ 1860ء کو امریکی فوج کولمبیا میں پاناما کے علاقے میں داخل ہوئی۔ 1863ء کے دوران جاپان کے شیمونوسیکی کے علاقے پر چڑھائی کی گئی۔ 1864ء کو جاپان ہی کے علاقے پرو پر چڑھائی کی گئی۔ 1866ء کو کولمبیا کے پاناما میں امریکی فوج نے میٹاموریس پر حملہ کیا جسے کچھ عرصے تک زیر قبضہ رکھا اور بالآخر اسے چھوڑ دیا۔ 1866ء کو چین کے نیو چوانگ پر حملہ کیا گیا جہاں پر امریکی بحریہ داخل ہوگئی۔ 1868ء کو امریکی میرین نیکاراگوا کے مینا گوا اور لیون کے اوسکا، ہیوگو، ناگاساکی، یوکوہاما اونیگاتا کے علاقوں میں مستقر ہوگئی۔ 1871ء کو امریکہ نے کوریا میں اپنی فوجیں داخل کردیں۔ 1876ء میں امریکہ نے میکسیکو کے علاقے میٹاموریس پر دوبارہ قبضہ کیا ۔ 1882ء کو برطانیہ میں فوجیں کردیں۔ 1888ء کو ہیٹی مین امریکی فوجیں داخل کردی گئیں۔ 1889ء کو ساموا کے مقام پر جرمن بحری فوجوں سے معرکہ ہوا۔ 1891ء کو امریکی بحریہ چیلی کے سب سے بڑے ساحلی شہر وال پارایسیو میں داخل ہوگئی۔ 1893ء کو امریکی فوج اور اس کی بحریہ نے واوائی میں داخل ہوکر وہاں پر قائم شاہی نظام کو ختم کردیا۔ 1894ء سے 1896ء کے دوران کوریا میں امریکی فوجیں داخل ہوکر سیول میں مستقر بناتی ہیں۔ 1898ء کو امریکی فوج اسپین سے گوام جزیرہ کو الگ کرکے اپنے دائمی قبضے میں لاتی ہے ۔ 1898ء کو امریکی فوج ہسپانوی کیوبا کو الگ کرتی ہے۔ 1898ء کے دوران امریکہ، فلپائن پر قبضہ کرتا ہے اور اپنی فوج کو یہاں پر ٹھہراتا ہے۔ 1900ء میں امریکی فوج چین کے متعدد شہروں میں مداخلت کرتی ہے ۔ 1903ء کو امریکی مدد پر کولمبیا کے علاقے پاناما میں ایک الگ ملک تشکیل پاتا ہے۔ 1903ء کو امریکی بغری فوج ڈومنکین جمہوریت کے سینٹوڈومینکو میں داخل ہوجاتی ہے۔ 1904ء سے 1905ء کے دوران امریکی بحری فوج کیوبا پر چڑھائی کرکے یہاں کے علاقے گوانتاناموبے نامی جزیرے پر اپنے لئے سمندری اڈا تعمیر کرتی ہے۔ 1908ء کے دوران امریکہ پاناما میں اپنی بحری فوج داخل کردیتا ہے۔ 1911 سے 1944ء تک امریکہ، چین میں اپنی پانچ ہزار فوجوں کی تعیناتی اور 44 جنگی کشتیوں سے چین کے ساحلوں کی نگرانی کرتا رہا۔ 1912ء کو کیوبا کے ہاوانا میں جنگ کے لئے امریکہ نے اپنے فوجی روانہ کئے۔ 1914ء سے 1934ء

کے دوران امریکی فوج ہیٹی پر حملہ آور ہو کر فضائی بمباری کرتی رہتی جبکہ یہاں پر امریکہ نے 19 برسوں تک قیام کیا۔ 1916ء سے 1924ءعیسوی تک ڈومینکن جمہوریت میں فوجی مداخلت کر کے 8 سالہ جارحیت کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ 1918ء 1922ء کے دوران امریکی (بحری) فوج نے روس کے فوجیوں کے ساتھ مختلف مقامات پر کئی لڑائیاں لڑیں۔ 1919ء کو امریکی بحریہ نے یوگوسلاویہ کے ڈیلما ٹیا میں مداخلت کی ۔ 1920ء کے دوران گوا ٹیمالا میں فوجی مداخلت کی گئی۔ 1920ء میں ترکی کے مقام سمیرنا (ایزمیز) میں امریکہ کا کاروائیاں کرتا ہے۔ 1922ء سے 1927ء تک 5 برسوں کے لئے امریکی بحریہ چین کی سمندری حدود میں موجود رہی۔ 1927ء سے 1934ء تک امریکی میرین اور بحریہ پورے چین پر قابض رہتی ہے ۔ 1932ء کو السواڈور میں امریکی بحری فوج کی مداخلت ہوتی ہے۔ 1946ء کے دوران امریکی فوج ایران کے شمالی صوبے میں تعینات کر دی گئی۔ 1947ء سے 1949ء کے دوران امریکی فوج نے یونان میں بغاوت کے خلاف کاروائیاں کیں۔ 1948ء کے دوران اٹلی کے انتخابات میں سی آئی اے نے اہم کردار ادا کیا۔ 1948ء سے 1954ء کے دوران فلپائن میں کمانڈو ایکشن ہوتے رہے، اسے سی آئی اے کی خفیہ جنگ بھی قرار دیا جاتا ہے۔ 1953ء کو سی آئی اے نے ایرانی وزیراعظم محمد مصدق کا تخت الٹ دیا۔ 1954ء میں ویتنام کے اندر رفرانسیسی استعماری فوجوں کو امریکہ نے فوجی، مالی اور لاجسٹک سپورٹ فراہم کی اور پھر بالآخر امریکہ نے یت نام میں بلا واسطہ کاروائی کی۔ 1954ء کے دوران سی آئی نے گوٹے مالا کے صدر جیکو بو اربینز گورمین کا تختہ الٹ دیا۔ 1960ء کے دوران امریکی سی آئی اے کانگو کے وزیر اعظم کو قتل کرنے کی حمایت کرتی رہی۔ 1961ء کے دوران سی آئی اے کیوبا میں پیگ بی کے حملوں کی حمایت کرتی رہی ۔ 1962ء کے دوران کیوبا کا سمندری محاصرہ کیا گیا اور اسے ایٹمی حملوں کی دھمکیاں دی جاتی رہیں ۔ 1963ء کے دوران سی آئی اے نے ایکواڈور کے صدر جوز ماریا کی حکومت کو گرا دیا۔ 1964ء کے دوران امریکی سی آئی اے نے ایک فوجی کاروائی کے ذریعے برازیل میں جوداگولرٹ کی حکومت ختم کر کے جنرل کیسٹیلو برانکو پر بٹھایا۔ 1965ء کے دوران انڈونیشیا میں سی آی اے کے ذریعے فوجی مداخلت کر دی جاتی ہے یہاں پر صرف صدر سوکارنو کو ہٹا کر جنرل سوہارتو کی حکومت کی جاتی ہے۔ 1965ء میں سی آئی اے کی حمایت سے کانگو میں فوجی مداخلت کی جاتی ہے صدر جوزف کساووپورا کو ہٹا کر جوزف مولوٹو کو تخت پر بٹھایا جاتا ہے۔ 1966ء کے دوران سی آئی اے گھانا میں فوجی مداخلت کروا کر صدر کوامی نکروما کا تخت الٹ دیتی ہے ۔ 1969ء سے 1975ء کے دوران سی آئی اے کمبوڈیا میں پرنس سہانوک کے خلاف بحری کاروائیاں کی جاتی ہیں۔ 1973ء کے دوران امریکی سی آئی اے چیلی میں فوجی مداخلت کروا کر صدر سلواڈور الینڈ کو ہٹا کر

جنرل آگسٹو پنوشے کو اقتدار پر فائز کرتی ہے ۔ 1975ء کو امریکی بحری فوج کمبوڈیا میں حکومتی فورسز کے ساتھ جنگ کرتی ہے ۔ 1976ء سے 1992ء تک امریکی فوج اور سی آئی اے انگولا میں مختلف قسم کی کاروائیاں کرتی رہیں ۔ 1981ء کے دوران امریکی بحریہ جمبو جٹ فائیٹرز کے دو جٹ طیارے مار گراتے ہیں ۔ 1981ء سے 1992ء تک امریکی اسپیشل فورسز اور اسی آئی اے السلو وڈور میں بغاوت کے خلاف تین برسوں تک کاروائیاں کرتی رہتی ہیں ۔ 1983ء کو امریکی فوج گرینیڈا میں فوجی مداخلت کرتے ہوئے وہاں داخل ہوتی ہے ۔ 1984ء کو خلیج فارس کے مقام سے امریکی بحریہ ایرانی کے ۲ جٹ طیاروں کو مار گراتی ہے ۔ 1986ء کو امریکی طیارے لیبیا کے دوشہروں تریپولی اور بن غازی پر بمباری کرتے ہیں جہاں پر صدر معمر القذافی کی رہائش گاہ بھی نشانہ بنتی ہے ۔ 1987ء سے 1988ء کے دوران خلیج فارس میں امریکی بحریہ ایران کی کشتیوں پر پابندی لگا دیتی ہے اور ایران کا ایک مسافر بردار طیارہ مار گراتا ہے ۔ 1989ء کے دوران امریکی بحریہ سیدرا کے خلیج پر سے ۲ لیبیائی جنگی طیاروں کو مار گراتی ہے ۔ 1989ء سے 1990ء کے دوران امریکہ ستائیس سو فوجیوں اور بحری طاقت کی بدولت پاناما میں صدر نوریگائی کی حکومت ختم کر دی جاتی ہے ۔ 1990ء کے دوران امریکی فوج لائبیریا میں داخل ہو جاتی ہے ۔ 1990ء سے 1991 کے دوران عراق کے خلاف وسیع فوجی آپریشن کا آغاز ہوتا ہے، امریکی فوج کی جانب سے عراق کا محاصرہ، ہوائی حملے اور کویت کی حدود میں عراقی فوجوں پر حملے ہوتے ہیں ۔ 1991ء سے 2003 تک امریکی فوج کی جانب سے عراق کی فضائی نگرانی ،جبکہ اس مدت میں عراق پر متعدد فضائی حملے بھی کئے گئے ۔ 1992ء سے 1994ء کے دوران امریکہ کی اسپیشل فورسز کاروائی کے لئے صومالیہ میں داخل ہوگئیں ۔ 1992ء سے 1994ء کے دوران نیٹو کی جانب سے سربیا اور مونٹی نیگرو کے محاصرے میں امریکی فوج نے اپنا کردار ادا کیا ۔ 1993ء سے 1995ء کے دوران بوسنیا میں فضائی اور زمینی فورسز کی مدد سے کاروائیاں انجام دی گئیں ۔ 1995ء کے دوران کروشیا کے اجنیا ائیر پورٹ پر حملے کئے گئے ۔ 1996ء سے 1997ء کے دوران امریکی بحریہ ظائیر (کانگو) کے مشرقی علاقے میں کاروائی کے لئے داخل ہوگئی ۔ 1998ء کے دوران سوڈان پر فضائی حملے کئے گئے ۔ 1998ء کے دوران عراق پر مسلسل چار دنوں تک فضائی بمباری ۔ 1999ء کے دوران نیٹو کی جانب سے یوگوسلاویہ پر ہوائی حملوں میں امریکہ نے اہم کردار ادا کیا ۔ 2001ء میں افغانستان پر فضائی اور زمینی حملے ہوئے جہاں سے طالبان حکومت کو ہٹا کر نئی حکومت قائم کر دی گئی ۔ 2003ء کے دوران عراق پر وسیع آپریشن ہوا، فضائی اور زمینی کاروائی کے نتیجے میں صدر صدام حسین کا تختہ الٹ دیا گیا ۔ انہیں پھانسی دلوائی گئی اور ان کی جگہ دوسری حکومت قائم کر دی گئی ۔

زبانیں، تہذیبیں (ماہنامہ ساحل، جون ۲۰۰۵)

گزشتہ تین سو سال کی استعماری تاریخ بتاتی ہے کہ ولندیزی (Dutch)، انگریزی (English)، پرتگیزی (Portuguese)، روسی (Russian)، امریکی (American)، فرانسیسی (French) اور ہندو (Hindus) استعمار نے دنیا میں جہاں بھی قبضے کیے وہاں نوآبادیات قائم کیں اور لوگوں کو غلام بنایا۔ امریکا اور آسٹریلیا کے اصل باشندوں کو وحشی قرار دے کر قتل کر دیا گیا اور ان کی زبانیں مٹا دی گئیں۔ جہاں زبانیں نہیں مٹائی جاسکیں وہاں ثقافتی استعماریت کے ذریعے زبانوں کے رسم الخط کو تبدیل کیا گیا تاکہ ان نوآبادیات کو ان کے عظیم الشان تاریخی ورثہ سے محروم کر دیا جائے۔ اس کے نتیجے میں جب یہ نوآبادیات اپنے تاریخی ورثے کو پڑھنے کے قابل نہ رہیں تو ان کے تاریخی آثار وعجائبات وہاں سے منتقل کر کے ماضی کے اس ورثے سے قائم ایک جذباتی تعلق کو بھی ہمیشہ کے لیے ختم کر کے ان نوآبادیات کے لوگوں کے لیے ان کی تاریخ کو اجنبی بنا دیا گیا۔ اس کی ایک مثال، براعظم آسٹریلیا پر برطانوی قبضے کے بعد، مقامی لوگوں کا اور ان کی زبانوں کا قتل عام ہے۔ ایشیا سے ملحقہ جنوب میں دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ آسٹریلیا واقع ہے جو ایک براعظم بھی ہے۔ زبانوں کے قتل عام پر مبنی علمی وتحقیقی مطالعات سے پتہ چلتا ہے کہ برطانوی استعمار نے نہ صرف اس براعظم کو لوٹا اور اس کے مکینوں کا قتل عام کیا بلکہ ان کی زبانوں کا بھی قتل عام کیا گیا یہ سلسلہ اس علاقے پر برطانیہ کے تسلط سے شروع ہوا اور ہزاروں زبانوں کی تباہی بربادی اور معدومی پر منتج ہوا۔ آسٹریلیا کی تقریباً ۲۶۸ زبانوں میں سے ۲۳۵ زندہ ہیں اور ۳۱ مرچکی ہیں لیکن بقیہ ۲۳۵ زبانیں بھی موت کی دہلیز پر آخری سانسیں گن رہی ہیں۔ ان زبانوں میں صرف چند ہی ایسی ہوں گی جن کے بولنے والے ہزار یا ڈیڑھ ہزار کے قریب ہوں گے لیکن باقی تمام زبانوں کے بولنے والوں کی تعداد تین چار یا دس بیس سے زیادہ نہیں۔ ۱۹۶۰ء میں قائم آسٹریلیائی ادارہ برائے مطالعاتِ باشندگان اصل (Australian Institute of Aboriginal Studies) نے ان مقامی زبانوں پر تحقیق کے کام کا آغاز کیا یہ ادارہ دارالحکومت کینبرا میں ہے۔ یہ ادارہ وقتاً فوقتاً زبانوں کے بچاؤ کے لیے کام کرتا ہے جن میں مختلف زبانوں کو محفوظ کرنا، ان کے نغموں اور لوریوں کو صوتی انداز میں ریکارڈ کرنا وغیرہ شامل ہے۔ دو صدیوں تک زبانوں کا قتل عام کرنے کے بعد ان کی حفاظت کا انوکھا اور اچھوتا خیال جدیدیت اور انسانیت کی عریب وغریب شکل ہے۔ پہلے باشندوں کو قتل کیا گیا جو بچ گئے ان کی زبانوں کو مٹایا گیا اور اب عالمی انسانی وتہذیبی ورثے کے تحفظ کے نام پر زبانوں کی حفاظت کے منصوبوں کے ذریعے اپنی انسانیت کے گن گائے جارہے ہیں۔

براعظم شمالی امریکا کو یورپی مہم جوؤں نے سولہویں صدی کے اوائل میں دریافت کیا۔کولمبس کی آمد کے وقت امریکا میں جولوگ آباد تھے ان کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ وہ بیس تا پینتیس ہزار سال قبل ایشیاء سے امریکا آئے تھے۔ عام طور پر ان لوگوں کو سرخ ہندی کہا جاتا ہے۔کولمبس کی آمد کے وقت موجودہ براعظم شمالی امریکا میں ایک اندازے کے مطابق تقریباً ایک کروڑ ریڈ انڈینس آباد تھے۔گو کہ اندازوں میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ براعظم متحدہ امریکا کی تاریخ کا سیاہ باب یورپی حملہ آوروں اور آبادکاروں کے ہاتھوں اس پوری آبادی کی نسل کشی اوران کی جائیداد اور زمینوں پر زبردستی قبضہ کرنا اوران کو ہتھیانا تھا ایک محتاط اندازے کے مطابق یورپی آبادکاروں نے اٹھارویں اورانیسویں صدی کے دوران شمالی امریکا میں تقریباً ستر لاکھ ریڈ انڈینوں کاقتل کیا تھا۔ اس قتل عام کے لیے ہر ممکن وسائل استعمال کیے گئے اور ہر طریقہ اپنایا گیا۔قتل و غارت گری، آبادیوں میں بیماریوں کا پھیلانا،عورتوں کو زیادتی کا شکار بنانا وغیرہ عام بات تھی۔ دوصدیوں کی قلیل مدت ایک پورے براعظم کی آبادی کوصفحہ ہستی سے مٹادیا گیا اوران کا براعظم ان سے لوٹ لیا گیا۔شمالی اورجنوبی امریکا میں قتل عام کے اس سلسلہ کا آغاز ہسپانیوں نے کیا تھا۔ ہسپانوی مصنف "Tzvetan Todorov" اسے ''انسانی تاریخ کا عظیم ترین قتل عام'' (The greatest genocide in human history) قرار دیتا ہے۔سولہویں صدی کے ہسپانوی پروفیسراور ماہرالھیات Francisco de Vitoria نے اس قتل عام کا جواز ان الفاظ میں بیان کیا تھا۔''سرخ ہندی اس قابل نہیں ہیں کہ وہ نظم ونسق قائم کرسکیں اور حکومت کو اپنے بل بوتے پر چلاسکیں وہ پاگلوں اور وحشی درندوں سے بدتر ہیں اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی غذا وحشی درندوں کی غذا سے کچھ زیادہ بہتر نہیں ہے بلکہ ان کی بے عقلی اور بے وقوفی دوسری قوموں کے بچوں اور پاگلوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔'' مصنف Tzvetan Todorov کے مطابق پروفیسر فرانس کا سولہویں صدی کی ہسپانوی تحریک انسانیت (پرستی) کے اساطین میں شمار ہوتا تھا۔ (One of the Pinnacles of Spanish Humanism In The Sixteenth Century) غرض پروفیسر فرانس کے افکار کے مطابق سرخ ہندی اس قابل نہیں تھے کہ انسان کہلاسکیں اس لیے ان کا قتل عام جائز تھا۔مسئلہ صرف پروفیسر فرانس کا نہیں تھا، جارج واشنگٹن سرخ ہندیوں کو انسانی لباس میں بھیڑیے کہتا ہے کیوں کہ یہ لوگ انسان کہلانے کے مستحق نہیں تھے۔ مارکس کے فلسفے کے مطابق یہ لوگ People without Hisotry تھے۔[اس لیے ان کا قتل عام جائز تھا۔] لاک کے خیال میں :

There is no difference between a buffalo and a native American.

کانٹ کے خیال میں: Blacks are not human they live in woods.

ہیوم نے ایک کالے کو کسی گورے سے نہایت عالمانہ گفتگو کرتے ہوئے دیکھا تو اس نے حیرت کا اظہار کیا کہ کالے اتنے عقل مند بھی ہو سکتے ہیں۔

جب انگریزوں نے ہسپانیوں کے اس مشن کی وراثت پائی تو انھوں نے اس مشن کو ان بلندیوں تک پہنچایا کہ ہسپانیوں کا قتل عام اس کے مقابلے میں ایک معمولی چیز نظر آتا ہے۔ گوکہ اس قتل عام کو جواز دینے کے لیے جو بات کہی گئی وہ وہی تھی جو پروفیسر فرانسس کے مذکورہ بالا اقتباس سے واضح ہوتی ہے۔ جارج واشنگٹن کے مطابق سرخ ہندی انسانی لباس میں بھیڑیے ہیں۔ تہذیب کے قیام میں سدراہ ہیں اور انسانی تہذیب کی بقاء اور قیام کی خاطر ان کا قلع قمع کرنا ضروری ہے۔ گوکہ جواز ایک ہی تھا لیکن امریکا کے انگریز آبادکاروں نے جس درندگی اور جس مہارت کے ساتھ دوسو سال کے اندر پوری نسل کا خاتمہ کیا وہ انہیں کا حصہ ہے۔ اس کی دو وجوہات تھیں۔ ایک کا تعلق درندگی سے ہے دوسری کا مہارت سے ہے۔

جہاں تک مہارت کا تعلق ہے اس میں بھی امریکا میں آباد ہونے والے انگریز، ہسپانوی آبادکاروں سے کئی ہاتھ آگے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امریکا میں آباد ہونے والے انگریز آبادکاروں کو اس قسم کے قتل عام کا وسیع تجربہ تھا۔ شمالی امریکہ میں وحشی، سرخ ہندیوں کے قتل عام سے پہلے انگریز اسکاٹ لینڈ میں ''وحشی'' کیلٹک (Celtic) باشندوں کا قتل عام کر چکے تھے اور کیلٹک قتل عام کے تجربہ سے شمالی امریکا میں بھرپور فائدہ اٹھایا گیا۔ مثال کے طور پر لارڈ کمبرلینڈ (Lord Cumberland) جسے قصاب اسکاٹ لینڈ کہا جاتا تھا اور جسے اسکاٹ لینڈ میں قتل عام کا وسیع تجربہ تھا۔ بعدازاں امریکا گیا اور اس نے اپنے تجربے کو ان نئے ''وحشیوں'' کو ختم کرنے کے لیے استعمال کیا۔ درندگی اور مہارت کے اس امتزاج نے دوسو سالوں میں ایک پوری نسل کا خاتمہ اور ان کے براعظم پر مکمل قبضہ کی شکل اختیار کی جس کی نظیر ساری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ امریکی تحقیق کے تازہ اعداد و شمار کے مطابق یورپی قبضہ سے پہلے شمالی امریکا میں ایک کروڑ سرخ ہندی آباد تھے۔ لیکن دوسو سال کے قتل عام کے نتیجہ میں ان کی تعداد محض بیس لاکھ رہ گئی تھی۔ مؤرخین کے مطابق صرف امریکا میں ۸۰ لاکھ ریڈ انڈین باشندوں کو وحشی قرار دے کر ہلاک کر دیا گیا اور ان کی زبانوں نوہاٹلا (Nauhatl)، یوما (Yuma)، چپوا (Chipewa)، توماہاک (Tomahawk)، موہاک (Mowhawk)، موہابے (Mojave)، نباہو (Navajo)، چوکٹا (Choctow)، پیما (Pima) اور ہوپی (Hopi) وغیرہ کو فنا کر دیا گیا۔ جب نسل ہی باقی نہ رہی تو زبان کے بچنے کا کیا سوال

پیدا ہوتا۔ امریکی ریاست کیلی فورنیا جہاں زبانوں کے کئی بڑے گروہ پائے جاتے تھے وہاں سفاکی اور درندگی کا ایسا مظاہرہ کیا گیا کہ تاریخ نے اس ریاست کا نام جس کا مطلب ہسپانوی زبان میں ''خوابناک سونے کی سرزمین'' تھا، زبانوں کا قبرستان (Cemetery of Languages) رکھ دیا۔ جہاں سترہ بڑے لسانی گروہوں کی دوسو کے قریب زبانیں اور بولیاں بولی جاتی تھیں وہاں آج صرف دو زبانیں باقی رہ گئی ہیں۔ یہ تاریخ ساز کارنامے ان قوموں نے انجام دیے جنھیں اس بات پر فخر ہے کہ وہ دنیا میں انسانی حقوق کے سب سے بڑے علمبردار ہیں اور انسانیت کی جتنی خدمت انھوں نے انجام دی وہ خدمت کوئی اور انجام نہ دے سکا۔

اطالوی استعمار نے ایتھوپیا، صومالیہ، لیبیا پر قبضہ کیا۔ مقبوضات میں عربی رسم الخط کو ختم کر کے لاطینی رسم الخط جبراً نافذ کیا۔ لیبیا پر سرکاری زبان کے طور پر اطالوی زبان کا جبراً نفاذ کرایا گیا۔ ایتھوپیا کی زبان Amheric میں جبراً اطالوی الفاظ داخل کیے گئے۔ مگر یہ کوشش ناکام ہوئی۔ یہ افریقہ کی واحد سامی النسل زبان تھی جو محفوظ رہی۔ اب لیبیا میں عربی زبان نافذ ہے اطالوی زبان ختم ہوگئی۔ صومالیہ میں عربی اور صومالی زبانیں آج بھی موجود ہیں۔

زائرے (Zaire) پر بیلجیئم کا قبضہ ہوگیا۔ اس کا نام بلجین کانگو رکھا گیا اور یہاں کی زبان بھی تبدیل کر دی گئی۔

الجزائر فرانس کی نوآبادیات تھا، زائر میں بنتو زبانیں ہوتو اور تتسی بولی جاتی تھیں لیکن جبراً یہاں کی سرکاری زبان فرانسیسی قرار دی گئی۔ الجزائر میں بھی فرانسیسی کو جبراً سرکاری زبان قرار دیا گیا۔ پانڈیچری، مدغاسکر، سینی گال اور مغرب اقصی فرانس کی نوآبادیات بن گئیں۔ یہاں فرانسیسی زبان کو سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مقامی زبانوں کو بھی زندہ رکھا گیا۔ براعظم افریقہ میں عربی کی آمیزش کے ساتھ جو فرانسیسی بولی جاتی ہے اسے کریپو (Crepus) کہتے ہیں۔ یہاں پر فرانسیسی زبان نے عربی کا اثر قبول کیا۔

ولندیزیوں نے انڈونیشیا پر قبضہ کیا تو وہاں کی زبان پر جبراً اثر انداز ہوئے۔ Bahasa کا رسم الخط عربی سے جبراً لاطینی میں تبدیل کیا گیا۔ بہاسا زبان ملایو پولی نیشیا اور سنسکرت زبان کا سنگم ہے۔ قبول اسلام کے بعد اس کا رسم الخط فطری طور پر عربی ہوگیا تھا۔

جاوا جزیرے کی بوگونی اور بالینی زبانوں کے خود ساختہ رسم الخط تھے۔ یہ جزیرے دو مختلف مذاہب بدھ مت ہندومت اور ثقافتوں کے مراکز تھے۔ ولندیزی استعمار نے انھیں بھی جبراً تبدیل کرنے کی کوشش کی۔ جزائر کیبرین پر ولندیزیوں کا قبضہ ہوا تو یہاں افریقی لوگوں کو بسایا گیا اور ٹاکی ٹاکی اور پولس موٹو زبان متعارف کر کے لاطینی زبان و رسم الخط کا نفاذ کیا گیا۔ ہالینڈ کے استعمار کا جنوبی افریقہ پر قبضہ رہا وہاں زولو اور سوتھو زبانیں

بولی جاتی تھیں۔ ولندیزی، انگریزی اور جرمن الفاظ داخل کر کے اس کا نام بھی افریکانز کر دیا گیا۔ اب یہ ایک انڈو یوروپی زبان بن گئی ہے۔

ڈچ استعمار نے سوری نام (جنوبی امریکہ) پر قبضہ کیا تو اردو، ہندی، تامل زبانوں کا رسم الخط لاطینی کر دیا گیا اور اس ملک کا نام ہالینڈ نے ڈچ گیانا رکھا تھا جسے اب سوری نام میں بدل دیا گیا ہے۔

پرتگالی استعمار گوا پر قابض ہوا۔ گوا بے جاپور ریاست کا حصہ تھی یہاں قبضے کے بعد کوکنی زبان کے عربی رسم الخط کو ختم کر کے لاطینی رسم الخط نافذ کیا گیا۔ برازیل پر قبضہ کر کے وہاں بھی پرتگالی زبان جبراً رائج کی گئی۔

روسی استعماریت نے تمام مسلمان مقبوضات کے رسم الخط عربی سے سریلی (Cyrillic) میں تبدیل کر دیئے۔ ازبک اور یغور زبانیں جن کا ادب ترک اقوام کا زریں ادب کہلاتا تھا انھیں دانستہ فراموش کر دیا گیا۔ لیکن عیسائی ریاستوں آرمینیا اور جارجیا کے معاملے میں روسی استعمار نے مذہبی تفریق کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کا قدیم رسم الخط برقرار رکھا کیوں کہ اس رسم الخط میں عیسائیوں کا صدیوں پرانا علمی و تحقیقی اور تاریخی و ثقافتی ورثہ محفوظ تھا۔ روس نے جارجیائی زبان کو ایک اور رسم الخط جسے ''خط سوری'' کہتے ہیں لاگو کرنے کی آزادی اور اجازت دی جو سریلک رسم الخط سے انتہائی مختلف اور منفرد تھا۔ یہ فراخ دلی روسی استعمار نے عیسائیت کے لیے اختیار کی لیکن مسلمانوں کو اس فراخ دلی سے کوئی حصہ نہ مل سکا۔

زبانیں صرف مرتی ہی نہیں ماری بھی جاتی ہیں، قتل بھی ہو جاتی ہیں، انھیں مٹا دیا جاتا ہے لیکن صفحۂ ہستی سے نہیں مٹایا جا سکتا، اگر زبان بولنے والوں کو اپنی زبان سے محبت ہو، عبرانی زبان کو مٹنے اور مٹانے کی ایک طویل تاریخ ہے لیکن اسے زندہ کرنے کی بھی ایک سنہری تاریخ ہے جو مٹنے والی زبان بولنے والوں کو ماتم کرنے اور گریاں کناں ہونے کے بجائے حوصلے اور ہمت کی نئی کہانی سناتی ہے۔ کسی قوم اور ملت کے فرد میں اپنی زبان سے محبت کی ایک ننھی سی چنگاری بھی زندہ ہے تو یہ چنگاری کبھی بھی شعلہ بن سکتی ہے۔

اسرائیلیوں نے اپنے محکم ایمان اور اپنے پیہم عمل کی بدولت اپنی مذہبی زبان عبرانی کو موت کے چنگل سے رہائی دلا کر نئی زندگی بخشی۔ ۱۹۴۸ء ہی میں عبرانی کو اسرائیل کی سرکاری زبان بنا دیا۔ صرف پانچ برس بعد ۱۹۵۳ء میں اسرائیلی پارلیمینٹ کے ایک فرمان (Act) کی رو سے عبرانی زبان کی مجلس کا درجہ بڑھا کر اسے اکادمی کا نام دے دیا۔ [۴۳]

عبرانی تقریباً ۲۳۰۰ سال تک یہودی عوام کی بول چال کی زبان تھی۔ اس کا زوال اس وقت شروع ہوا جب ۵۸۶ قبل مسیح میں بابل کے شہنشاہ نبوشا دنظر (Nebuchadnezzer) نے یروشلم فتح کیا۔ یہودیوں کے

معبدِ اول (First Temple) کو تباہ کر دیا اور یہودیوں کی غالب آبادی کو غلام بنا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ بابلی سلطنت عظمیٰ (Babylonian Empire) کی مروجہ، رسمی (formal) زبان آرامی (Aramaic) تھی جسے جلا وطنی میں یہودیوں نے اپنا لیا۔ اس طرح عبرانی یہودیوں کی بول چال کی زبان کے طور پر ختم ہونے لگی۔ آرامی بھی ایک شمال مغربی سامی (Semitic) زبان ہے، جو عبرانی سے بہت مماثلت رکھتی ہے۔ چند عشروں (دہائیوں) کے بعد ایرانی شہنشاہ سائیرس (Cyrus) نے بابلی سلطنت پر قبضہ کرلیا تو آرامی (Aramaic) زبان کو سرکاری زبان کے طور پر رائج کیا۔[۴۴]

نوبل انعام یافتہ ہسپانوی ادیب کامیلیو خوسے تھیلا (Camillo Jose Cela) نے پیش گوئی کی ہے کہ اگلی چند صدیوں تک دنیا بھر کے لوگ صرف چار زبانیں استعمال کریں گے۔ یعنی عربی، ہسپانوی، انگریزی اور چینی اس کے سوا تمام زبانیں صرف علاقائی زبانوں کا روپ دھار کر محبت اور شاعری کے لیے رہ جائیں گی۔ عالمگیریت، سرمایہ داری، آزادی اور آزادیٔ اظہار رائے کا طوفان مذاہب، تہذیبوں، ثقافتوں اور زبانوں کے لیے ایک خطرہ بن چکا ہے۔ دنیا بھر کے معاشروں میں کروڑوں سال سے موجود تنوع اور رنگا رنگی، عالمگیریت اور سرمایہ دارانہ ثقافت و تہذیب کے استعماری غلبے کے باعث اپنا وجود کھو رہے ہیں جس کے نتیجے میں زبانیں تیزی سے مر رہی ہیں اور تہذیبیں اپنی شناخت کھوتی جا رہی ہیں۔ مذہب، ثقافت اور تہذیب کے تمام ڈھانچے تیزی سے سرمایہ داری کے سانچے میں ڈھالے جا رہے ہیں یا خود بخود ڈھلنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ مغربی تہذیب کے غلبے کے باعث خاندانی نظام زبردست شکست و ریخت کا شکار ہے۔ خواہشاتِ نفس کی ہر صورت میں تکمیل تہذیبِ جدید کا فلسفہ ہے اور اس فلسفے پر عمل کے باعث خاندان اور قبیلے اپنے قدیم مقامات چھوڑ کر رزق کی تلاش میں ترکِ وطن کر رہے ہیں۔ اعلیٰ معیارِ زندگی کی تلاش کے باعث خاندان دن بدن مختصر ہوتے جا رہے ہیں۔ مختصر خاندان آبادی کے خطرے سے بچنے کے لیے اُمید کی علامت سمجھے گئے لیکن اس کے نتیجے میں زبانوں کو زوال کا سامنا کرنا پڑا۔

أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِمۡ وَلِقَآئِهِۦ / فَحَبِطَتۡ أَعۡمَٰلُهُمۡ فَلَا نُقِيمُ لَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيَٰمَةِ وَزۡنًا / (۱۰۵)

یہ وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے کفر کیا اپنے رب کی آیات کا اور اس کی ملاقات کا ...... پس ضائع ہو گئے ان کے اعمال ...... پس ہم قائم نہیں کریں گے ان کے لئے روز قیامت وزن کو

(وہ یہاں تک چلے گئے ہیں کہ) یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کی آیات کا (اس سلسلے کا مستند اور بلا شک وشبہ ماخذ قرآن پاک ہے اور رسول ﷺ کی احادیث ہیں)۔ یا تو وہ قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں مانتے ہیں یا مانتے تو ہیں مگر اس کی تعلیمات کے مطابق زندگی نہیں گزارتے ہیں) اور اس کی ملاقات کا (روزِ جزا کا)...... پس ضائع ہو گئے ان کے اعمال ...... پس ہم قائم نہیں کریں گے ان کے لئے روز قیامت وزن کو (جہاں وزن کی کسوٹی صرف حق ہو گی)

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا/ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا (١٠٦)
اور یہ کہ ان کا بدلہ ہو گا جہنم ...... بسبب اس کفر کے جو انہوں نے کیا ...... اور انہوں نے میری آیات کو اور میرے رسولوں کو مذاق ٹھہرایا

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ/ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا (١٠٧)
بے شک وہ لوگ جو کہ ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے عمل کیے ...... ان کے لیے ہوں گے فردوس کے باغات ابتدائی مہمانی کے طور پر

(مگر) بے شک وہ لوگ جو کہ ایمان لائے (یعنی اللہ رب العزت پر ایمان ان کے دلوں میں راسخ ہو گئی ہے، زبانی ایمان کے ساتھ قلبی ایمان، قانونی ایمان کے ساتھ حقیقی ایمان کی دولت سے مالا مال ہیں، اور واقعی وہ صرف اور صرف ڈرتے ہیں اور محبت کرتے ہیں تو اللہ رب العزت سے اور اس کے نبی ﷺ کی اتباع کرتے ہیں، نتیجۃً محبت اور نفرت کا پیمانہ ہی بدل جاتا ہے اور یہ مسلک ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والوں سے محبت اور دشمنوں سے دشمنی) اور جنہوں نے اچھے عمل کیے ...... (ان کو ضمانت دیجئے کہ) ان کے لیے ہوں گے فردوس کے باغات ابتدائی مہمانی کے طور پر

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا/ لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا (١٠٨)
وہ رہنے والے ہیں اس میں ہمیشہ ہمیش ...... اور وہ ان میں سے کہیں بھی دور نہ جانا چاہیں گیا

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّىْ / لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّىْ / وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (۱۰۹)

اے نبی ﷺ ان سے کہئے اگر ہو سمندر سیاہی میرے رب کے کلمات کو لکھنے کے لئے ...... وہ یقیناً ختم ہو جائیں گے دریا...... اس سے پہلے کہ میرے رب کے کلمات کا بیان مکمل ہو...... خواہ ہم ان سمندر کے برابر مزید لے آئیں ان کی مدد کے لئے

بڑی غلطی کرو گے اگر قرآن پاک جیسے ہدایت سے اعراض کرو گے۔ یہ اللہ پاک کا کلام ہے۔ کہ گر ہو دنیا کے تمام سمندر بطور سیاہی ، اللہ، علی کل شیءٍ قدیر، کے کلمات کو لکھنے کے لئے تو ناکامی ہو گی کہ باتیں مکمل نہ ہوں گیں ، اور یہ قرآن پاک ، زندوں کے لئے موجود ہے ، ہر جگہ ہر گھر ، کتابی ، ڈیجیٹل ، صوتی ، تصویری ، ساکت اور متحرک ، قلوب میں ، ذہنوں میں ۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ / يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج / فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ / فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا / وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (۱۱۰)

اے نبی ﷺ ان سے کہئے کہ میں تمہارے ہی طرح کا انسان ہو...... وحی کیا جاتا ہے میری طرف کہ تمہارا معبود ہے ایک ہی معبود...... تو جو کوئی بھی امیدوار ہوا اپنے رب سے ملاقات کا...... پس اس کو چاہیے کہ وہ عمل کرے اچھا ...... اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے

اے نبی ﷺ ان سے کہئے کہ میں (خدا کی بیٹا نہیں ہوں نہ اس طرح کی اور کوئی چیز بلکہ) تمہارے ہی طرح کا انسان ہو...... (اور مزید کہئے اے نبی ﷺ کہ) وحی کیا جاتا ہے میری طرف کہ تمہارا معبود ہے ایک ہی معبود...... تو جو کوئی بھی امیدوار ہو (امید کے ساتھ) (کہ ملے خوشی بخوشی) اپنے رب سے ملاقات کا...... پس اس کو چاہیے کہ وہ عمل کرے اچھا...... اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے

کتابیات :

SURAH AL - KAHAF : ARABIC TEXT - TRANSLATION AND MODERN COMMENTARY BY IMRAN N. HOSEIN WWW.IMRANHOSEIN.ORG

دیگر کتب کے حوالے ان کے مضامین کے ساتھ درج ہیں ۔